تاریخ انگورہ

اناطولیہ

ترکوں کے بہادرانہ کارنامے
مخالف قوموں نے بھی تسلیم کرلئے
ہیں

اس تاریخ میں خاندان سلجوق سے لیکر
مصطفےٰ کمال پاشا تک کے مفصل
حالات درج ہیں

باب اوّل

اناطولیہ

جغرافیہ

وجہ تسمیہ - اناطولیہ ایک یونانی لفظ ہے - جس کے معنی مشرق کے ہیں - اور جغرافیہ میں اس کا اطلاق ایشیائے کوچک اور سلطنت عثمانیہ کے بعض دوسرے ایشیائی مقبوضات پر ہوتا ہے - رومیوں کے زمانہ میں اناطولیہ کو "ایشیائے کوچک" کہتے تھے -

حدود اربعہ - اناطولیہ کے حدود اربعہ یہ ہیں - شمال مغرب میں درۂ دانیال - بحر مارمورا باسفورس اور بحیرہ اسود - مشرق میں سلسلہ کوہ آرمینیا - جنوب میں بحر متوسط اور مغرب میں بحر ایجہ اور مجمع الجزائر یونان -

رقبہ - اس کا رقبہ قریباً ۱۲ ہزار مربع میل ہے - زیادہ سے زیادہ طول سات سو میل اور زیادہ سے زیادہ عرض چار سو میل ہے -

پہاڑ - اناطولیہ کے سواحل [illegible] بحر سے بلند اور نہایت سنگین چٹانوں سے بنے ہوئے ہیں - مغربی سواحل دنیا کے سب سے زیادہ دندانہ دار سواحل میں سے ہیں - اور بالکل پہاڑی ہیں اندرون ملک میں بھی پہاڑوں کے بہت سے سلسلے پھیلے ہوئے ہیں - جن میں سب سے بڑا اور مشہور سلسلہ کوہ طورس کا ہے - جو ساحل بحر سے شروع ہو کر دریائے فرات تک چلا جاتا ہے -

[illegible] اور بحیرے [illegible] اکس [illegible] سے بحیرے بھی ہیں - جن کا پانی نہایت ہی شور ہے [illegible] میل شمال مشرق میں واقع ہے - اس کی لمبائی ۵ میل ہے [illegible] تک - دریاؤں میں دو دریا بہت مشہور ہیں "قزل ارق" [illegible] میدان سے ۲۰ میل پر سے نکلتا اور بحیرہ اسود میں جا گرتا ہے

اور دوسرا انگورہ کے قریب سے نکل کر بحیرۂ اسود سے مل جاتا ہے۔

آب و ہوا - ملک کی آب و ہوا زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ اور مؤرخ۔ شعرا اور علماء جغرافیہ ہمیشہ سے اس کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ کہ اس کی آب و ہوا غایت درجہ صحت بخش اور عمدہ ہے۔ پہاڑ گرمی کی شدت کو کم کر دیتے ہیں۔ اور سمندر جاڑے کی ٹھنڈک معتدل بناتے ہیں۔

چشمے - اناطولیہ کے بعض مقامات میں معدنی چشمے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جن سے نہایت گرم اور کبریتی پانی اُبلا کرتا ہے۔ اور ان چشموں کے گرد مخروطی شکل میں جم کر ٹھہرا جاتا ہے۔ بعض مقامات سے زمین سے مشتعل ہونے والی گیس نکلتی ہے۔ اور ایک جگہ ایک غار میں سے اس قسم کے بخارات نکلتے ہیں۔ جو چشم زدن میں انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

معدنیات اور کانیں - اناطولیہ کی ولایت میں معدنیات بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ سیسہ لوہا۔ تانبا۔ چاندی اور سونے کی وافر مقدار پہاڑوں میں موجود ہے۔ اور قدیم زمانہ میں ایک معتدبہ مقدار ان چیزوں کی نکالی بھی جا چکی ہے۔ اس کے ایک بحیرہ سے جو ۵۵ میل لمبا اور قونیہ سے ۷۰ میل پر واقع ہے۔ ملک کی ضروریات کے لیے بہت بڑی مقدار میں نمک بھی نکالا جاتا ہے۔ سنگ مرمر۔ سنگ رخام اور بلور کی کانیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں کسی زمانہ میں مملکت اناطولیہ یعنی ایشیائے کوچک میں سنگ مقناطیس کا وجود بھی معلوم ہوا تھا۔

پیداوار - سارا ملک نہایت زرخیز اور اپنی حاصلات و پیداوار کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ طرح طرح کے میوے پھل۔ غلہ۔ تمباکو کے علاوہ انواع و اقسام کی قابل استعمال لکڑی اس کے پہاڑوں جنگلوں میں بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور تمام ممالک عثمانیہ کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ اس کے ماسوا ہر قسم کے چوپاؤں کی افزائش بھی بہت ہے اناطولیہ کی بھیڑ۔ گائے۔ بکری اور گھوڑا تمام جہان میں مشہور ہے۔ بھیڑ اور بکری کی شہرت نرم بالوں کی وجہ سے ہے۔ اور گھوڑا اپنی تیز رفتاری اور مضبوطی میں قدیم سے ضرب المثل ہے۔

برطانیہ کی تجارت اناطولیہ میں۔ زمانہ جنگ سے پیشتر اناطولیہ میں سوتی کپڑا۔ سوت۔ بوہے کے اوزار۔ کلیں وغیرہ اور کسان آبادی کی تمام ضروریات کی چیزیں برطانیہ سے آتی تھیں۔ مگر اناطولیہ میں ٹرکی اور یونانی جنگ کو خواہ مخواہ طول دینے سے برطانوی تجارت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اناطولیہ کی جنگ کے باعث ملک کے اندرونی حصہ کے ساتھ بھی برطانیہ کی تجارت ماند پڑ گئی ہے۔ اور تجارت کی وہ منڈیاں جن کو قفقاز کی جمہور ریاستوں اور طرابزون کے علاقہ سے رستہ نکلتا ہے۔ بالکل مٹ گئی ہیں۔ پچھلے دنوں یوسف کمال بے نے مشرقی ترین کی کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے پیرس روانہ ہونے سے پیشتر قیام لنڈن کے دوران میں ایک تقریر کرتے ہوئے بتایا تھا۔ کہ برطانیہ نے اپنی تجارت کو اناطولیہ میں کس طرح تباہ کیا ہے۔ قابل مقرر نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ برطانیہ کی تجارت کو تباہ کرنے میں خود بالشویکوں کی ریشہ دوانیاں بھی اس قدر مضر ثابت نہیں ہوئیں۔ جتنی کہ یہ طویل جنگ ہوئی ہے۔

(تاریخ)

اناطولیہ دنیا کے ان ملکوں میں ہے جنہیں غایت درجہ تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ وہ ہمیشہ مشرق و مغرب کے مابین پل کا کام دیتا رہا ہے۔ وہ تقریباً چار ہزار سال سے مختلف وحشی اقوام و قبائل کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً بیشمار قوموں نے اُسے تاخت و تاراج کیا ہے اناطولیہ کی قدیم تاریخ نے بڑے بڑے انقلابات دیکھے ہیں۔ مگر یہ ملک ان انقلابات پر بھی زندہ رہا اور اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ ع

کچھ بات تو ہے ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دور زماں ہمارا

اس کا تمدن بھی نہایت قدیم ہے۔ اور یونانی تمدن سے زیادہ پرانا ہے۔ بلکہ یونان میں علم حکمت کا چراغ یہاں کے حکما۔ شعرا اور فلاسفہ نے جلایا ہے۔ چنانچہ مشہور فلاسفر تھالس ٹیاگوس۔ بیاس۔ کلیوپولو۔ ایکیمنڈرس۔ انکسمینس۔ فیثاغورث۔ اور زینوفون ہرکلیس اور ہومر جیسے شہرۂ آفاق شاعر اسی کی مبارک خاک سے پیدا ہوئے اور یونان کی ترقی و شہرت کا ذریعہ بنے۔ آج دنیا جس قدر مستفیض ہے وہ یونان کی رہین منت ہے۔ جو اناطولیہ کی تہذیب

تمدن کو نیست و نابود کر رہا ہے۔ اور اس خطۂ پاک کو بے گناہ محبان وطن کے خون سے لہولہان کر رہا ہے۔ ؎

اے وائے بخت جو کبھی احسان مند تھے
ہمسکو بلا بلا کے ستاتے ہیں اب وہی

اناطولیہ پر یونانی ایرانی اور رومانی حملے

سنہ ۱۱۲۰ قبل مسیح میں یونانیوں نے اناطولیہ میں قدم جمانا شروع کئے۔ اور اس کے باشندوں کو طاقت و رعب اور روپیہ کے لالچ سے مرعوب و مغلوب کرنے لگے۔ سنہ ۵۴۷ قبل مسیح میں کورش شاہ ایران نے اس پر قبضہ کیا۔ پھر ایرانیوں کے ساتھ سکندر اعظم کے معرکے اس سرزمین نے دیکھے۔ اس کے بعد سپہ سالاروں کی خانہ جنگی کا میدان بھی اس میں گرم ہوا۔ سنہ ۲۶۲ قبل مسیح میں ترمر کی عزلی ملکہ زنوبیہ نے اس کے ایک بڑے حصے کو فتح کر لیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد رومانیوں نے اُسے پھر واپس لے لیا۔ اور جب سنہ ۳۳۰ میں قسطنطین اعظم نے بزنطیہ (قسطنطنیہ) کو روما کے مقابلہ میں مشرقی سلطنت کا پایہ تخت قرار دیا۔ تو اناطولیہ کی طرف اسے خاص توجہ ہوئی۔ اور اس نے اور اس کے جانشینوں نے اس کی اصلاح و تعمیر میں پوری کوشش کی۔

اسی رومانی عہد میں اناطولیہ نے بہت ترقی کی۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ مسیحیت کا وہ ایک مرکز ہو گیا تھا۔ اور حواریوں کی کارگذاریوں کا ایک بڑا حصہ اس سے متعلق تھا۔ وہ سات مسیحی گرجوں کا مرکز تھا۔ اور اس میں متعدد مذہبی اجتماع منعقد ہوئے۔ جو مذہب عیسوی کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

اناطولیہ پر مسلمانوں کا قبضہ

۱۔ خاندان سلجوق

خاندان سلجوق کے نامور شہنشاہ سلطان الپ ارسلان کے واقعۂ قتل دسمبر ۱۰۶۵ء کے بعد

جب ملک شاہ اس کے تاج و تخت کا مالک ہوا۔ تو اس کی ہیبت اور اس کی فاتحانہ و شجاعانہ سپرٹ اور اس کی وسیع مملکت سے نہ صرف سلاطین یوروپ بلکہ سلاطین عالم کانپتے تھے اس کی قلمرو خراسان سے لیکر شہر قسطنطنیہ کے نیچے تک پھیلی ہوئی تھی۔ شاہان فرنگ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ اور اس کو ہٹانے کے منصوبے سوچتے رہتے تھے۔ آخر انہوں نے مشرق پر حملے کئے۔ اور اسلامی شوکت کو توڑنے کے لئے صلیبی جنگوں کا سلسلہ آغاز کیا۔ لیکن قدرت کو یہ منظور تھا۔ کہ مسلمانوں کی حکومت ان حملوں میں اور بھی وسیع ہو جائے۔ چنانچہ ان لڑائیوں میں سلجوقی حکمرانوں نے بیت المقدس اور حکومت اناطولیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور شہر قونیہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۶۹ء کا ہے۔ اسی زمانہ سے اس علاقہ کا نام ایشیائے کوچک کی بجائے ایشیائے ٹرکی مشہور ہو گیا۔

ا؎ سلجوقی حکمران بھی ایک ترک خاندان ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان اپنے جد اعلیٰ سلجوق بن دقاق کے نام سے موسوم ہے۔ اپنے خاندان میں یہ پہلا شخص تھا۔ جو مشرف باسلام ہوا۔ اور اس نے مسلمان ہو کر کافر ترکوں پر ہمیشہ جہاد قائم رکھا۔ ایک سو سات سال کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ارسلان میکائیل موسیٰ۔ میکائیل کفار پر جہاد کرتے ہوئے ایک لڑائی میں کفار کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ اس کے چار بیٹے تھے بیغو۔ طغرل بک۔ جعفر بیگ۔ داؤد۔ طغرل بک نے بہت سے انقلابات اور زمانہ کے نشیب و فراز دیکھے اور بخارا و ترکستان کی سیاحت کے بعد سامانی حکومت کے خاتمہ پر عروج حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس نے خراسان وغیرہ کئی صوبے فتح کر کے سلطان کا لقب اختیار کر لیا۔ اور ۴۴۷ھ میں دولت بنی بویہ کی بیخکنی کے بعد بغداد میں داخل ہو گیا۔ اور جلالی یہ کی۔ کہ خلیفہ قائم بامراللہ عباسی سے اپنی بھتیجی کا نکاح کر کے اپنے آپ کو خلافت کا نگہبان و محافظ مشہور کر دیا۔ حالانکہ خلیفہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اس سے دبتا رہتا تھا۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا الپ ارسلان خاندان سلجوق کا نامور بادشاہ ہوا ہے۔ جس نے رومانوس جیسے شاہ روم کو کئی بار شکست دی۔ اور اپنی قید میں بھی رکھا ہے۔ فاطمی خلفاء کو شام سے نکالا اور مدینہ اور حجاز پر اپنا سکہ جمایا ۴۶۵ھ میں یوسف خوارزمی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ جو اپنے دور میں فرخ تاجدار تھا۔ جانشین ہوا۔ اس بادشاہ کے عہد میں بیت المقدس پر بھی اناطولیہ پر مسلمانوں کا علم لہرانے لگا۔ یہ واقعہ ۴۶۹ھ کا ہے۔ ۴۸۵ھ میں ملک شاہ کی وفات کے بعد خاندان سلجوقی میں خانہ جنگیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور سلطنت چار ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ انہی کھنڈرات پر ۶۹۹ھ میں حکومت عثمانیہ کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج تک موجود چلی آتی ہے۔ گو دشمنان ترک ہمیشہ حکومت عثمانیہ کی تخریب کے درپے رہتے ہیں۔

۲۔ خاندانِ عثمانیہ

جب چنگیز خان مغل بادشاہ نے سنہ ۶۲۲ھ میں شمال کی طرف سے ایشیائی ملکوں پر غارت گرانہ حملے کئے۔ انہی دنوں ایک ترک امیر سلیمان شاہ اپنی پچاس ہزار جماعت کے ساتھ وسط ایشیا سے باہر نکلکر ایشیاء کے سرسبز میدانوں اور چراگاہوں میں داخل ہوا۔ اور آذربائیجان میں اس نے اقامت اختیار کی۔ ابھی ۷ سال کا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا۔ کہ سلجوقی حکمرانوں نے خراسان و خوارزم کے بعد آذربائیجان کو بھی روند ڈالا۔ سلیمان شاہ اس انقلاب سے مایوس ہو کر اپنے اصلی وطن کی طرف واپس چلا۔ مگر دریائے فرات کو عبور کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۲۹ھ کا ہے۔ اس کے قبیلہ کے لوگوں نے اس کی لاش دستیاب کی۔ اور قلعہ جعبر کے پاس اس کو دفن کیا۔ وہ جگہ اب تک ترک مزاری کے نام سے مشہور و موجود ہے۔

سلیمان شاہ کے چار بیٹے تھے۔ باپ کے انتقال (غرق آب ہونے) کے بعد ان میں اختلاف رائے ہو گیا بعض کی رائے تھی۔ کہ اب اسی ملک کو اپنا وطن قرار دینا چاہیئے۔ بعض کہتے تھے۔ واپس چلنا چاہیئے۔ آخر تیسرا بیٹا ارطغرل اسی علاقہ میں رہنے پر مُصر ہوا۔ اور اس نے اپنے قبائل کے چار سو گھروں سمیت اناطولیہ کے صوبہ میں سکونت اختیار کر لی۔ ان چار سو گھرانوں میں ۴۴۴ جنگجو سوار ہمیشہ اس کے پاس موجود رہتے تھے۔

اناطولیہ کے مغربی حصہ مرمو اور یابیین کے اطراف میں ان لوگوں نے ڈیرے ڈال دیئے۔ چونکہ زمین تھوڑی تھی اور آدمی بہت تھے۔ اس لیئے ارطغرل نے سنہ ۶۲۲ھ میں سلطان علاؤالدین سلجوقی فرمانروائے روم کی خدمت میں اپنے فرزند صارو باتی بک کو یہ درخواست دیکر بھیجا۔ کہ تھوڑی سی سرسبز اراضی اس کی قوم کو آباد ہونے کے لیئے عطا کی جائے سلطان صارو باتی کے ساتھ شاہانہ عنایت و شفقت سے پیش آیا۔ اور انگورہ کے قریب جس کا نام انقرہ تھا۔ قرہ جہ طاغ کی سرزمین جو دامان کوہ میں واقع ہے ارطغرل کو بطور جاگیر سلطانی عطا فرمائی۔ یہ زمین نو وارد ترکوں کے لیئے بہت موزوں ثابت ہوئی

سردیوں میں بہار کی گرمی رہتی - اور گرمیوں میں خوشگوار خنکی رہتی ہے

ارطغرل کا قاعدہ تھا - کہ اپنی قوم کے کچھ سوار لے کر ملحقہ جنگلوں میں شکار کھیلنے اور مال مویشی چرانے کے لئے نکل جایا کرتا تھا - اتفاقاً ایک مرتبہ کسی میدان میں اس نے دو فوجوں کو لڑتے ہوئے پایا - جن میں ایک کی تعداد کم تھی - اور ایک کی جمعیت بہت زیادہ - ارطغرل طبعی طور پر بہادر اور رحمدل تھا - اس نے اپنے ہمراہی بہادروں کو کمزور جماعت کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا - مغلوب سپاہ اس غیبی امداد کا سہارا پاتے ہی جی کھول کر لڑی - اور ایسی چیرہ دستی سے حملہ آور ہوئی - کہ غنیم ہزیمت کھا کر فرار ہو گیا -

بعد میں ارطغرل کو معلوم ہوا - کہ جس جماعت کا اس نے ساتھ دیا ہے - وہ سلطان علاؤالدین سلجوقی کی فوج تھی - اسی طرح سلطان نے جب یہ معلوم کیا - کہ اس کے لشکر کو غیبی مدد دینے والا ارطغرل اس کا جاگیردار ہے - تو اس نے اس کو دربار میں طلب کیا اور اس کو خلعت دے کر طوما نیچ اور اسکی شہر کے علاقہ بھی بطور جاگیر عطا کر دیئے - علاؤالدین کی ایسی ہی مہربانیوں سے ۶۶۳ھ میں ارطغرل کا عروج ترقی کر گیا -

۶۶۳ھ کے بعد سلطان علاؤالدین سلجوقی پر مغلوں یا حکومت بزنطائن قسطنطنیہ نے [illegible] حملے کئے - ان کی مدافعت میں ارطغرل نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے - سلطان نے جاگیر و اعزاز میں اور اضافہ کر کے ولایت قونیہ (اناطولیہ) کا بہت بڑا حصہ اسے بخش دیا - چنانچہ یہی سرزمین حکومت عثمانیہ کا گہوارہ - یعنی اور یہ مملکت اسی خطہ سے نشو و نما پا کر ایشیا اور یورپ تک پھیلی پھولی - سنہ ۶۸۷ھ میں ارطغرل وفات پا گیا - سلطان کو اس کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا - اس نے اس کے بیٹے غازی عثمان کو باپ کا قائمقام بنایا - اور جب تجربہ سے دیکھ لیا - کہ وہ ہونہار - قابل اور باپ کا سچا جانشین اور وفادار سلطنت ہے - تو خلعت سفید نشان - اور ایک فرمان "بزبان ترکی" کے ذریعہ اس کو خود مختار امیر مقرر کر دیا - بہت سی جاگیر عطا کی - بک اور خاں کا لقب عطا کیا - اپنے نام کا سکہ رائج کرنے اور خطبہ میں سلطان کے نام کے ساتھ انکا نام پڑھا جانے کی بھی اجازت دی - اس کے معاوضہ میں غازی عثمان پر علاوہ سلطنت کی وفاداری کے یہ بات لازمی قرار دی گئی - کہ جب

کبھی سلطانی نقارہ بجایا جائے۔ تو عثمان بک اور اس کی اولاد تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کریں۔

خدا کو یہ منظور تھا۔ کہ جس طرح خاندان بنی بویہ کے مٹے ہوئے نشانات۔ سلجوقی خاندان نے خضر راہ بنایا ہے۔ اسی طرح جب سلجوقی فلک پائیگاہ عمارتیں زمانہ کی دستبرد سے فناہ ہو جائیں۔ تو ان کے کھنڈرات پر عثمانیہ خاندان از سرنو ایک عالیشان محل تعمیر کرے۔ تاکہ اسلامی جاہ وجلال کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں قایم رہتا چلا آئے۔ اس لیے عثمان خان کی طاقت روزبروز بڑھ رہی تھی۔ اور سلجوقی حکومت اندر ہی اندر زوال پذیر ہو رہی تھی۔ مگر عثمان خان نے ولی نعمت کے پاس ادب سے سلاطین سلجوقیہ کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھایا۔ حالانکہ وہ خود مختار حکمران اور اپنی قلمرو کا واحد مالک تھا۔ لیکن جب ۶۹۹ھ میں غازان خان مغل تاجدار نے دفعتاً حملہ کرکے رکن الدین سوم آخری تاجدار خاندان سلجوقی کو قتل کرکے اس عظیم الشان سلطنت کا بالکل ہی خاتمہ کردیا۔ تو غازی عثمان خان نے ۶۹۹ھ مطابق ۱۲۹۹ء میں سلطان کا لقب اختیار کرکے دولت علیہ عثمانیہ کی بنیاد ڈال دی۔

اناطولیہ کے عام حالات

(مسلمان اور عیسائی)

یورپین طاقتوں نے اپنے ہم مذہبوں کی حمایت کے بہانے سے ٹرکی کو ہمیشہ مبتلائے مصائب رکھا ہے۔ اور صدیاں گذر گئیں۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کی نگرانی" کا وعظ جو لنڈن اور دوسرے مسیحی ممالک کے در و دیوار سے سنائی دے رہا ہے۔ نہ صرف ٹرکی کی آزادی بلکہ ہندوستان، مصر اور آئرلینڈ کی آزادی کے لیے بھی شوہان روح ہو رہا ہے۔

دشمنان ٹرکی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جو ذرایع استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے دو نہایت اہم ہیں۔ جو جنگ جدل حاضرہ میں سب سے زیادہ پر تاثیر ثابت ہوئے ہیں۔ پہلا طریقہ منضبط اور مسلسل تبلیغ و اشاعت کا ہے۔ جس کے ذریعہ ترکوں کے مفروضہ مظالم کی حکایات اور ارمنوں اور دیگر عیسائیوں کے قتل عام کے افسانے شایع کئے جاتے ہیں۔

اور یوروپ کے سیاست دانوں کی ہمدردی حاصل کی جاتی ہے۔ اور عوام کے دلوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی تبلیغ و اشاعت کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ امریکہ میں ترک ایک خوفناک لفظ سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ ٹرکی میں جو عیسائی قومیں آباد ہیں۔ اُن کے مذہبی حسیات سے اپیل کیجاتی ہے۔ بغاوت و شورش پھیلانے کی خفیہ سازشیں کی جاتی ہیں۔ بارسوخ آدمیوں سے آیندہ حکومت میں مناصب جلیلہ کے وعدے کئے جاتے ہیں۔ اور جب بغاوت و شورش کی پاداش میں فسادیوں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ تو غیر ممالک کے عیسائی ان کی حمایت میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ اور ٹرکی کی عیسائی رعایا کو بغاوت پر اور دلیر کرتے ہیں۔

لیکن کیا حقیقت میں اناطولیہ کے مسلم و نصاریٰ کے ایسے ہی تعلقات ہیں۔ جیسے کہ یوروپ اور اتحادیوں کے مقبوضہ "قسطنطنیہ" کے ایک گرجا کے یونانی پادری ظاہر کر رہے ہیں۔ بے اصل باتوں کی اشاعت سے ظالموں کو مظلوم اور مظلوموں کو ظالم بتا رہے ہیں۔

تھوڑے دنوں کا ذکر ہے۔ کہ کلیسائے قسطنطنیہ کے یونانی پیٹری آرک نے اناطولیہ کی مسیحی رعایا کو بغاوت و شورش اور فتنہ و فساد پر آمادہ کرنے کے لئے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا تھا۔ مگر اس کی بدقسمتی سے وہ بالکل خطا گیا۔ اس نے یہ اعلان شایع کیا تھا۔ کہ اناطولیہ کے عیسائیوں میں یونانی زبان کو رائج کیا جائے۔ حالانکہ اناطولیہ کے عیسائیوں کی عرصہ دراز سے ترکی ہی مادری زبان ہے۔ علاوہ ازیں خواہ مخواہ ان کو مظلوم بنا کر ان سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ اور ان کے جذبات کو حکومت اناطولیہ کے خلاف مشتعل کرنیکی ناپاک و ناکام کوشش کی گئی تھی۔

جب یہ مفسدہ انگیز اعلان اناطولیہ پہنچا۔ تو کیکین کے اسقف اعظم نے اس کے جواب میں ایک اعلان شائع کیا۔ جو اناطولیہ کے تمام گرجاؤں میں بھیجا گیا۔ اس اعلان میں اس نے اناطولیہ کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے برادرانہ تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

دس صدیوں سے زیادہ زمانہ گذر رہا ہے۔ کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ برادرانہ

تعلقات رکھتے اور مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ حکومت نے ہماری عبادتگاہوں کو ہمیشہ چشم احترام سے دیکھا ہے۔ ہم نے قسطنطنیہ کے پیٹری آرک یا دول یوروپ کو ہرگز حکم برداری نہیں دی ہمیں مطلق کسی قسم کی شکایت نہیں۔ قومی مقصد اناطولیہ کے ترک مسلمانوں اور عیسائیوں کا مشترکہ مقصد ہے۔ ہم مجلس قومیہ عظیمہ اور اس کی حکومت کو اپنا سمجھتے ہیں ہم تمام دنیا کو اس بات سے آگاہ کرتے ہیں۔ کہ مسلمان اور عیسائی مشترکہ قومی مقصد کے تحفظ کے لئے برادرانہ طور پر باہم متحد و متفق ہیں۔ کلیساؤں کا سیاسی تدابیر سے کوئی تعلق نہیں۔ قسطنطنیہ کے یونانی پیٹری آرک کی کارروائیاں قطعاً احکام کلیسا سے متباین و متضاد ہیں جا اناطولیہ میں قلیل التعداد اقوام کا وجود نہیں پایا جاتا۔ وہاں صرف عیسائی اور مسلمان ترک آباد ہیں۔ ہم بہانگ دہل اپنی اس خواہش کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہم میں اور معزز ترک گھرانے میں باہم چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور ہم شر انگیز یونانی پروپاگنڈا کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

اناطولیہ کے عیسائیوں کا اعلان حق

نیسکین کے پاپائے اعظم کی شہادت آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب اناطولیہ کی مسیحی جماعت کے سب سے مشہور پیشوا بابا آفندیلی کے ایک زبردست اعلان کو بھی بہ غور ملاحظہ فرمائیے جو انہوں نے اناطولیہ کے دارالخلافہ انگورہ کے ایک اخبار میں اظہار حق اور حقیقی معاملات پر روشنی ڈالنے کے لئے شایع کرایا ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔ کہ دول یوروپ خواہ مخواہ ہماری طرف سے وکالت پر آمادہ ہیں۔ میں نہیں بتلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس ملک میں صرف ایک قوم آباد ہے۔ یعنی ترک"۔ اس لئے مسیحیوں کی قلیل التعداد جماعت کے حقوق کا مسئلہ بالکل فضول ہے۔ قسطنطنیہ کا بطریق ترکوں اور مسیحیوں میں بلاوجہ نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ مسیحی غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ انہیں جلد اس ذلت خیزی سے نجات دلائی جائے۔ بابا آفندیلی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بطریق

مذکور کا یہ خیال قطعی غلط اور سراسر بے بنیاد ہے یہی نہیں۔ بلکہ اس قسم کی جس قدر باتیں اناطولیہ کے مسیحیوں کی نسبت بیان کی جاتی ہیں۔ وہ سب کی سب بے اصل ہیں۔ قوموں کو حکومتوں کی دستبرد سے اسی وقت آزاد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ ان پر ظلم و جبر ہو انہیں جور و تعدی کا شکار بنایا جائے۔ لیکن اناطولیہ میں اس قسم کی حالت نہیں ہے۔ نہ وہاں استبدادی حکومت قائم ہے۔ اور نہ وہاں ترکوں کے سوا کوئی دوسری قوم آباد ہے اس صورت میں عیسائیوں کی آزادی اور نجات کا مسئلہ اٹھانا بالکل بے معنی اور عبث خیال ہے۔

آخر میں بابا آفندیلی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر بطریق مذکور کا یہ خیال ہے۔ کہ ترک مسیحیوں، کو "ترک مسلمانوں" سے بچایا جائے۔ تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک قوم کے افراد اور ایک خاندان کے بھائیوں میں افتراق و انشقاق پیدا ہو۔ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ ایک دوسرے سے لڑ مریں۔ اس کے بعد خود بخود ان کے پاؤں اغیار کی محکومیت و غلامی کی زنجیروں میں جکڑ جائیں۔ اگر ایسا ہوا۔ تو یقیناً وہ زندگی ترک مسیحیوں کے لئے حقیقی غلامی کی زندگی ہو گی۔ بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر۔ بہر کیف بطریق مذکور کا دعوےٰ ہر اعتبار سے باطل ہے۔ مسیحیان اناطولیہ ایک لحظہ کے لئے بھی کسی ایسی حرکت کے مرتکب نہیں ہوں گے جو ان کے ملکی قانون و ضابطہ کے خلاف ہو۔

خواتین اناطولیہ کی قوم پرستی

قسطنطنیہ میں اب تک دول اتحاد کی زبردستی و سخت گیری کے خلاف صدائے شکایت بلند کرنے میں جس قدر پرجوش جلسے اور مظاہرے ہوئے ہیں۔ ان میں عموماً ترکی خواتین نے نہایت سرگرم حصہ لیا ہے۔

اس وقت کوئی ترکی اخبار ایسا نہیں ہے۔ جو اپنے ملک کی خواتین کے محاسن و مناقب اور ان کی قومی جد و جہد کے ذکر و اذکار سے خالی ہو۔

علاوہ قسطنطنیہ کے اناطولیہ میں بھی فدائے ملک وملت خواتین کی تعداد یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے۔ ترکی خواتین نے خاص انگورہ میں ایک انجمن خواتین قایم کی ہے جس میں ترکی عورتوں کو کاشتکاری اور غربا کے علاج معالجہ کے کام کے علاوہ فوج کے زخمی سپاہیوں کی تیمار داری کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ اس انجمن کی متعدد شاخیں ایشیائی ٹرکی خصوصاً خصوصاً حکومت اناطولیہ میں قایم کی گئی ہیں۔ قومی مصیبت کے ان خطرناک اور تاریک ایام میں مدافعت قومی وملکی کیلئے ترکی خواتین بطیب خاطر کثیر تعداد میں ان انجمنوں میں شریک ہو رہی ہیں۔ ان فدایانِ قوم نے اپنے لئے زیب وزینت اور آرائش ونمایش کی تمام مصنوعات حرام کرلی ہیں۔ تاوقتیکہ سلطنت عثمانیہ اور ترکی آزادی ومختاری پوری طرح بحال نہ ہو جائے۔ ایثار اور قربانی کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے محبوب زیورات اور دیگر مال ومتاع کو بھی قومی خدمت کے لئے انجمن کی نذر کردیا ہے۔ ان کے قومی جوش وخروش کا یہ عالم ہے۔ کہ وہ اپنے شوہروں کو زبردستی دفاع وطن افواج میں بھرتی کراتی ہیں۔

انجمن ہائے خواتین کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جو بالغ مرد اس تحریک کی مخالفت کریگا۔ اس کو سوسائیٹی سے بائیکاٹ کردیا جائیگا۔

فرانسیسی اخبار "جریدۃ الشرق" کے حوالہ سے استنبول کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ اناطولیہ میں اس وقت بیس ہزار عورتیں ایسی ہیں۔ جو فوجی سامان ورسد کے اُٹھانے اور لانے لیجانے میں ہمت دکھا رہی ہیں۔ اور طرّہ یہ کہ وہ اس خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں لیتیں۔ بلکہ ذاتی محنت ومشقت سے اپنا پیٹ پال رہی ہیں۔ ان کے کام کی صورت یہ ہے۔ کہ اپنے کندھوں پر فوجی سامان اٹھا کر گودی سے سرکاری گوداموں میں پہنچاتی ہیں۔ جہاں سے گاڑیوں پر لاد کر مطلوبہ مقامات تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ عورتیں جو بوجھ اٹھاتی ہیں۔ وہ اندازاً ۵۰ سے ۶۰ کیلوگرم ہوتا ہے۔ اور مسافت تقریباً ۵ اکلومیٹر ہوتی ہے۔

حاکمیت ملیہ انگورہ کے اخبار نے گل خانم نام ایک جوان ہمت خاتون کے شوق جہاد کا خاص طور پر اپنے کالموں میں ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ یہ شجاع ومحب وطن خاتون قبر بک خاف حقی بے کی اہلیہ ہے۔ جو حدود عرب کے مجاہدین میں شریک ہونے کے لئے پروانہ

وار بیتاب ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔ اس سے پیشتر بہت سی ترک خاتونیں میدان جنگ میں داد شجاعت دے چکی ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام گل خانم بھی ہے۔

اگست ۱۹۲۲ء کی جنگ انگورہ و یونان میں بہت سی ترک خواتین نے فوجی رسل رسائل کے کام سر انجام دیئے ہیں۔ اخبارات کے ایک بیان سے یہ منکشف ہوتا ہے۔ کہ ہزارہا خواتین میدان عمل میں نکل آئی تھیں۔ جو سامان جنگ کو منتقل کرنے میں بیش قیمت امداد دیتی تھیں۔ اناطولیہ کے جنگی رقبہ کی سڑکیں ان شریف و غیور خواتین سے گھری رہتی تھیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے مفتوحہ علاقوں میں دورہ کر کے خواتین کے لشکر میں سے پندرہ سو سپاہی عورتوں کو تمغے عطا فرمائے ہیں۔

جس قوم کے صنف نازک کے قومی جوش اور اس کے جذبات ملیہ کا یہ حال ہو۔ اس کا تباہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

اناطولیہ میں یونانی سیہ کاریاں

یونان نے ایشیائے کوچک (اناطولیہ) میں یوروپ کی شہ پر جو ظلم و ستم ڈہائے ہیں۔ ان کی طویل داستان اب تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلوا رہی ہے۔ صاحب دل اور منصف مزاج امریکنوں اور بعض فرانسیسی اور دیگر یوروپین دردمندوں نے بھی یونانی مظالم کا عبرت ناک نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ یونانیوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے۔ ان کا مال و اسباب لوٹنے۔ عورتوں کی عصمت دری کرتے بچوں بوڑھوں اور جوانوں کو تہ تیغ بے دریغ کرنے اور اسلامی آبادیوں کو جلا کر خاک سیاہ کرنے میں جس سنگدلی سے کام لیا ہے۔ اس کی مثالیں بہت کم ملینگی۔ سمرنا تھریس۔ بروصہ غرض اناطولیہ کا ہر حصۂ ملک اور ہر ضلع اس کے خون چکان داستان کا گواہ ہے۔

ان ہولناک مظالم کی تفصیل جسقدر طویل ہے۔ اسی قدر زیادہ المناک ہے۔ ہم صرف یہاں انجمن ہلال احمر عثمانی کا وہ مراسلہ درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے بین الاقوامی انجمن صلیب احمر کو یونانی سیہ کاریوں کے متعلق لکھا ہے۔

جناب والا - اناطولیہ کی سرزمین میں یونانیوں نے جسقدر ہولناک مظالم کئے ہیں - ان کی تفصیلات ہم آپ کو برابر بھیجتے رہے ہیں - آج صرف ان دیہات و قصبات کے نام آپ کو لکھتے ہیں - جن کو جنگ سکاریہ کے دوران میں پسپا ہوتے وقت یونانیوں نے جلا کر بالکل راکھ و برباد کر دیا ہے - اور جہاں اب آبادی کا کوئی نشان بھی نہیں ہے -

۱ - جابل ۲ - مُرجی - ۳ - اغلانچی - ۴ - حرطو - ۵ - کودجاش - ۶ - فلیجیک - ۷ - ہواتل - ۸ - بورمہ - ۹ - ایوال - ۱۰ - مرجان - ۱۱ - یارضیہ مالہ - ۱۲ - غیرولیریا اپتی - ۱۳ - تختائی ناآر کوئی - ۱۴ - قریہ اوغلو - ۱۵ - مرائے کوئی - ۱۶ - غندروز - ۱۷ - قرنجہ بورن - ۱۸ - عثمانیہ ۱۹ - آغانیاز - ۲۰ - اکپریورن - ۲۱ - اچ بالشلی - ۲۲ - بومرکوئی - ۲۳ - سراق - ۲۴ - بارگی - ۲۵ - یبکسین - ۲۶ - داغچی - ۲۷ - مسعودیہ - ۲۸ - قرہ بران - ۲۹ - ماسکوئی - ۳۰ - ہا ۳۱ - قاس عباس - ۳۲ - فوزاپج - ۳۳ - چاق جی - ۳۴ - قزہ حمزہ - ۳۵ - یلدز - ۳۶ باغچہ جیک - ۳۷ - زندجیرل - ۳۸ - خلیل اوغلو - ۳۹ - شریف بی - ۴۰ - بنی محمد - ۴۱ - یاحسیں ۴۲ - سوغود جلی - ۴۳ - ملکلنک لی - ۴۴ - قوزجنک لی - ۴۵ - سبیل سفلہ - ۴۶ - الک یوسن اس گاؤں کیمتعلق ابھی تحقیق نہیں ہُوا - کہ اس کا کچھ حصّہ باقی ہے یا بالکل جل گیا - ۴۷ - سری کوئی - ۴۸ - اورتق لو - ۴۹ - قوش چاغز - ۵۰ - عیدوجیک - ۵۱ - بول - ۵۲ - باق قیا - ۵۳ - قیمزقزی - ۵۴ - اولانفیلی - ۵۵ - قزلجی خطا - ۵۶ - فانچی - ۵۷ - لطفیہ ۵۸ - خلیل اوغلان - ۵۹ - غوک کوئی - ۶۰ - قیوبالاسی - ۶۱ - غوک جی الجہ - ۶۲ - قزل یورکلی - ۶۳ - ابدی اغلاج - ۶۴ - بیلادجیک - ۶۵ - الپو - ۶۶ معمورہ - ۶۷ - نیشل دون ۶۸ - اوزنرحمام - ۶۹ - اسکی چالسن - ۷۰ - میدجی - ۷۱ - خاوجیگ - ۷۲ - دیرہ کوئی - ۷۳ - سنطانیہ - ۷۴ - قرہ کلیسا - ۷۵ - یوزنان - ۷۶ - یقرازلی - ۷۷ - صفودجوک ۷۸ - پاشاکوئی - ۷۹ - کورت کوئی - ۸۰ - غیروجہ - ۸۱ - یوزدینار - ۸۲ - اورفوربوردن ۸۳ - فلیق - ۸۴ - چالیدجہ - ۸۵ - ارشادیہ - ان میں سے کوئی گاؤں نسو گھروں سے کم آبادی کا نہ تھا -

ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں - کہ جلد سے جلد اس جانب توجّہ کیجئے - اور مہذّب

دنیا کو ان شدائد کا سدّباب کرنے کے لئے آمادہ کیجئے۔ ان وحشیوں کا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ یونان کو جسے سمرنا پر کوئی حق حاصل نہیں۔ اپنا قبضہ اٹھا لینے پر مجبور کیا جائے۔ ورنہ اگر اس کو اسی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو وہ تمام ولائیت سمرنا اور مغربی ایشیائے کوچک کو برباد و ویران کر دیگا۔

کل دیہات و مواضعات کی تعداد پچاسی ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے۔ کہ کوئی گاؤں سو گھر سے کم آبادی کا نہ تھا۔ اگر فی گھر چار آدمی بھی شمار کئے جائیں۔ تو پچاسی گاؤں کی آبادی ۳۴ ہزار ہوتی ہے۔ معلوم نہیں ان بیگناہوں میں سے کتنے قتل ہو گئے۔ اور کتنے زخمی اور کس قدر بے خانماں و آوارہ ہو کر وطن سے بیوطن ہو گئے۔ ان کی جائدادوں اور ان کے مال و اسباب کی تباہی الگ ہے

ان مواضعات کی تباہی یونان کے سلسلہ ظلم وستم کی صرف ایک کڑی ہے۔

جب مصطفےٰ کمال پاشا کی قلمرو کے بندرگاہ اینبولی میسمون۔ اسغوب پر یونانی جنگی جہازوں نے دفعتاً گولہ باری کرنے کی اطلاع دی۔ تو گورنر اینبولی نے یونانی کروزر کلکس کے کمانڈر کو اطلاع دی۔ اینبولی پر گولہ باری بین الاقوامی قانون کے خلاف ہے۔ اور انسانیت بھی اس بے رحمی کی اجازت نہیں دیتی۔ کہ بلا اطلاع اطفال و خواتین کا لحاظ کئے بغیر شہر کو تباہ کر دیا جائے۔ لیکن یونانی کمانڈر پڑھا پڑھایا تھا۔ اس کو رحم و انسانیت سے کیا تعلق تھا اس نے ایک نہ سنی۔ اور خطرناک گولہ باری شروع کر دی۔

اینبولی میں آٹھ ہزار کی آبادی ہے۔ جس میں ۳۶۱۸ یونانی ۵۲ ارمن اور یہ سب عیسائی ہیں۔ باقی تمام مسلمان ہیں۔ عیسائی اقوام پورے طور پر محفوظ ہیں۔ شہر میں صرف مسلح مرد رہ گئے۔ ہر قوم اور ہر مذہب کے اطفال و خواتین محفوظ مقامات پر پہنچا دیئے گئے۔ اس لئے اینبولی میں تو بہت کم نقصان ہوا۔ مگر میسمون اور اسغوب کی بندرگاہوں پر بہت سا نقصان جان ہوا۔ قسطنطنیہ سے باب عالی نے بھی باوجود اتحادیوں کے قبضہ کے یونانی ظلم وستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی یونانی مظالم کی اس قسم کی ہزارہا مثالیں ایشیائی ٹرکی میں پائی جاتی ہیں۔

ترک قسطنطنیہ کے فوجی افسر اناطولیہ میں

آستانہ کے فوجی افسر ہرچند اتحادیوں کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے اور پابند و مجبور سلطان المعظم کی رعایا ہر چند وطنی غیرت کے اظہار میں اناطولیہ کی آزاد رعایا کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تاہم آستانہ میں ترکوں کی ایک معقول تعداد ایسی ہے۔ جو اپنی حمیت اور قومی شرافت کے اظہار میں مشکلات و مصائب سے نہیں گھبراتی۔

چونکہ قسطنطنیہ میں رہ کر ترکی محبان وطن آزادانہ طور پر خدمات ملیہ ادا کرنے سے قاصر تھے۔ اس لئے آستانہ کے فوجی افسروں کی ایک معقول تعداد اپنے عہدوں کو چھوڑ کر اور ترک ملازمت کر کے اناطولیہ چلی آئی۔ اور انگورہ گورنمنٹ کے لشکر میں شامل ہو گئی۔ ان میں بڑے بڑے نامور فوجی افسر بھی شامل ہیں۔

جب ظالم یونان نے سمسون اور اینبولی پر جنگی جہازوں سے گولہ باری کی ہے اس وقت بھی قسطنطنیہ سے ۲۵ ترک خواتین نے مجروحین کی مرہم پٹی کرنے کے لئے حکومت انگورہ کو لکھا۔ کہ ہمیں اناطولیہ آنیکی اجازت دی جائے۔ ان میں چند امیر گھرانوں کی خواتین بھی تھیں۔ علاوہ عورتوں کے ۷۰ ترک ڈاکٹر بھی اناطولیہ میں اپنے ترک بھائیوں کے علاج معالجہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

حکومت آستانہ بھی انگورہ گورنمنٹ کی مؤید انگورہ کے جانبازان اسلام کی خدمات ملیہ کی معترف ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ سارا مشرق اور پھر ابنائے اسلام عموماً ترکوں کی معاون ہے۔ ایشیا کی تقریباً نصف آبادی اور افریقہ کے باشندے اُن حوادث کو جو آج اناطولیہ میں برپا ہیں۔ غور و فکر کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور ترکوں سے گہری ہمدردی رکھتے ہیں۔

.. بک اور بدری بک ٹرکی کے دو نامور فرزند حب وطن اور آزادیٔ وطن کی خواہشات کے اظہار میں مالٹا میں نظر بند تھے۔ جب وہ وہاں سے رہا ہوئے۔ تو سیدھے اینبولی (اناطولیہ) پہنچے۔ اور وہاں سے بخط مستقیم مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس آ گئے۔ جو اد پاشا اور

جناب ترکی جو مالٹا میں اسیرانِ جنگ کے ساتھ نظربند تھے۔ رہا ہو کر الیوین پہنچ گئے۔ جہاں آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ اس وقت یہ خبر عام طور پر زبان زد تھی۔ کہ غالباً جنوبی اناطولیہ میں کمانڈر کا عہدہ آپ کو دیا جائیگا۔

اسی طرح ملک الشعرائے ترکی عبدالحق حامد بے جو ترکی زبان کے بہت نامور انشاء پرداز مشہور آفاق شاعر اور دارالمندوبین دولت عثمانیہ کے رکن تھے۔ زخم رسیدہ و بیزار ہو کر پایۂ تخت سے فرار ہو گئے۔ اور گو صحیح طور پر معلوم نہیں ہؤا۔ کہ وہ کہاں گئے۔ لیکن صاف ظاہر ہے۔ کہ اتحادیوں کا ستم رسیدہ اور ملک کی تباہی و بیکسی کی چوٹ کھائے ہوئے دل سے محسوس کرنیوالا قومی شاعر سب سے بڑی آزاد قومی حکومت (انگورہ) کے سوا اور کہاں پناہ لے سکتا ہے۔

ان کے علاوہ ملک شام کے ایک بہت بڑے با اثر بزرگ شیخ صالح علوی بہت بڑی جمعیت کے ساتھ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فوج میں آملے ہیں۔ یہ شیخ موصوف ان روشن ضمیر اور بے غرض عربوں میں سے ہیں۔ جن پر اعدائے اسلام نہ روپے کے زور سے غالب آسکے نہ دھمکیوں سے اپنے ساتھ ملا سکے۔

اناطولیہ کی مساجد میں سلطان المعظم کا نام

مصطفےٰ کمال پاشا جو درحقیقت انگورہ (اناطولیہ) کی ایک آزادی اسلامی سلطنت کا بانی ہے اس قدر طاقت اور شخصیت رکھتا ہے۔ کہ اگر وہ چاہتا۔ تو آسانی سے اور بلا کسی مزاحمت و پرخاش کے اناطولیہ کی سلطنت کا مالک بن سکتا تھا۔ لیکن اس نے ایک محب وطن ترک ہونے کے لحاظ سے ایسا نہیں کیا۔ اس کا اصل منشا یہ ہے۔ کہ وہ آزاد رہ کر اپنے وطن ترکی اور اپنے ہم وطن ترکوں کو اتحادیوں کی زنجیروں سے آزاد کرا سکے۔ اور ترکی کی طاقت ایسی مضبوط کر سکے کہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہ سکے۔

دشمنانِ اسلام نے اناطولیہ و ترکی میں فساد ڈلنے کے لئے کئی بار یہ باتیں مشہور کیں۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا اناطولیہ میں الگ بادشاہی قائم کر رہا ہے۔ اور ایک وقت آئیگا۔ کہ ترکی کے لئے یہ جدید سلطنت مارِ آستین کا کام دیگی۔ بلکہ دشمنانِ ترکی نے یہ بھی مشہور کر دیا۔ کہ اناطولیا

کی مساجد میں سلطان المعظم کا نام بھی خطبوں میں نہیں پڑھا جاتا - جو اس بات کی دلیل ہے - کہ اناطولیہ اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھ رہا ہے - بلکہ ٹرکی کے مقابلہ پر یہ ایک نئی سلطنت اسلامی قائم ہو رہی ہے -

حقیقت یہ ہے - کہ اگر ایسا ہوتا - تو آستانہ سے ترک افسر اور ترک خواتین اور دیگر محبان وطن ترک ملازمتیں چھوڑ چھوڑ کر اناطولیہ نہ جاتے - اور اپنے دشمن کی فوج میں شامل ہوتے مگر جن ملکوں اور جن قوموں میں دروغ بافی ایک خاص فن سمجھا جاتا ہو - ان کے نزدیک ایسی ایسی شور انگیز افواہوں کی ایجاد و اختراع بالکل معمولی بات ہے -

مصطفٰے کمال پاشا کو کبھی ٹرکی کا دشمن کہا جاتا ہے - کبھی یہ بتایا جاتا ہے - کہ غازی انور پاشا اور غازی مصطفٰے کمال پاشا میں معمولی اختلاف ہی نہیں - بلکہ سخت سخت عداوت ہے - اور بالشویکوں نے انگورہ گورنمنٹ سے وعدہ کیا ہے - کہ وہ انور پاشا کو گرفتار کر کے مصطفٰے کمال پاشا کے حوالہ کر دینگے -

ایسی مزخرافات کی دلائل و واقعات سے ہمیشہ تردید ہوتی رہتی ہے - اور دشمن ہمیشہ منہ کی کھاتے رہتے ہیں - اور اپنے اس مقصد میں کہ مسلمان اس قسم کی یاس انگیز خبروں کے سننے سے بیدل ہو جائیں - اور انگورہ گورنمنٹ کی ہمدردی کو اپنے دل سے نکال دیں ہمیشہ ناکام رہے ہیں -

اناطولیہ کی مساجد میں سلطان المعظم کا نام پڑھا جاتا ہے - یا نہیں - اس کی بابت بکر سمیع بے سابق وزیر خارجہ انگورہ کا بیان سب سے زیادہ قابل اعتبار اور مستند ہے - وہ فرماتے ہیں -

کہ بعض دلچسپی لینے والے لوگ جو بیرونی سازش کنندوں کے زیر اثر ہیں - ٹرکی کے خلاف سازش کرتے رہتے ہیں - کہ حکومت اناطولیہ سلطان المعظم کی حکومت اور خلافت کے خلاف ہے - میں اپنی پوری ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ سراسر غلط ہے - سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین کا نام تمام اناطولیہ میں خطبوں میں پڑھا جاتا ہے - البتہ اور بانولیا میں ان کی پیروی اس وجہ سے کہ وہ نظر بند ہیں نہیں

کی جاسکتی - حکومت انگورہ ان کی سلطنت اور خلافت تسلیم کرتی ہے - اور اُس سلطنت سے جو کئی صدیوں سے قایم ہے - انکار نہیں کر سکتی - اس کے برعکس ہماری خواہش ہے - کہ خلیفۃ المسلمین کا پورا پورا اقتدار بحال ہو - اور ان کی اعلےٰ شخصیت برقرار رہے - اگر اناطولیہ اسلام اور خلافت کے خلاف ہے - تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے - ہم لوگ اپنے مذہب اور اپنی آزادی کے لئے جنگ کرنا باعثِ فخر سمجھتے ہیں - کیونکہ یہی دو باتیں ہیں - جن کے ساتھ ہمارا تعلق ہے -

یہ امر کہ حکومت انگورہ حکومت آستانہ کے خلاف ہے - اس کی غلطی کھولنے کے لئے ترکی اخبار توحید افکار کی سطور ذیل کافی ہیں - اس نے ہز ایکسلینی یوسف کمال بے وزیر امور خارجہ انگورہ کے ان الفاظ کے متعلق لکھے ہیں جو یوسف کمال بے نے ایک انگریزی اخبار کے نمائندے سے انگلستان و اناطولیہ کے تعلقات پر بحث کرتے ہوئے فرمائے تھے - "آبناؤں کے معاملہ میں ہم حکومتِ انگریزی کو ہر قسم کی ضمانت دینے کے لئے تیار ہیں" اخبار مذکور لکھتا ہے -

"اس بات سے ہمارے اس قول کی تصدیق ہو جاتی ہے - جو ہم اشاعت سابقہ کے مقالۂ افتتاحیہ میں ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں - ہم نے تو اس بات کا اظہار باشندگانِ قسطنطنیہ کی طرف سے کیا تھا - لیکن بعینہٖ وہی قول حکومت انگورہ کے وزیر خارجہ نے بھی بیان کر دیا - بعض لوگ خیال کرتے تھے - کہ ہمارے اور حکومت انگورہ کے درمیان یہی مسئلہ اختلاف وافتراق کا باعث ہو رہا ہے - لیکن کم از کم اس اعلان سے اس شک و شبہ کا احتمال تو دور ہو گیا -

اناطولیہ اور آستانہ کوئی دو مختلف وطن نہیں ہیں - یہ دونوں فریق رائے کے ایک ہوتے ہی مجتمع ہو جاتے ہیں - اور حیات مملکت کے مسائل میں یک زبان و یکجان ہیں - اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا - ہم نے کہا تھا - کہ باشندگانِ آستانہ کی نظروں میں سب سے اہم مسئلہ دارالسلطنت کا ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ و مصئون ہونا ہے - اگر ایسا ہو جائے تو آبناؤں کے مسئلہ کا حل بھی آسان ہو جاتا ہے - ہم نے یوسف کمال بک وزیر خارجہ انگورہ کو

بھی انہیں معنوں کی تعبیر د تائید بدیں الفاظ کرتے ہوئے دیکھ لیا - کہ ہم انگریزوں کو ایسی ضمانت دے سکتے ہیں جن سے ان کے دل کو اطمینان ہو سکے -

ان الفاظ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے - کہ حکومت انگورہ و حکومت ٹرکی کے مطالبات یکساں ہیں - اور دونوں کا مقصد یہ ہے - کہ اپنے ملک و قوم کو اغیار کی دستبرد سے بچائیں - وہاں یہ اور بھی واضح ہو جاتا ہے - کہ حکومت اناطولیہ سامان حرب و ضرب اور طاقت و قوت کی موجودگی کے باوجود ہر قسم کی افراط تفریط سے کنارہ کرنا اور رابطۂ اتحاد و مودت پیدا کرنا چاہتی ہے دشمنوں کو حیلہ سازی اور مسلمانوں کو غلط فہمیوں میں ڈالنے کا اس لئے موقعہ ملتا ہے - کہ وہ اپنی قوت و طاقت کے بھروسہ پر جو انہیں معاہدہ سیورے کے رو سے حاصل ہیں سلطان المعظم اور ان کی گورنمنٹ سے بعض اوقات ایسے اعلان شایع کرا دیتے ہیں - جن کی انگورہ حکومت یا عام مسلمان تائید نہیں کر سکتے - اس موقعہ سے فایدہ اٹھا کر دشمن یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ حکومت انگورہ حکومت ٹرکی کی قدر و منزلت نہیں کرتی -

باب دوم

اناطولیہ کے مشہور شہر

انگورہ

انگورہ کی شہرت قدیم - شہر انگورہ ایشیائے کوچک کا ایک مشہور شہر ہے - اور اسلام کی تاریخ میں اس کا بار بار نام آیا ہے - عربی شاعر امراء القیس کے تعلقات سے ادبیات میں بھی اس نے نمایاں جگہ پائی ہے - مگر قسطنطنیہ کی شہرت نے اس کی عظمت کو دبا دیا تھا اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایشیائے کوچک کے در و دیوار سے اس کی شہرت آگے نہ جا سکتی تھی -

شہرت جدیدہ - اب جب سے غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اس کو اپنی حکومت کا صدر مرکز

بنالیا ہے۔ دلوں میں اور زبانوں پر ایشیا و یورپ بلکہ تمام دنیا میں اس کی گذشتہ عظمت اور موجودہ اہمیت پھر عود کر آئی ہے۔ پیرس۔ اٹلی۔ روس۔ ایران افغانستان اور دیگر ایشیائی سلطنتوں میں اس کے سفارت خانے موجود ہیں۔ اور ہر ملک میں ہر اخبار خواں اور لکھا پڑھا طبقہ انگورہ کے نام سے آگاہ ہے۔ خصوصاً مسلمانان عالم تو جھوم جھوم کر کہ رہے ہیں۔ ؎

نہ پوچھو رونق بام در و دیوار انگورہ
بڑی قسمت ہے حاصل ہو جسے دیدار انگورہ

چمک اٹھیں گے ذرے خاک بغداد و مدائن کے
کیا جائیگا جب آراستہ دربار انگورہ

زمانے کے ستائے بس یہیں آرام پاتے ہیں
خدا رکھے بڑی سرکار ہے سرکار انگورہ

مسلمانوں کا اقبال ایک دن اٹھا پھر اوج پر ہوگا
ترے صدقے میں اے شمشیر جوہر دار انگورہ

وجہ تسمیہ – عجمی اس کو انگوریہ، عرب انقرہ اور اہل یورپ انگورہ کہتے ہیں۔ تعریبات الشامیہ میں اس کا نام انجورہ لکھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں جس کی مدت حضرت مسیح سے بھی کئی سو سال پیشتر بتائی جاتی ہے۔ ایک لنگر انگورہ کی کسی پہاڑی پر پایا گیا۔ یونانی میں لنگر کو چونکہ انقر (اینکر) کہتے ہیں۔ اس لئے اس مقام کا نام انقر مشہور ہو گیا۔ جو آج انقرہ اور انگورہ کے نام سے فضائے عالم میں گونج رہا ہے۔ وہ انقر یعنی لنگر مذہبی نکتہ خیال سے بہت مقدس سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ انطونی کے عہد میں جو سکے انگورہ سے لائے گئے۔ ان پر اسی اینکر کی تصویریں تھیں

انگورہ قبل از حضرت مسیح – اول انگورہ فریگیا کے متعلق تھا۔ ۲۷۷ سال قبل مسیح یونانیوں کی تین زبردست قوموں میں سے ٹیکٹو میجز قوم نے ایشیائے کوچک کو فتح کرکے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ ۱۸۹ سنہ قبل مسیح رومیوں کے ساتھ گلیشیا میں یونانیوں کی ایک سخت جنگ ہوئی۔ آخر رومیوں کی قوم مان لیوس نے ایک مقام گلاٹیا پر قبضہ کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں تک اپنی طاقت بڑھائی۔ کہ ۲۵ سال قبل مسیح تمام ولایت انگورہ رومیوں کا ایک صوبہ بن گئی۔ انگورہ کو بدستور دار السلطنت رکھا گیا۔ جب رومی بادشاہ اگسٹس نے وفات پائی۔ تو انگورہ میں اس کی قدر و منزلت کی گئی۔ کہ

لہ۔ انگلش جغرافیکل انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۳۳

اس کا ایک کتبہ بنا کر روم میں اس کی قبر کے قریب آویزاں کیا گیا۔ اور اس پر اس کی تمام فتوحات کی مختصر سی تاریخ ثبت کی گئی۔ اہل انگورہ نے اس کتبہ کی نقلیں لیکر سفید سنگ مرمر پر کھدائیں اور جابجا اپنے پرانے معبدوں میں آویزاں کرادیں۔ اس کے بعد اہل انگورہ نے آگسٹس رومی کی بطور ایک دیوتا پرستش شروع کردی

انگورہ پر مختلف قوموں کے حملے - یہ تو صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا۔ کہ عیسائیت انگورہ میں کب پھیلی۔ البتہ اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ تیسری صدی عیسوی کے کسی دور میں یہاں کے رومیوں نے عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے اپنے عبادت خانے بھی تعمیر کئے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ سینٹ پال نے یہاں اپنا گرجا بھی بنایا تھا۔ ۳۱۴ء میں انگورہ کے عیسائیوں نے ایک بڑی مذہبی کونسل قایم کی۔ جس کا ۳۵۸ء میں پھر اعادہ کیا گیا۔ رومیوں کا عروج جب حد کمال تک پہنچکر زوال کی طرف مائل ہوا۔ تو شہر پر بھی اس نے نمایاں اثر کیا۔ شہر کی فصیل بالکل شکستہ ہوگئی۔ ملک میں ایک ابتری سی پھیل جانے سے دشمنوں کو حملہ کرنے میں بہت آسانیاں نظر آئیں۔ چنانچہ ۶۲۲ء میں ایران کے کیخسرو بادشاہ کے خاندان میں سے ایک بادشاہ نے انگورہ کو فتح کرلیا۔ لیکن وہ ابھی سو سال سے زیادہ حکومت کرنے نہ پائے تھے۔ کہ آٹھویں صدی عیسوی میں شجاعان عرب نے اس پر دو دفعہ حملہ کیا۔ - - - - - - اور دونوں دفعہ کامیاب ہوگئے۔

انگورہ پر ترکوں کا قبضہ - زمانہ کے پے در پے انقلابات کے بعد ۱۰۸۳ء میں پہلی مرتبہ یہ ترکوں کے ہاتھ آیا۔ لیکن سترہ سال کے بعد ہی ۱۱۰۰ء میں یہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں ترکوں کو انگورہ کی اہمیت اس قدر ضروری معلوم ہوئی۔ کہ وہ ہمیشہ اس کی فتح کے درپئے رہے۔ اور آخر انہوں نے اس کو دوبارہ فتح کرلیا۔

میدان انگورہ میں پچاس ہزار ترکوں اور ایک لاکھ تیموریوں کا قتل - سلطان بایزید کے زمانہ میں امیر تیمور نے انگورہ کو ترکوں سے چھیننے کا ارادہ کیا۔ یہ خوفناک ارادہ جس نے اور علاوہ اور صدہا قسم کے نقصانات کے ایک لاکھ تیموری فوج اور پچاس ہزار ترکی لشکر کا صفایا کردیا ۱۴۰۲ء میں عمل میں آیا۔ تیمور اپنی وسیع مملکت سے پانچ لاکھ فوج کے علاوہ فیلان کوہ

پیکر کی ایک بڑی تعداد لیکر نکلا - بایزید کے پاس اس کے مقابلہ میں صرف ایک لاکھ فوج تھی - اور جنگی ہاتھی ایک بھی نہیں تھا -

سلطان بایزید نے میسرہ کی فوج سلیمان چلپی کے سپرد کی - میمنہ پر اپنی عیسائی بیگم کے بھائی کو جو فرانسیسی تھا - مقرر کیا - خود قلب کو سنبھالا - اور اپنے پیچھے موسیٰ - عیسیٰ اور مصطفٰے اپنے تینوں بیٹوں کو رکھا - یہ جنگ ایک میدان میں جو انگورہ پہاڑ کے متصل تھی - ۲۰ جولائی ۱۴۰۲ء کو واقعہ ہوئی - اس دن صبح سے شام تک خود شمشیر اور سنان و زرہ سے چنگاریاں برستی رہیں - اور خون کے فواروں سے میدان انگورہ اور انگورہ کے اردگرد کے ٹیلوں اور پہاڑوں پر چھڑکاؤ ہوتا رہا - تیموری لشکر کے سخت و شدید حملوں کو ترکوں نے بڑی بہادری و مردانگی کیساتھ روکا - دشمن کے ایک لاکھ قتل کئے - اور اپنے پچاس ہزار قتل کر دیئے مگر فوجوں کی تعداد و نسبت میں اب بھی بہت بڑا فرق تھا - علاوہ ازیں سلطان بایزید صف شکنی و حریف فگنی کے جوش میں خود بھی فوج میں شامل تھا - اور امیر تیمور فوج کی تقسیم و ترتیب کے بعد خود چالیس دستوں کے ساتھ یہ خونفشان مناظر الگ کھڑا دیکھ رہا تھا - اس جنگ میں شہزادہ مصطفٰے مارا گیا - اور آخر سلطان بایزید خود بھی قید ہو گیا - مؤرخوں کا بیان ہے - کہ بایزید کی شکست کا سب سے بڑا سبب یہ تھا - کہ اس کی فوج بہت کم تھی - دوسرے یہ کہ سپاہیانہ داؤ پیچ میں وہ تیمور کی نسبت دور اندیش نہ تھا - غروب آفتاب کے بعد گھوڑے کی ٹھوکر کھانے سے جب یہ عثمانی شیر گر پڑنے پر گرفتار ہو گیا - تو میدان انگورہ میں اسلامی دنیا کی وہ تمام امیدیں جو بایزید کی ذات سے وابستہ تھیں - حسرت و افسوس کا کفن پہنکر دفن ہو گئیں -

انگورہ پھر ترکوں کے قبضہ میں - امیر تیمور نے بایزید یلدرم جیسے رفیع المکان سلطان کو لوہے کے پنجرہ میں بند کر کے اور حریف شمشیر زن کو عام قیدیوں کی طرح تکلیفیں دے کر بہادران عالم کی شریعت میں جو گناہ عظیم کیا ہے - دنیا کی تاریخ آج تک اس کو قابل ملامت اور ناقابل عفو ظاہر کر رہی ہے - تیمور کی اس حرکت اور سلطان کی اسیری سے گو یورپ میں اسلام کے روز افزوں اقتدار و ترقی کو سخت نقصان پہنچا - مگر اس کی سفاکیوں نے جس کی طویل

نمبر ... آج بھی ہندوستان۔ اصفہان۔ حلب وغیرہ کی تاریخوں سے مرتب ہو سکتی ہے
عثمانیوں کو اور بھی زیادہ مشتعل کر دیا۔ ترکوں کی نفرت و حقارت روز بروز اس سے بڑھتی رہی
بارہ تیرہ سال ہی میں ترکوں نے اندر ہی اندر وہ قوت حاصل کر لی۔ کہ ۱۴۱۵ء میں سلطان
محمد اول نے پھر انگورہ کو ایک عظیم جنگ کے بعد فتح کر لیا۔ جو اس وقت سے لیکر اب (۱۹۲۲ء)
تک کہ پانچ سو سات سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ ترکوں ہی کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالےٰ
اس کو ہمیشہ دشمنان اسلام کی للچائی ہوئی نظروں سے محفوظ رکھے۔

انگورہ میں مسیحی آثار قدیمہ۔ انگورہ میں لاطینی۔ یونانی اور بزنطائن سلطنت کی عمارتیں
اب بھی موجود ہیں۔ اور ایک مندر جو آگسٹس کی یادگار میں نفیس سنگ مرمر سفید کا بنا
ہوا ہے۔ صحیح و سالم ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترکوں نے مذہبی آزادی اور مذہبی
عمارات کے متعلق پوری مساوات عدل پرستی سے کام لیا ہے۔ اس مندر کی دیواروں پر
یونانی و لاطینی کتبوں کی پرانی تحریریں جن کو دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اب
بھی نظر آتی ہیں۔ اور جن پر زمانہ قدیم کی صنعت و حرفت کے آثار اب بھی خوش نما شکل میں
موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اس زمانہ کی پبلک عمارتیں بھی جن میں بعض بیش بہا ہیں۔ ٹوٹی پھوٹی
حالت میں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔ کہ درحقیقت یہ اگلے
وقتوں کا ایک نہایت مقدس شہر تھا۔ جہاں دیوتا پرستی شدت سے جاری رہی ہے۔

انگورہ ٹرکی کا ایک صوبہ تھا۔ جب حریص یورپین سلطنتیں ٹرکی کے "مرد بیمار"
پر غالب نہ آ چکی تھیں۔ اور جب ٹرکی سلطنت اپنی اصلی حالت پر تھی۔ تو یورپ میں اس
کی مندرجہ ذیل چھ ولائتیں تھیں۔ ادرنہ۔ سلانیک۔ قوصوہ۔ یانیہ۔ اشقودرہ۔
مناستر۔ اور ایشیا میں مندرجہ ذیل اکیس (۲۱) صوبے تھے۔ حجاز۔ یمن۔ بصرہ۔ بغداد

* تیمور نے ہندوستان میں ایک دو لاکھ قیدی صرف اس لئے ذبح کر دیئے تھے۔ کہ ان کی
حفاظت اور نگہداشت اس کی فوج سے نہ ہو سکتی تھی۔ اصفہان میں ستر ہزار قیدیوں کے ساتھ
بھی اسی قسم کا بیدردانہ سلوک ہوا تھا۔ حلب میں اس نے مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دیکر دوسری
طرف مجالس شراب منعقد کرنے کا حکم دیا تھا۔

موصل - حلب - اسوریہ (شام) بیروت - خداوندگار - قونیہ - انگورہ (انقرہ) ایدین اطنہ قسطمونی سیواس - دیار بکر - تبلیس - ارض روم - معمورۃ العزیز - آدان طرابزدن - افریقہ میں طرابلس - اور بحر سفید میں جزائر بحر سفید ہی صوبہ تھا -

انگورہ کا محل وقوع - انگورہ جو ایشیائے کوچک میں صوبہ انگورہ کا دار الحکومت ہے قسطنطنیہ سے ۲۱۵ میل کے فاصلہ پر مشرق و جنوب اور مشرق کے گوشہ میں واقع ہے - آبادی ایک ڈھلوان پر ہے - اور اس کے قریب ہی ایک چشمہ جاری ہے جو دریائے انگورہ میں جس کے کنارے پر انگورہ واقع ہے - جا ملتا ہے - دریائے انگورہ دریائے سوکاریہ کا ایک معاون ہے - انگورہ سمرنا سے ۲۳۰ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے - سمرنا آج کل یونانی غاصبوں کے قبضہ میں ہے - مگر غازی مصطفٰے کمال پاشا بانئے سلطنت انگورہ کی فوجیں انگورہ سے آگے سمرنا کی طرف ۲۷۵ میل کے محاذ تک پھیلی ہوئی ہیں - انشاء اللہ العزیز جلد ترکوئی دل خوش کن خبر آیا چاہتی ہے -

انگورہ کی آبادی - انگورہ کی آبادی ۷۰ ہزار کے قریب ہے - ترکوں کے اندازاً نو ہزار گھر ہیں - پندرہ سو آرمینیں پادریوں کے اور قریباً ۳۰۰ گھر یونانی عیسائیوں کے بھی ہیں

انگورہ کے مکانات اور بازار - انگورہ بہت پرانا شہر ہے - اس لئے اس کے بازار بہت تنگ اور چھوٹے چھوٹے ہیں - راہیں تنگ اور اکثر مکانات کچے (مٹی کے) ہیں - تاہم اسلامی عہد حکومت کے بہت شاندار محلات بھی موجود ہیں - جن میں جابجا سنگ مرمر کی دیواریں ہیں -

انگورہ کا قلعہ - قلعہ کے چاروں طرف فصیل بنی ہوئی تھی - اس کے اندر مربع مینار تھے - یہ قلعہ اب بھی انگورہ میں اپنی قدیم وضع پر موجود ہے - اس کے نیچے بڑی دور تک سرنگوں کے آثار پائے جاتے ہیں - جن کی قدیم زمانہ میں معقول طریقہ سے حفاظت کی جاتی تھی

لہ - انگلش جغرافیکل انسائیکلوپیڈیا میں آبادی ۶۰ ہزار درج ہے - دی ٹائمز گزیٹر آف دی ورلڈ اور پاپولر سائیکلوپیڈیا میں ۳۵ ہزار درج ہے - اور ترکی انسائیکلوپیڈیا میں ۷۰ ہزار درج

لہ - پاپولر سائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۲۰

اور جو جنگی نکتہ خیال سے نہایت مفید خیال کی جاتی تھیں۔

انگورہ اور ارمن قوم۔ ارمنی قوم جس کے دو افراد اپنی شقی القلبی کی وجہ سے طلعت پاشا سابق وزیر سلطنت عثمانیہ کو برلن میں اور جمال پاشا سابق گورنر شام کو تفلس کے ڈپٹی میں قتل کر چکے ہیں۔ انگورہ کی آزاد اسلامی سلطنت کے زیر سایہ نہایت امن و آرام سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ ایشیائے کوچک کے تمام آرمینی جن کی تعداد قفقاز سمیت غالباً دس لاکھ یا کسی قدر کم و بیش ہے۔ انگورہ کو اپنا ایک مقدس مذہبی مقام تصور کرتے ہیں۔ یہاں ان کے پادری اور راہب بکثرت رہتے ہیں۔ جو اپنے مندروں اور گرجاؤں کی آمدنی کے ذریعہ پیٹ پالتے رہتے ہیں۔

انگورہ میں عہد عثمانیہ کی عمارتیں۔ ترکوں نے اپنے عہد حکومت میں انگورہ کی بعض غیر اسلامی قدیم عمارتوں کی مرمت میں دلچسپی لیکر اپنی بے تعصبی وسیع خیالی کا کمال ثبوت دیا ہے انگورہ میں ترکوں کا ایک اعلیٰ قسم کا کالج ہے۔ جس میں نہایت عمدگی کے ساتھ ترکی نوجوانوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک صنعتی کالج بھی جدید طرز پر جاری کیا گیا ہے۔ ایک وسیع و عظیم الشان ہسپتال بھی عوام کے لئے انگورہ میں موجود ہے

انگورہ میں غیر اسلامی مذاہب۔ خلیفہ معتصم باللہ نے جب اپنا حملہ رومیوں پر کیا ہے تو اسی بلند قعت شہر کی چار دیواری کے نیچے کیا تھا۔ اس حملہ سے پیشتر مسلمانوں کا نام انگورہ میں سننے میں نہیں آیا۔ اس زمانے میں یہاں سب لوگ خواہ وہ یونانی تھے۔ یا ارمنی یا رومی۔ مذہباً عیسائی تھے۔ لیکن پانچ سو سالہ اسلامی عہد حکومت کی برکات کا یہ اثر ہے۔ کہ آج انگورہ میں مسلمانوں کی آبادی نصف لاکھ کے قریب ہے۔ اور عیسائیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ اسلامی سکولوں کے ساتھ عیسائیوں کے مدارس بھی جاری ہیں۔ جن پر نہ صرف یہ کہ حکومت کی طرف سے کوئی اعتراض ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ تعلیم جیسے نیک کام کی اشاعت میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادیاں حاصل ہیں اور عدالتوں میں ان کے ساتھ پورا انصاف کیا جاتا ہے۔

انگورہ کی تجارت۔ یہاں مختلف اجناس کی بہت بڑی منڈی ہے۔ انگورہ ہر چند

قسطنطنیہ سے ۲۰۰ سے زائد میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تاہم ریلوے سلسلہ کی وجہ سے قسطنطنیہ میں اس کا غلہ بکثرت جا رہا ہے۔ انگورہ کی ایک خاص چیز ہے کے لئے وہ تمام یورپ میں مشہور ہے۔ لمبے بالوں والا بز انگورہ (انگورہ کی بھیڑ) ہے۔ جس کے بال ریشم سے بھی زیادہ ملائم ہوتے ہیں۔ ترک ان بالوں کو موہیر کہتے ہیں۔ یہ دساور کے طور پر انگورہ سے باہر جا کر بڑی قیمت پاتے ہیں۔ اس ریشم سے بہت سے قیمتی لباس بنتے ہیں۔ اور بہت بڑی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ انگورہ کی اُون بہت مشہور ہے۔ اس کی نکاسی وسیع پیمانہ پر ہوتی ہے بکریوں کی اُون آٹھ انچ کے قریب لمبی ہوتی ہے۔ کتے اور بلی کی اُون بھی خاصی لمبی ہوتی ہے۔ مگر جب یہاں کے جانور غیر ممالک میں جاتے ہیں۔ تو اُون کم ہو جاتی ہے۔ ان کے علاوہ یہاں سے بیلوں اور بکریوں کی کھالیں۔ موم۔ گوند۔ مجیٹھ۔ شہد۔ کئی قسم کے زرد پیر۔ نیل اور کئی طرح کے پھل اور میوہ جات وغیرہ باہر جاتے ہیں۔ انگورہ میں آبادی تو سب سے زیادہ مسلمانوں کی ہے۔ مگر تجارت آرمینیوں کے ہاتھ میں ہے۔ جن کی آبادی ان کے مقابلہ میں نہایت ہی قلیل ہے۔ تجارت کے معاملہ میں معلوم ہوتا ہے مسلمانان عالم کا ایک ہی حال ہے۔ ع ہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست۔

انگورہ کی تجارت غیر ممالک کے ساتھ۔ جس طرح انگورہ کا مال بکثرت ممالک یورپ میں جاتا رہا ہے۔ اسی طرح انگلینڈ۔ فرانس۔ اور ہالینڈ کے سوداگر بھی قریباً دو تین سو برس سے انگورہ میں اپنے اپنے ممالک سے مال تجارت لاتے اور خاصہ منافع اٹھاتے رہے ہیں۔ مگر اب جنگ ٹرکی و یونان اور یورپ کی عالمگیر جنگ نے حالات بہت کچھ بدل دئے ہیں

انگورہ کی بلّی۔ اسکو انگریزی میں انگورہ کیٹ کہتے ہیں۔ نہ صرف انگلستان میں بلکہ یورپ کے قریباً تمام ممالک میں اس بلّی کی بہت قدر و قیمت ہے۔ یہ نہایت خوبصورت اور خوش نما ہوتی ہے۔ یورپ کے شوقین اس کو دیکھتے ہیں۔ تو لٹو ہو جاتے ہیں۔ بہت روپیہ خرچ کر کے انگورہ سے وہ بلیاں منگواتے ہیں۔ اور شوق سے ان کو پالتے ہیں۔ بلیوں کی کھالیں بھی بڑی قیمت پاتی ہیں۔

انگورہ اور شعرائے عرب۔ عرب کے شعراء نے اپنے کلام میں انگورہ کا اکثر ذکر کیا ہے۔ جن

ہیں امراء القیس بن حجر کندی اور اسود بن یعفر کا نام خاص طور پر مشہور ہے ۔ امراء القیس اپنے قبیلہ کا شہزادہ تھا ۔ اس کا باپ جب ایرانیوں کے اشارہ سے مار ڈالا گیا ۔ تو امراء القیس باپ کے انتقام کے لئے قیصر روم سے امداد کا طالب ہوا ۔ اور اسی تقریب سے اس نے روم کا سفر کیا ۔ مشہور یہ ہے ۔ کہ قیصر کی لڑکی امراء القیس پر عاشق ہو گئی ۔ جب قیصر کو معلوم ہوا ۔ تو اس نے امراء القیس کو کمک کا وعدہ دے کر حیلہ سے رخصت کر دیا ۔ جب وہ واپسی کے وقت انگورہ پہنچا ۔ تو وہاں اس کو قیصر کی طرف سے ایک زہر آلود خلعت پیش کیا گیا ۔ جس کے پہننے کے ساتھ اس کے بدن سے گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگا ۔ اس وقت حالت یاس میں امراء القیس کی زبان سے یہ شعر نکلا ۔

رب طعنة مثعنجرة — نیزے کے بہت سے زخم جن سے خون اُبل رہا ہو

وخطبة مسحنفرة — اور طویل زبان آوری کے جوہر

تبقی غدا بانقرة — کل انگورہ میں رہ جائیں گے ۔

اسود بن یعفر عرب کے ایک شاعر نے ایک عرب خاندان کا ماتم کرتے ہوئے حسب ذیل پُردرد اشعار کہے ہیں ۔

ماذا اؤمل بعد آل محرق — ترکوا منازلهم وبعد اياد

آل محرق اور آل آباد کے بعد — کیا امید رکھوں جو اپنے مقامات کو چھوڑ کر چل دیے

اهل الخورنق والسدير وبارق — والقصر ذی الشرفات من سنداد

یہ لوگ خورنق ۔ سدیر اور بارق — اور سنداد کے کنگرہ والے محل کے مالک تھے

نزلوا بانقرة يسيل عليهم — ماء الفرات يجئ من اطواد

یہ انقرہ جا کر بس گئے ۔ — ان پر فرات کا پانی جو پہاڑوں سے آتا ہے ۔ بہتا ہے

جرت الرياح على محل ديارهم — فكانما كانوا على ميعاد

ان کے مکانات کی جگہ پر آندھیاں چل رہی ہیں ۔ گویا کہ ان کے جانے کا کوئی دن مقرر تھا

جن مقامات کا ان اشعار میں نام ہے ۔ وہ چونکہ عراق میں واقع ہیں ۔ اس لئے بعض عرب آدمیوں نے سمجھا ہے ۔ کہ انقرہ نام ایک آبادی عراق میں بھی تھی ۔ لیکن محقق عرب جغرافیہ نویسوں مثلاً

از مضمون حافظ احمد علی خاں ناظم کتب ریاست رامپور

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں اور سیوطی نے مراصد الاطلاع میں لکھا ہے ۔ صحیح یہ ہے ۔ کہ قبیلہ ایاد جو عراق میں حکمران تھا ۔ اور جس کی بنائی ہوئی عمارتیں وہاں موجود تھیں ۔ ایرانیوں نے اس کو وہاں سے نکال دیا ۔ تو رومیوں نے اپنی حدود حکومت میں اس کو جگہ دی ۔ اور انقرہ میں اس کے رہنے کا انتظام کیا ۔ تاہم یہ گرہ رہجاتی ہے ۔ کہ نہر فرات کی جغرافی وسعت وہاں تک کہاں ہے ۔ ممکن ہے ۔ کہ یہ غلطی شاعر کی علمی وسعت کا نتیجہ ہے ۔ یا فرات سے اس نے وہ نہر مراد لی ہو ۔ جو نہر انگورہ کے نام سے شہر انگورہ میں بہتی ہے ۔

بہر حال دونوں شاعروں کے اشعار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے ۔ کہ عرب انگورہ کو انقرہ ہی کہتے تھے ۔ اور اب بھی مصر و ترکی کے عربی اخبارات انگورہ کا ذکر انقرہ ہی کے الفاظ میں کرتے ہیں ۔

انگورہ کیوں دار الخلافہ بنایا گیا ؟ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے خاص مقاصد و اغراض کو پیش نظر رکھ کر انگورہ کو آزاد سلطنت عثمانیہ کا دار الحکومت بنایا ہے ۔ انگورہ ایک نہایت محفوظ مقام ہے ۔ اور قریب قریب ناقابل تسخیر ہے ۔ نیز ساحل سے بہت دور ہونے کے باعث دول متحدہ کے بیڑے سے اسے کسی قسم کا خطرہ واندیشہ نہیں ہے ۔ ان حقائق کی وجہ سے انگورہ جدوجہد کا ایک بہترین مرکز ہے ۔ اور یہ بات ثابت کرتی ہے کہ غازی ممدوح ایک غیر معمولی قابلیت کے انسان ہیں ۔ خداوند کریم ان کو دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے ۔ اور ان کے مقاصد میں فتوحات عطا کرے ۔

انگورہ میں پُر اسرار بیماری ۔ دسمبر ۱۹۲۱ء اور جنوری ۱۹۲۲ء کے ایام انگورہ میں نہایت مصیبت کے ایام تھے ۔ ان دنوں یہاں ایک بیماری ظاہر ہوئی ۔ جن لوگوں پر اس بیماری کا حملہ ہوتا ۔ وہ نو گھنٹہ کے اندر ہی اجازۂ بحق ہو جاتے ۔ پہلے لرزہ کی حالت طاری ہوتی ۔ پھر دو گھنٹہ کے بعد آدمی بیہوش ہو جاتا ۔ اور مرتے دم تک بیہوش رہتا ۔ متعدد خاندان اس بیماری کی وجہ سے ایک ہی دن میں صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئے ۔ وزیر صحت اور ان کا ماتحت عملہ محکمہ حفظان صحت ، بہت کوشش کرتے تھے ۔ مگر یہ بیماری جب تک رہی ۔ ایک معمہ ہی رہی ۔ عارضی طور پر اسے بلیک فیور (سیاہ بخار) کہا جاتا ۔ اس کے علاج کے لیے کونین کا انجکشن

دیا جاتا تھا۔ قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو اس پُر اسرار بیماری سے نجات بخشی

اطنہ

ایشیائے کوچک میں ٹرکی کا ایک بہترین کار آمد اور خوش نما شہر ہے۔ ولایت اطنہ اسی نام سے مشہور ہے۔ اطنہ کی آبادی معہ اپنے ملحقات کے پانچ لاکھ کے قریب ہے۔

جس طرح جنگ یوروپ کے ختم ہونے کے بعد انگریزوں نے مصر اور عراق عرب پر قبضہ بدستور قائم رکھا۔ اسی طرح فرانس نے بھی شام اور ولایت اطنہ کو اپنے قبضہ میں رکھا جب ۱۹۲۲ء کے شروع میں ترکوں اور فرانسیسوں میں معاہدہ ہو گیا۔ اور جب اس معاہدہ کی رو سے ولایت اطنہ ترکانِ احرار کو واپس مل گئی۔ تو انگورہ گورنمنٹ نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا باشندگانِ اطنہ نے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ البتہ بعض مسیحی لوگ جن میں ارمن خصوصیت سے نمایاں ہیں اس خیال سے کہ ان کا نامۂ اعمال اُن کے آگے آئے گا۔ یعنی جو سختیاں انہوں نے فرانسیسی دَور میں مسلمانوں کے ساتھ کی ہیں۔ ان کی باز پرس کے خوف سے وہ مقام کلیکیۂ سے ترکِ وطن کر گئے۔ حالانکہ یہ ان کی خام خیالی تھی اور جو باقی رہے تھے۔ اُن سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی تھی۔ چنانچہ وہ یونانی جو ظالم ترکوں کے خوف سے اپنی نام نہاد قومی حکومت کے ماتحت چلے گئے تھے۔ اب پھر کلیکیۂ میں واپس آ رہے ہیں۔

اطنہ پر ترکوں کا دوبارہ قبضہ ہو جانے سے انگورہ گورنمنٹ کو بہت سے فوائد حاصل ہونے کی توقع ہے۔

۱۔ ولایت اطنہ کی واپسی سے اہم فائدہ ترکوں کو یہ ہوگا۔ کہ یونان کے مقابلہ میں اطنہ سے ترکوں کو ہر قسم کی معقول مدد ملیگی۔ ہر قسم کا سامان ریلوے لائن سے میدان جنگ میں پہنچایا جائے گا۔

سواحل کلیکیۂ کسی زمانہ میں بحری لٹیروں کے جہازوں کی پشت و پناہ تھے۔ کلیکیۂ بہت قدیم شہر ہے۔ خلیج اطنہ اور آس پاس کے مغربی و مشرقی اضلاع میں بارش خوب ہوتی رہتی ہے۔

۲ - اطنہ کی پانچ لاکھ کی آبادی سے بوقتِ ضرورت پانچہزار سے زیادہ سپاہی انگورہ گورنمنٹ کو مل سکیں گے۔

۳ - انگورہ اور افیون قرہ حصار کے درمیان ۵۰۰ کیلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ جن کو گاڑیاں دو روز میں پورا کر لیتی ہیں۔

چنانچہ ٹرکی فرانسیسی معاہدہ پر دستخط ہو جانے کے بعد مقامات بوزانطی اور قونیہ کے درمیان گاڑیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔ اور قونیہ سے افیون قرہ حصار تک بھی گاڑی جاری ہو گئی ہے۔

جب اطنہ دوبارہ ترکوں کی سلطنت میں ملحق کر دیا گیا۔ تو باشندگان اطنہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی زیارت کے لئے بیتابی ظاہر کرنے لگے۔ چنانچہ ایک وفد غازی ممدوح کو بلانے کے لئے انگورہ آیا۔ جب اطنہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے وفد کی دعوت کو منظور کر لیا ہے۔ تو وہاں بیچینی سے ان کا انتظار ہونے لگا اس سفر میں غازی ممدوح کیساتھ جنرل رفعت پاشا۔ جنرل فوزی پاشا وزیر جنگ اور قومی مجلس کے بہت سے ممبر بھی تھے۔

فروری ۱۹۲۲ء میں ادیبہ خالدہ خانم بھی اطنہ تشریف لے گئیں۔ جہاں آپکی تشریف آوری کے سلسلہ میں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا گیا۔ اور جس میں مخصوص طور پر مدارس کے طلبا کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ جلسہ میں عوام بھی کثرت سے تھے۔ مگر طالبعلموں کی بھی ایک معقول تعداد تھی۔ خالدہ خانم نے اپنے مخصوص و دلاویز لہجہ میں ایک پُرجوش تقریر کی۔ جس نے حاضرین پر ایک زبردست اثر ڈالا۔ اور اُن کے قلوب (جہاں سے دھواں تک بھی نہیں نکلتا تھا) وطن پرستی کی آگ سے روشن ہو گئے۔

اطنہ کا ملک چونکہ آزاد ترکوں کو جمعہ کے دن فرانس سے واپس ملا ہے۔ اس لئے ہر جمعہ کو وہاں کا روبار حکماً بند کیا جاتا ہے۔

یونان کی اس حماقت آمیز اور متکبرانہ و عمل کے بعد جس میں اس نے اتحادیوں سے

قسطنطنیہ پر حملہ وقبضہ کرنیکی اجازت طلب کی تھی۔ اور جو بعد میں مسترد کی گئی تھی۔ مصطفے کمال پاشا کی گورنمنٹ نے اطنہ میں بھرتی شروع کردی۔ چنانچہ انگورہ سے ۹ر جولائی ۱۹۲۲ء کا تار مظہر ہے۔ کہ بھرتی زور شور سے شروع ہے۔ نوجوانان وطن بڑے جوش وولولے کے ساتھ بھرتی کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔

ولایت اطنہ میں طرطوس جس کا قدیمی نام طارس تھا۔ ایک ضلع ہے۔ جو دریائے قرہ صُو کے کنارے پر جہاں وہ سمندر میں گرتا ہے۔ واقع ہے۔ آبادی طرطوس کی ۳۰ ہزار نفوس تک بیان کی جاتی ہے۔ شہر چاروں جانب سے کشادہ اور سرسبز باغوں کے حلقوں میں گھرا ہوا ہے۔ جدید شہر پرانے شہر کے ایک چوتھائی حصہ کے برابر ہوگا۔ یہاں کے مال برآمد میں روئی۔ مازو۔ تانبا۔ اُون وغیرہ چیزیں بکثرت نکلتی ہیں۔ یہ مقام ایک زمانہ میں ایشیا میں سب سے بڑی تجارتی منڈی تھا۔ اینٹونی نے یہیں ایک مجلس پنچایت قائم کی تھی تاکہ وہ کلیوپیٹرا اور اس کے بھائی کے باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرسکے۔ رومی حکومت کے دَور میں یہ شہر اپنے مدارس کی وجہ سے اسکندریہ اور ایتھنز پر بھی فوقیت لے گیا تھا۔ چودھویں صدی قبل مسیح میں یہ شہر ملک کلیکیہ کا دارالسلطنت بھی رہا ہے۔ پُولس رسول کی ولادت بھی یہیں ہوئی تھی۔ یہاں سے بہت کچھ نفیس آثار قدیمہ نکلے ہیں۔ جو آستانہ علیہ کے عجائب خانہ کی زینت ہیں۔ آب و ہوا اس شہر کی اچھی نہیں ہے۔ علامہ ابوالفداد اور ابن حوقل نے بھی اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔

برُوصہ

یونان نے ٹرکی مقبوضات میں سے سمرنا کے بعد بروصہ کو اپنے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنایا ہے مشرقی تھریس۔ سمرنا۔ اور برُوصہ اور دیگر ایسے مقبوضات ٹرکی جو ایشیائے کوچک میں واقعہ ہیں۔ اور جن پر اتحادیوں کی حمایت وشہ سے یونان اس وقت برسر اقتدار ہے۔ نہایت مصیبت اور تباہی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یونان اور اس کے عزائمِ خفیہ حامیوں کا خیال ہے۔ کہ ٹرکی کے ان مقبوضات پر غاصبانہ قبضہ کرلینے سے ان کی

دیرینہ آرزوؤں کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اگر اب کے وہ چوک گئے۔ تو ان کا خیال ہے۔ کہ برسوں تک وہ ٹرکی کو تباہی کے غار میں دھکیلنے میں ناکام رہینگے۔

اناطولیہ کا یہ علاقہ عہد نامہ سیویرے کی رُو سے یونان کے سپرد کیا گیا ہے۔ مگر عہد نامہ مرتب کرنے والے کون تھے۔ اور کس کی مرضی سے یہ عہد نامہ مرتب کیا گیا۔ بقول غالب؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق　　آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

قلم در کفِ دشمن است کا معاملہ ہے۔ بہر حال یونانیوں کی تباہی خیز کارروائیوں نے اناطولیہ کے اور مقامات کے علاوہ صرف بروصہ ہی میں ½ ۲۲ کروڑ ترکی پونڈ کا نقصان مسلمانوں کو پہنچایا۔ یہ شمار و اعداد اس رپورٹ کے مطابق ہیں۔ جو سرزمین اناطولیہ میں یونانیوں کے مظالم کا اندازہ لگانے والی کمیشن نے شایع کی ہے۔

بروصہ میں بہت سی اسلامی یادگاریں ہیں۔ مسجد خضرا خاص طور پر مشہور ہے۔ یونانیوں کی بربریت نے جب اس مقدس اسلامی عمارت پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ تو باب عالی (قسطنطنیہ) نے اتحادی ہائی کمشنر کو ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ بقول یونانی اخبارات بہت سے لوگ نہایت قیمتی اشیا اور آثار قدیمہ فروخت کر رہے ہیں۔ جن میں مسجد بروصہ کی ٹائیلیں بھی ہیں۔ جو اناطولیہ کے اس علاقہ سے لی گئی ہیں۔ جن پر یونانیوں کا قبضہ ہے۔ باب عالی نے دُول متحدہ سے درخواست کی ہے۔ کہ ٹرکی کے ان جواہر لطیفہ و تاریخیہ کو اس شرمناک تباہی سے روکا جائے۔

یونانیوں کی ایسی ہی ناروا کارروائیوں نے فرزندان اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا ہے۔ اب ہر ترک یہی چاہتا ہے۔ کہ مادر وطن کی توہین کے انتقام اور ناموس اسلام کی حفاظت میں اپنی جان تک بھی قربان کر دے۔ چنانچہ اسی احساس کا یہ اثر ہے۔ کہ آزاد ٹرکی کے ایک مقام کے ابتدائی تعلیمی مدارس کے بچوں نے ٹرکی فوج کو ایک ہزار کی رقم اس غرض سے پیش کی ہے۔ کہ یہ رقم اس جانباز ترک کو انعام دی جائے۔ جو بروصہ کے قلعہ پر ترکی جھنڈا نصب کرے۔

بروصہ ہر چند آج ایک بے حقیقت شہر نظر آتا ہے۔ لیکن اس خاک نے بڑے بڑے

جواہر گرانمایہ پیدا کئے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے بانی سلطان عثمان خان کے بیٹے سلطان اورخان نے بروصہ کو اپنی وسیع سلطنت کا پایہ تخت بنا کر اس کو بہت بڑی ترقی دی تھی۔ امرائے سلطنت کے عالی شان مکانات اس سرزمین پر موجود تھے خود سلطان کے محلات فلک پائیگاہ تھے۔ چپہ چپہ پر اسلامی جاہ و جلال نظر آتا تھا جس کی ہیبت سے عیسائی سلطنتیں دم بخود رہتی تھیں۔ آج وہی بروصہ ہے ایک چھوٹی سی عیسائی سلطنت اسے تباہ و پامال کر رہی ہے۔ ؂

دل برباد میں اڑتی ہے اب خاک   یہ بستی غیرتِ جنت کبھی تھی

بروصہ پر سب سے پہلے سلطان الغازی عثمان خان اوّل بانئے سلطنت عثمانیہ نے آٹھویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں قبضہ کیا۔ اس زمانہ میں غازی عثمان خاں کی حکومت اقلیم بروصہ کے ایک حصہ اور اناطولیہ کے ان شہروں تک محدود تھی۔ جو کوہ اولمپس کے گرد واقع ہیں ۷۱۷ھ میں عثمان خان نے شہر بروصہ پر محاصرہ ڈالنے کی پیش بندی کے لئے شہر کے متصل ہی پندرہ پندرہ منٹ کی مسافت پر دو قلعہ تعمیر کرائے۔ جو ایک گرم معدنی چشمہ کے قریب واقع تھے۔ ایک قلعہ میں سلطان نے اپنے بھائی کے فرزند رشید آق تیمور کو اور دوسرے قلعہ میں بلب بخت نامی اپنے ایک بہادر غلام کو افسر و منتظم مقرر کیا۔ اور غازی اورخان اپنے ولیعہد و فرزند کو فتح بروصہ پر مامور کیا۔ جس نے اطرہ نوس حاکم بروصہ کو کامل شکست دیکر شہر پر قبضہ کر لیا۔ ولی عہد کا ارادہ ابھی اپنی فتوحات کو جاری رکھنے کا تھا۔ کہ سلطان عثمان خاں کی سخت علالت کی اسے خبر پہنچی۔ جو بوجہ کبیر سنی ہمیشہ مخدوش حالت میں رہتا تھا۔

جب اورخان اپنے باپ کے پاس واپس آیا۔ تو سلطان شہر بن بسترِ مرگ پر آخری سانس لے رہا تھا۔ عثمان خاں نے اپنے بیٹے کو عدل و رعایا پروری کے متعلق چند بزرگانہ نصیحتیں کر کے ۲۱ رمضان ۷۲۶ھ کو (بعمر ستر سال) دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رُخ کیا۔ وفات کے بعد اس کی عالیشان قبر قلعہ بروصہ کے باہر تعمیر کی گئی۔

سلطان اورخاں نے جب تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ تو اس کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ اس نے

دار الخلافہ کو شہر بروصہ میں منتقل کرلیا۔ اور یہیں بیٹھ کر ملکی انتظام کے قانون بنائے۔ اور فوجی ترتیب کا دستور نافذ کیا۔ سلطان اورخاں کو پیرانہ سالی میں اپنے نوجوان اور عالی حوصلہ فرزند سلیمان پاشا کی وفات کا اس قدر صدمہ پہنچا۔ کہ بیٹے کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد ہی ۷۶۱ھ میں اس نے بھی جان دے دی۔ اس کا مقبرہ بروصہ میں اب تک موجود ہے۔

سلطان مراد اوّل ابن سلطان اورخان بن سلطان الغازی عثمان خان اوّل کے عہد حکومت (۷۶۱ھ تا ۷۹۱ھ) میں بروصہ کو پھر ایک حادثہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ سلطان مراد کے تین بیٹے تھے۔ بایزید گورنر کرمان شاہ۔ یعقوب چلپی حاکم کو قرہ سی اور سب سے چھوٹا صاوجی بک جس کو اس نے مملکت رومیلیا کی فتوحات میں مصروف رہنے کے باعث بروصہ میں اپنا نائب مقرر کردیا تھا۔

انہی دنوں میں قیصر رُوم کا بڑا بیٹا اندرونیقوس اپنے باپ پالیو موگس سے ناراض ہو کر باغی ہوگیا۔ اور اس نے اپنی امداد کے لئے صاوجی بک کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ قیصر روم سے سلطان مراد کے تعلقات دوستانہ تھے۔ اس لئے اس نے بیٹے کی شرکت پر ناراضگی ظاہر کی۔ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ شہزادوں کی بغاوتوں میں بعض نمک حرام اور انقلاب پسند ارکانِ دولت بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ ان کے بہکانے اور رومی شاہزادہ کے ورغلانے سے صاوجی بک باپ سے باغی ہوگیا۔

سلطان مراد کو اس وقت بڑی دقتیں پیش آئیں۔ مگر اس نے ہمت و استقلال کے ساتھ انتظامی کل کو درست رکھنے اور اپنی ہمسایہ غیر قوم سلطنت سے ایفائے عہد قائم رکھنے کے لئے بیٹے کا مقابلہ کیا۔ اور شکست دیکر اسے گرفتار کرلیا۔ رومی شہزادہ بھی گرفتار ہوگیا تھا۔ اُسے اُس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ جس نے اپنے باغی بیٹے کو اندھا کرادیا۔

اس کے بعد سلطان مراد نے بروصہ میں نہایت مستحکم قلعہ تعمیر کرایا۔ جنگ قوصوہ میں اس کی حسرت ناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ لاش اس کی بروصہ میں لائی گئی۔ جہاں اس کا

عالی شان مقبرہ تعمیر ہوا۔
سلطان بایزید اوّل بن سلطان مراد کے زمانہ میں بروصہ کو پھر حوادث دنیاہی کا منہ دیکھنا
پڑا۔ سلطان بایزید قسطنطنیہ پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ کہ امیر تیمور مشہور مغل
فاتح مملکت عثمانیہ پر حملہ آور ہوا۔ سلطان اس طوفان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور ایک جنگ
میں شکست کھا کر اسیر ہو گیا۔ اور اسی صدمہ کی کوفت سے ۸۰۵ھ میں حالتِ اسیری
ہی میں دنیا سے چل بسا۔
امیر تیمور نے سلطنت عثمانیہ کو مٹانے کی ایک تدبیر یہ بھی سوچی تھی۔ کہ اس کے سات
بیٹوں کو آپس میں لڑاتا رہتا تھا۔ اور اناطولیہ کے اُن جاگیرداروں اور رئیسوں کو جو عثمانیہ
کے باجگذار تھے۔ استقلال و آزادی اور خود مختارانہ حکومت کا خیال دلاتا رہتا تھا۔
چنانچہ بایزید کا ایک بیٹا شہزادہ سلیمان بروصہ پہنچا۔ اور لوگوں کو تہ و بالا کر کے خزانہ پر
قابض ہو گیا۔ لیکن سلطنت میں بیحد ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف بھائیوں کی خانہ
جنگیاں دوسری طرف اناطولیہ کی بدامنی۔ ان سب باتوں نے اس کو ہمیشہ پریشان رکھا
بایزید کا ایک بیٹا شہزادہ عیسیٰ جو بروصہ کے شہر ہی میں کسی خیر خواہ کے پاس جان چھپائے
بیٹھا تھا۔ آخر اپنے ایک بھائی شہزادہ محمد کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ جس نے اس مظلوم
شہزادہ کو قتل کرا دیا۔ یہی شہزادہ محمد بن بایزید اوّل تیمور کے چلے جانے کے بعد سلطان
محمد خاں اوّل کے نام سے ۸۱۶ھ ۱۴۱۳ء میں تخت و تاج عثمانیہ کا مالک قرار پایا۔
سلطان بایزید خاں دوم بن سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کے دوران حکومت (۸۸۶ھ ۱۴۸۱ء تا ۹۱۸ھ ۱۵۱۲ء)
میں بروصہ کو پھر تھوڑا سا انقلاب دیکھنا پڑا۔ سلطان بایزید کا ایک بھائی امیر جم قونیہ کا گورنر
تھا۔ اس کے دل میں تخت و تاج کی ہوس ہمیشہ دامنگیر رہتی تھی۔ آخر جب اس نے بہت
سے انقلاب پسند امرائے ملک اور ارکانِ سلطنت سے ساز باز کر کے ان کو اپنے ساتھ
ملا لیا۔ تو اس نے علانیہ بھائی کے مقابلہ پر بغاوت کا اعلان کر دیا۔ بایزید نے ایاس پاشا
کے زیر کمان شہزادہ جم کے مقابلہ پر ایک بھاری فوج روانہ کی۔ مگر شہزادہ جم نے نہ صرف
سلطانی سپاہ کو شکست ہی دی۔ بلکہ سپہ سالار ایاس پاشا کو بھی معہ بہت سے دیگر

افسروں کے گرفتار کر لیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر وہ شہر بروصہ کی طرف بڑھا۔ جس کی دولتمندی و سرسبزی اور جس کا خزانہ بہت بڑے سہارے کا باعث تھا۔ اہالیانِ شہر نے معمولی شرائط کے بعد اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ امیر جم کا بروصہ پر قابض ہو کر اس قدر حوصلہ بڑھ گیا۔ کہ وہ اپنا سکہ چلانے اور خطبہ پڑھانے لگا۔ اور ایک مکمل سلطنت کی طرح اس نے وزیر، سپہ سالار اور ارکانِ سلطنت مقرر کر لئے لیکن یہ عروج اس کو زیادہ دیر تک نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ سلطان بایزید نے اس کے منتظم اعلیٰ لالا یعقوب کو اپنے ساتھ ملا کر امیر جم کو بروصہ سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ موسیٰ پاشا نائب وزیر کو سلطان مصطفےٰ خاں چہارم نے اپنی تخت نشینی کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی غبن و رشوت کے الزام میں بروصہ میں جلاوطن کر دیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۲۲۲ھ کا ہے۔ حالانکہ اسی نائب وزیر کی مدد سے وہ اپنے چچا سلطان سلیم سوم کو معزول کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

سب سے پہلے عثمانی بیگم۔ نیلوفر خانم کے نیک کاموں کے آثار بروصہ اور اس کے اطراف میں اب تک پائے جاتے ہیں۔ کہیں مسجدیں ہیں۔ کہیں سرائیں ہیں کہیں کنوئیں ہیں۔ انہی چناخیوں اور آثار خیر کی وجہ سے اس کا نام اب تک مشہور چلا آتا ہے۔ ؎

نام منظور ہے۔ گر فیض کے اسباب بنا   پُل بنا۔ چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

نیلوفر خانم کی مختصر سی داستان بڑی دلچسپ ہے۔ اس لئے اس کا کچھ ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عثمان خان بانیٔ سلطنت عثمانیہ کی طاقت روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اور قسطنطنیہ کی رومی حکومت ہمیشہ اس کو مٹانے دبانے اور کچلنے کے فکر میں رہتی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ آخر یہ تجویز کی گئی۔ کہ اس سے بظاہر دوستی و الفت کا سررشتہ قائم کر کے اس کا قصہ پاک کیا جائے۔ چنانچہ رسل رسائل اور راہ و رسم جاری ہو گئے تھے تحائف بھی رومی حکومت اور اس کے ماتحت حکام کی طرف سے آنے لگے عثمان خان

کے مخبر بھی دم دم کی خبریں اسے پہنچاتے رہتے تھے ۔ بلکہ ایک عیسائی حاکم منچائیل رومی حکومت اور رومی صوبہ داروں کی ان حیلہ سازیوں اور ان کے اس دغا و فریب سے باوجود ان کا ہم مذہب ہونے کے سخت متنفر تھا ۔ اور وہ عثمان خاں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرتا رہتا تھا ۔ آخر عیسائیوں نے عثمان بک کو ایک عیسائی گورنر کی بیٹی کی شادی پر مدعو کیا جب وہ آیا ۔ تو اس کا شان و شوکت سے استقبال کیا گیا ۔ لیکن عیسائیوں کی قسمت نے ایسا پلٹا کھایا ۔ ع الٹی پڑگئیں سب تدبیریں کچھ نہ ادا نے کام دیا ۔

عیسائیوں پر چاہ کن راچاہ درپیش کی مثال صادق آئی ۔ بجائے اس کے کہ وہ عثمان خاں پر کامیابی حاصل کرتے ۔ خود عثمان خاں ہی نے جو ان کی مکارانہ چالوں سے واقف تھا ان کو پیس ڈالا ۔ اور نہ صرف اپنی جان باز جماعت کے بھروسہ پر محفل عروسی ہی کو بزم ماتم بنا دیا ۔ بلکہ دلہن کو بھی چھین کرلے آیا ۔ اور شان و شوکت اور دھوم دھام کے ساتھ اپنے بیٹے اور خان کے ساتھ اس کا بیاہ کردیا ۔ یہ سب سے پہلی عیسائی بیگم تھی ۔ جو خاندان عثمانیہ کے عقد نکاح میں آئی ۔ اس کا نام نیلوفر خانم رکھا گیا ۔ اس نے مسلمان ہو کر دینی و دنیوی بڑے بڑے نیک کام کئے ہیں ۔ اور بروصہ میں تو اس کے دم قدم سے ہمیشہ ہرہر کا عالم رہا ہے ۔ سلیمان خاں مراد خاں اور خداوندگار تین بیٹے اسی بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے ۔ جن میں پہلے یکے بعد دیگرے وارث تاج و تخت بھی ہو گذرے ہیں ۔

سلطان مراد خان دوم (۸۲۴ھ تا ۸۵۵ھ) نے جب اور نگہ عثمانیہ پر جلوس فرمایا ہے اس وقت اس کی عمر اٹھارہ سال کی تھی ۔ امیر بخارا نے اس کو ایک مرصع تلوار ہدیۃً بھیجی تھی جب سلطان شہر بروصہ میں پہنچا ۔ جو شاہی خزانہ کی وجہ سے مملکت عثمانیہ میں دار الخلافہ کا درجہ رکھتا تھا ۔ تو سلطان نے اس مرصع تلوار کو زیب کمر کیا ۔

بروصہ ۔ جس پر اتحادیوں کی مہربانی سے یونان تین سال تک ظلم و ستم کرتا رہا ہے ۔ الحمد للہ کہ اب آخر اگست ۱۹۲۲ء میں پھر ترکوں کے قبضہ میں آگیا ہے ۔ اور اب اس پر ترکان احرار کا عثمانی پرچم لہرا رہا ہے ۔

سمرنا

اناطولیہ (ایشیائے کوچک) کا ایک عظیم الشان۔ خوبصورت اور سرسبز و پر بہار شہر خلیج ازمیر[1] کی مشرقی راس پر واقع ہے۔ اور کوہ باغوس کے دامن میں آباد ہوتا ہوا کسی قدر پہاڑ کے اوپر تک چلا گیا ہے۔

مؤرخین اس شہر کے بانی کا نام شاہ طنطال بتاتے ہیں۔ جو سیبیل کا بادشاہ تھا۔ اس شہر کے شمالی ٹیلوں پر جو قدیم مقبرے ہیں۔ اور جن میں اپنی قدامت کی وجہ سے اکثر شکستہ حالت میں ہیں۔ اسی بادشاہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

ہیروڈوٹس مشہور یونانی مؤرخ جس کو ابو التاریخ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس شہر کی بابت بیان کرتا ہے۔ کہ اس کو ایولیا والوں نے ایک ہزار پندرہ سال قبل مسیح تعمیر کیا تھا۔ یکے بعد دیگرے کئی قومیں اس پر قابض ہوتی رہیں۔ آخر اسکندر اعظم نے اسے فتح کیا۔ کنارہ دریا پر آبادی کا رُخ پلٹ کر اسے اسکندریہ ثانی بنانا چاہا۔

سکندر کے بعد رومیوں نے اسے فتح کیا۔ جب ان کے قبضہ سے نکلنے کے دن قریب آگئے۔ تو رومی اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور فتح کرکے اپنی قلمرو میں شامل کر گئے رومیوں کے بعد جنیوا والوں کی نوبت آئی۔ وہ بھی کچھ دنوں تک یہاں اپنا ڈنکہ بجا گئے۔ ان کی سلطنت کو روڈس کے نامیوں نے یہاں سے نکالا۔ آخر وقت آیا۔ کہ جہاں برسوں اور صدیوں سے خدائے واحد کا کوئی نام نہ لیتا تھا۔ اسلام کا پھریرا اُڑنے لگا۔ اور سمرنا کے در و دیوار سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

[1] خلیج ازمیر کا طول پچاس کیلومیٹر اور عرض ۲۰ کیلومیٹر سے کم نہیں۔ کوہستان یماس نے اس کو جنوبی طرف اور کوہستان باغوس نے اس کو مشرقی جانب سے گھیرا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اس خلیج کا پانی ساکن رہتا ہے۔ دریا کی تہ بالکل مسطح اور ہموار ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں چٹانیں نہیں ہیں۔ یہاں جہازوں اور کشتیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مسلمانوں میں سب سے پہلے سلجوقی خاندان نے یہاں طرح حکومت ڈالی - جب ان میں وہ کمزوریاں پیدا ہو گئیں - جن سے قومیں تباہ ہوا کرتی ہیں - تو سمرنا کی حکومت ان سے یونانیوں نے چھین لی - لیکن ایسی بربریت صفت قوم زیادہ دیر تک وہاں کس طرح قابض رہ سکتی تھی - آخر ۱۴۲۴ء میں عثمانی ترکوں نے اس پر قبضہ کیا - یہ زمانہ سلطان مراد خان دوئم کا تھا - ترکوں کی حکومت اس پر ۱۹۱۹ء تک رہی - مگر اس کے بعد دول متحدہ (فرانس - اٹلی - برطانیہ) نے تھریس اور سمرنا دونوں شہر بلکہ صوبے بغیر فتح کرنے کے یونان کو دلا دیئے - جن کو واپسی کا مطالبہ احرار ترک برابر کر رہے ہیں - شہر سمرنا قسطنطنیہ سے جنوب مغربی جانب ۳۴۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے یہاں حکومت کے دفاتر - فوجی بارکیں اور دوسری مقامی پبلک عمارتیں بہت شاندار ہیں - شہر کا طبعی منظر بے حد دلکش ہے - ہر وقت اس کے لنگرگاہ میں صدہا جہاز کھڑے رہتے ہیں - جہازوں کی آمد و رفت کا تانتا لگا رہتا ہے - متعدد نہریں اور ندیاں اس شہر اور اس کے مضافات کی زمینوں کو سیراب کرتی ہیں - جن کی وجہ سے خوبصورت باغوں اور انگور کی ٹٹیوں کا انبوہ شہر کو گھیرے رہتا ہے - آثار قدیمہ کی قسم سے یہاں کوہ باغوس کی چوٹی پر اہل جینوا کا ایک شکستہ قلعہ موجود ہے - ریشم اون - بھیڑ کے بال - کارپٹ - قالین - انجیر - منقی - دوائیں یعنی جڑی بوٹیاں اور جواہرات یہاں سے بیرونی ممالک میں جاتے ہیں - یونان کا نامور شاعر ہومر اسی شہر کی خاک سے اٹھا تھا - یہ شہر اناطولیہ کا تجارتی مرکز ہے - یہاں سے ریلوے لائن نکلتی ہوئی کئی شہروں تک چلی گئی ہے -

سمرنا سرزمین اناطولیہ کا بہت بڑا اور بہت مشہور شہر ہے - یہ وہی شہر ہے - جہاں یونانیوں نے ہزارہا مسلمانوں کو بے خانماں کر دیا - ان کے مکانات تباہ کر دیئے خدائے واحد کے نام کا ڈنکہ بجانے والے ہزارہا مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا - یہی وہ سرزمین ہے - جو ہزارہا شہیدانِ پاک کے خون سے سیراب ہو رہی ہے - جہاں ہزاروں بچے یتیم ہو گئے - اور صدہا عورتیں بیوہ ہو گئیں - اور پھر بھی

شقی القلب یونانیوں کی پیاس نہ بجھ سکی - یہ قربانیاں انشاء اللہ بہت جلد رنگ لائینگی - ؎ ہماری خاک ہے رسوا کن جشن سمجھ کر تم اسے برباد کرنا

یہ وہ سرزمین ہے جس کے لئے انگورہ گورنمنٹ نے جنیوا کانفرنس میں کہا ہے - کہ پیشتر اس کے کہ یونان سے لڑائی ملتوی کردی جائے - یونان کو فوراً سمرنا اور تھریس خالی کردینے چاہئیں -

ماطان ایک فرانسیسی اخبار ہے - اس نے باوجود یونانیوں کا ہم مذہب ہونے کے اُن کے ظلم کی داستان الفاظ ذیل میں لکھی ہے "یونانی سمرنا اور بالکیشہر کے ترکوں کی تعداد کو تباہ کر رہے ہیں - ان علاقوں کے مسلمان اپنے گھر اور کھیت چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں کیونکہ وہ یونانیوں سے جن کی مسلم کشی بہت مشہور بلکہ ضرب المثل ہو گئی ہے - بہت ڈرتے ہیں - یونانی ان مسلمانوں کی جگہ جو یہاں سے ترکِ وطن کر رہے ہیں - کریٹ اور دیگر جزائر سے یونانی لاکر آباد کر رہے ہیں -

یونانیوں نے سمرنا پر جو ظلم توڑے ہیں - ان کی شہرت چار دانگ عالم میں ہے - ہندوستان اور پنجاب کے اکثر شہروں اور قصبوں میں سمرنا کے مظلوموں کی ہمدردی میں اشعار لکھے گئے - اور لوگ دل ہلا دینے والے لہجہ میں ان کو پڑھتے ہیں - ؎

اے مسلم خوابیدہ اٹھ اور سوئے سما دیکھ چھائی ہے یہ کیوں مطلعِ دینی پہ گھٹا دیکھ
جا دیکھ سمرنا میں یتیموں کا تڑپنا انگورہ میں بہتا ہوا خون شہدا دیکھ
مظلوم خواتین کے سُن نالہ و شیون بیرحمی سے کٹتا ہوا بچوں کا گلا دیکھ
پہچان تو سر کس کے ہیں نیزوں کی انی پر کس کا ہے گلا آج تہ تیغ جفا دیکھ

ہم یونانیوں کے مظالم پر ایک فرانسیسی کے علاوہ ایک حقیقت بین امریکن کے خیالات بھی پیش کرتے ہیں - جو یونانیوں کے مظالم کی تحقیقات کرنے والے بین الاتحادی وفد میں امریکہ کا نمائندہ تھا - اور جس کا نام امیر البحر برسٹل تھا - بہ نظر غائر دیکھنے اور حالات و واقعات سے آگاہ ہونے کے بعد امیر البحر نے یہ رائے قائم کی ہے - کہ ترکوں پر یونانیوں نے بدنیت قابل نفرت مظالم کئے ہیں - اس وفد کو یہ بھی معلوم ہوا ہے - کہ وہ اشتہارات

اور تصاویر جن میں یونانیوں کے قتل عام کے لئے اُبھارا گیا تھا۔ اور جنہیں ترکوں کی ایجاد و اختراع بنایا جاتا تھا محض جعلی تھے۔ یہ جعلی اشتہارات وغیرہ سابق وزیراعظم موسیو وینیزیلوس نے اتحادیوں کی مجلس اعلیٰ میں محض اس لئے پیش کئے تھے۔ کہ یونانیوں کے قبضۂ سمرنا کے جواز کو استقامت نصیب ہو سکے۔

یونانیوں نے جب ترکوں کے مقبوضات ایشیائے کوچک میں قدم بڑھانا شروع کیا۔ تو ہر ایک گاؤں کو جو راستہ میں آیا۔ حوالۂ آتش کیا۔ لاکھوں ترک اور ایسے ترک جنہیں جنگ سے سروکار نہ تھا۔ اور قطعاً غیر مصافی تھے۔ فاقہ اور بھوک کا شکار ہو گئے۔ بہت سے ان کے جور و تشدد سے تنگ آ کر امریکہ کو ہجرت کر گئے۔ چنانچہ جزیرہ فارس کے ہزاروں مسلمانوں نے جو یونانیوں کی دستبرد سے مجبور ہو کر وطن عزیز ترک کر کے امریکہ چلے گئے تھے۔ اپنے ترکی مظلوم بھائیوں خصوصاً سمرنا کے بدنصیب ترکوں سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے بائیس ہزار ڈالر ان کی امداد کے لئے بھیجے ہیں۔

اسی سمرنا کے لئے نہ صرف ترک احرار بلکہ دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان واپسی کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ اور حریص و غاصب یونان کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں۔ ؎

آخری موقع ہے یہ دیکھ سنبھل جا جلدی۔ آپ جو پائے اجل آشۂ یونان نہ ہو۔
دے بھلا خواب تھریس اور سمرنا دل سے۔ تیرا یہ خواب کہیں خواب پریشان نہ ہو۔

یونانیوں کی جدید حشر انگیز ستم آرائیوں میں ۱۴ فروری ۱۹۲۲ء کا ایک واقعہ نہایت دردناک ہے۔ جو پروفیسر اے۔ جے ٹائنبی کو سمرنا کے ایک صاف دل اور اعتدال پسند ترک وقائع نگار کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ اور جسے انہوں نے لنڈن کے مؤقر اخبار ٹائمز میں چھپوایا ہے۔ یہ خط ۹ مارچ ۱۹۲۲ء کا لکھا ہوا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے ۱۴ فروری کو سہ شنبہ کے روز ۱۱ بجے شب یونانیوں کی ایک زبردست فوج نے موضع کارانتیپ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ گاؤں کابوسک سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایدن کی مشرقی جانب واقع ہے۔ اس گاؤں کے تین حصے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے تین چار پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ خاص کارانتیپ میں ۱۰ گھر ہیں ۱۰۰ اور الغوکہ

میں ۵۰ مکانات ہیں ہر حصہ میں ایک مسجد ہے۔ وہاں کے باشندوں سے کہا گیا۔ کہ وہ مسجدوں میں جمع ہوں۔ کیونکہ کمانڈنگ آفیسر انہیں کچھ ہدایات دینا چاہتے ہیں وہ شک وشبہ کو دل میں جگہ دیئے بغیر جمع ہو گئے۔ اور پھر ان سے کہا گیا۔ کہ وہ بچوں اور بوڑھوں کو بھی لائیں۔ خواہ وہ بیمار ہی کیوں نہ ہوں۔ بیکس باشندوں کو تعمیل حکم پر مجبور کیا گیا۔ جب تمام باشندے مجتمع ہو گئے۔ تو فوجوں نے مسجدوں کا محاصرہ کر کے انہیں آگ لگا دی۔ اسی وقت گلیوں اور مکانوں کے اندر جا کر گولی برسائی گئی۔ تا کہ کوئی فرد بھی زندہ نہ بچے۔ دو گھنٹے کے اندر اندر مسجدیں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں۔ اس کے بعد گاؤں کے ہر حصے میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا گیا۔ فوج کے سپاہی جانوروں کو ہمراہ لے گئے۔ اور مکانوں کو نذرِ آتش کر گئے۔ تقریباً ۱۲ مکانات محفوظ رہے۔ اور ۴۰۰ کی آبادی میں سے صرف چودہ پندرہ مرد اور عورتیں زندہ بچیں۔ فوجیوں نے کئی دن تک کایوسکات اور ایدزن میں مال غنیمت فروخت کیا۔ تا آنکہ یونانیوں نے تمام سامان کو آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ لوگوں کو خاموش رہنے کی دھمکی دی گئی۔ اور یہ فرضی قصہ تراشا گیا۔ کہ ڈاکوؤں نے گاؤں پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ میں ایک ایسے شخص سے ملا ہوں۔ جس نے گاؤں کے کھنڈروں۔ تباہ شدہ مسجدوں میں جلی ہوئی لاشوں اور ان آفت رسیدوں کی ہڈیوں کو بچشم خود دیکھا ہے۔ جن کی لاشیں کتوں نے پھاڑ ڈالی تھیں۔ یونانی فوجوں نے ان قریات میں مالیہ جمع کرنے کے لئے کئی دفعہ دورہ کیا ہے۔ مگر انہیں کبھی اس قسم کے ڈاکوؤں سے واسطہ نہیں پڑا۔ ہمیں ایسی باتیں سننے کی عادت ہو گئی ہے۔ لیکن اس خاص واقعہ کی تفصیلات میرے پاس محفوظ ہیں۔ اور یہ ان یونانی فوجوں کی قابل ذکر کارروائی ہے۔ جن کے متعلق دعوے سے کہا جاتا ہے کہ وہ تخلیہ ایشیائے کوچک کی مخالفت میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے مقابلے پر تیار کی گئی ہیں۔

اگر اتحادی افسروں کو ان علاقوں کے حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔ تو یورپ کی

ایک نہایت زرخیز منڈی جو بے فائدہ تباہ و برباد ہونے والی ہے۔ تباہی سے بچ جائیگی۔

میں نے ابھی ابھی سنا ہے۔ کہ دس بارہ ترک اُمرا کو قصار میں گرفتار کر لیا گیا ہے لیکن یہ بالکل معمولی باتیں ہیں۔

سنہ ۱۸۸۱ء میں شہر سمرنا کی آبادی ۹۶۸۸۳ نفوس پر مشتمل تھی۔ جن میں ترک ۵۳۴۱۲ اور یونانی ۴۳۴۶۲ تھے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں اس شہر کی آبادی ۱۳۸۷۹۹ آدمیوں کی تھی جن میں ترک ۷۴۴۰۳۔ اور یونانی ۶۴۳۹۶ تھے۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں یہی آبادی ۲ لاکھ ۸۴ ہزار ایک سو اٹھاسی تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں ترک ۱۱۱۴۸۶ تھے۔ یونانی ۸۷۴۹۷۔ ارمنی ۱۲۸۵۷ اور یہودی ۲۴۴۰۳ تھے۔

ان اعداد و شمار کو دیکھنے کے بعد یہ بات صاف طور پر نظر آجاتی ہے۔ کہ شہر سمرنا کی آبادی میں ترکوں کی تعداد دیگر تمام اقوام سے زیادہ ہے۔ اور ابھی ترکوں کی وہ بہت بڑی تعداد علیحدہ ہے۔ جو اضلاعِ سمرنا اور اس کے حوالے میں آباد ہیں۔ اور اندرون مُلک جن کو عظیم الشان اکثریت حاصل ہے

ترک جنگ سے پہلے تو ایک لاکھ سے بھی شہر سمرنا میں زیادہ ہوں۔ بلکہ جنگ کے دوران میں بھی ان کی تعداد فرداً فرداً ایک قوم سے زیادہ ہو۔ مگر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ سمرنا پر یونانی قبضہ ہونے کے بعد ان کی تعداد میں نمایاں کمی ہونی شروع ہو جائے۔ کیا یہ یونانیوں کے ظلم و ستم اور ان کی شقی القلبی اور ان کے حد سے بڑھے ہوئے تعصب کا نتیجہ تو نہیں ہے؟

سمرنا کی یونانی آبادی کے متعلق یہ نکتہ نظرانداز کر دینا چاہیئے۔ کہ اگر ان کو ملکی غیر ملکی تقسیم کے ساتھ جانچا جائے۔ تو ہم کو یونانی آبادی میں ایک معتدبہ حصہ غیر ملکی یونانیوں کا ملیگا سنہ ۱۸۸۱ء میں پانچ ہزار غیر ملکی یونانی تھے سنہ ۱۹۰۳ء میں ان کی تعداد ۱۶ ہزار ہو گئی۔ اور اب تو نصف کے قریب غیر ملکی یونانی ہیں۔

[1] تاریخ خاندان عثمانیہ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۹ء میں مسلمانوں کی صحیح تعداد اسّی ہزار درج ہے۔

ٹائمز کے نامہ نگار نے مسائل سمرنا پر ایک طویل بحث کے دوران میں ترکی نظام حکومت کی برائیاں بیان کی تھیں۔ اس کے جواب میں انگلستان کے ایک معزز گھرانہ کے انگریز مقیم سمرنا نے اپنی تحقیق کے نتائج بیان کرتے ہوئے لکھا "اگر نامہ نگار نے ایمانداری کے ساتھ ترکی انتظام پر یونانی انتظام کو ترجیح دی ہے۔ تو اسے چند مثالیں پیش کرنے کی تکلیف بھی گوارا کرنی چاہیئے تھی۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ترکوں کے انتظام پر یونانی انتظام کو کس بنا پر ترجیح دی جاتی ہے۔ کیا یہ بے انصافی نہیں؟ کہ ترکوں کی خوبیوں کو نظر انداز کر کے ان کے تاریک پہلو نمایاں کئے جاتے ہیں۔

یونانی حکومت کو سمرنا پر قبضہ کئے تین سال گذر چکے ہیں۔ مگر اتنے عرصے میں انہوں نے اپنا عدالتی انتظام بھی درست نہیں کیا۔ اس حالت سے خود غیر سرکاری یونانی بھی غیر مطمئن اور کبیدہ خاطر ہیں

یونانیوں نے انتظامی مشین کے تمام پرزے بدل دیئے۔ مگر چنگی۔ رجسٹریشن اور مالگذاری کے محکموں کا انتظام یونانی افسر نہ کر سکے۔ مختلف انتظامی شعبوں کے متعلق کاغذات کے سمجھنے میں یونانی افسروں کی عقل بالکل کام نہ کر سکی۔ اور آخر انہیں ان بدقسمت ترکی افسروں سے جو بصورت مجبوری اب تک سمرنا میں مقیم ہیں سمجھنا پڑا۔ میں نے یہ تمام باتیں یونانی کارندوں سے سنی ہیں۔ جو درپردہ ترکوں کا نظام حکومت کی حد درجہ تعریف کرتے ہیں۔ مگر یونانی جابر حکام کے خوف سے لب نہیں ہلا سکتے۔

سمرنا کا ٹاؤن ہال آگ سے بالکل برباد ہو گیا۔ یہ عظیم الشان عمارت جسے بڑی قابلیت کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا۔ اور جو دولت عثمانیہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ اب راکھ کا ڈھیر ہے۔ اس عمارت کو کسی طرح آگ لگ گئی۔ مگر خاص کوشش کے ساتھ فرو کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ شاید اس لئے کہ یونانیوں کو زیادہ عرصہ تک سمرنا میں رہنے کا یقین نہیں ہے"

حکومت یونان نے حال میں اس بات کی تحقیقات کی ہے۔ کہ شہر سمرنا میں زیادہ تر جائدادیں کس قوم کے پاس ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ باوجود اس قدر بربادیوں اور

تناسبیوں کے اکثریت ترکوں ہی کو حاصل ہے۔ ہم ذیل میں ان اعداد و شمار کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

۱۹۱۵ء کے مالی سال کے خاتمہ پر مالکان جائداد کے قبضہ میں جو عمارات تھیں۔ اُن کی تعداد ۱۹۳۲۲۷ تھی۔ جن میں ۴۶۷۶۵ بود و باش کے لئے تھیں۔ اور ۱۴۵۰۴ امیں ہوٹل و مکانات۔ دفاتر گودام کلب تھی ایٹر سینما وغیرہ تھے۔ ان عمارات میں ترکوں اور یونانیوں وغیرہ کے درمیان نسبت حسب ذیل ہے

وہ عمارات جو ترکوں کے پاس ہیں - ۲۱۷۹۹ وہ عمارات جو یونانیوں کے پاس ہیں - ۱۹۲۳۹
" " " غیر ملکی " " " - ۱۳۶۹۳ " " " ارمنوں " " - ۴۹۴۶
" " " یہودیوں " " - ۲۶۴۱

دوسری تقسیم کرایہ داروں کی ہے اس میں بھی اکثریت ترکوں ہی کی ہے

ترک	۲۲۰۵۰	برائے بود و باش	۶۷۳۹	برائے صنعت و تجارت
یونانی	۱۱۳۸۲	" " "	۳۷۸۸	" " "
غیر ملکی	۸۶۶۳	" " "	۲۱۸۱	" " "
ارمن	۳۱۹۷	" " "	۱۰۲۴	" " "
یہودی	۱۵۰۳	" " "	۷۸۲	" " "

اب سمرنا کی تجارت کی بربادی کا حال بھی سُن لیجئے۔ جس طرح سالونیکا یونانیوں کے پاس جاکر برباد ہوگیا۔ اسی طرح اب سمرنا بھی برباد ہو رہا ہے۔ یہ بندرگاہ دولتِ عثمانیہ کے بعد دوسرے درجہ پر تھا۔ اور تمام اناطولیہ کی تجارت کا مرکز تھا۔ مگر اب اس کی تجارت میں بہت کمی واقع ہوگئی ہے۔ ذیل کے اعداد و شمار اس حقیقت کو روشن کریں گے۔

۱۹۱۳ء میں بندرگاہ سمرنا میں جس قدر مال درآمد ہوا تھا۔ اسکی مقدار ۳۹۱۱۳۷ ٹن تھی سنہ ۱۹۲۰ء میں گھٹ کر ۱۰۵۱۲۱ ٹن رہ گئی۔ اس طرح ۱۳ء میں برآمد ۳۹۰۳۷ ٹن تھی سنہ ۱۹۲۰ء میں گھٹ کر ۴۷۰۵۹ ٹن رہ گئی۔

باوجود ان حالات کے سمرنا پر جو ترکوں کی تہذیب کا گہوارہ اور ان کی تجارتی ترقی اور

ملکی حفاظت کا بہترین بندرگاہ ہے۔ اتحادیوں کی ترغیب و اجازت سے یونان نے قبضہ کرلیا۔ یونان نے قبضہ حاصل کرنے کے بعد سمرنا سے کیا سلوک کیا۔ ہم سمرنا ریلوے کے انتظامیہ بورڈ کے پریذیڈنٹ لارڈ ڈیوڈس کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جنہوں نے یونانی پیش دستیوں کی شکایت کرتے ہوئے فارن آفس کو لکھا ہے کہ عین موزوں ہوگا۔ اگر ایک یا دو جہاز سمرنا کو بھیج دیئے جائیں۔ جو بادشاہ کانسٹنٹائن اور اس کی گورنمنٹ کو صاف بتادیں۔ کہ برٹش ریلوے ایک بھی یونانی سپاہی کو بلا ادائیگی کرایہ سفر کرنے کی اجازت نہ دیگی۔ آگے چل کر لکھا ہے۔ سمرنا کے مقیم یونانی ہائی کمشنر نے گذشتہ نومبر ۱۹۲۱ء سے ہمارے نمائندہ سے ملاقات کرنے سے بھی انکار کردیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک بڑا مشہور شخص اور ایک بڑی ممتاز ہستی ہے۔ یونانی مظالم کے متعلق لکھا ہے۔ یونانیوں نے سمرنا میں اس قدر بربادی پیدا کی ہے۔ کہ ان کا برداشت کرنا انسانی قابو سے باہر ہے۔ یونانیوں نے اس علاقہ میں ۵۰۰ کے قریب ترکی گاؤں جلا کر بالکل راکھ کا ڈھیر بنادیئے ہیں۔ جہاں رات دن انسانی مورتیں ہنستی کھیلتی نظر آتی تھیں۔ اب وہاں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہاں کبھی کوئی آبادی بھی تھی یا نہیں۔ فرانسیسی علاقہ کی طرف تین چار سو ترکی مواضعات خاک کا تودہ بنادیئے گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ اگر اتحادیوں کی طرف سے یونانیوں کی نگرانی نہ کی گئی۔ تو وہ بہت سے مزید گاؤں جلادیں گے۔ اور جب ترک واپس آکر اپنے مواضعات کو اس طرح برباد پائیں گے۔ تو وہ بھی یونانیوں سے ایسا ہی انتقام لینے کی کوشش کرینگے۔

یونانیوں کے سمرنا پر قابض ہونے کی وجہ سے بہت سے انگریز سوداگر تباہ ہوگئے ہیں۔ ہمارے نقطۂ خیال سے ایشیائے کوچک کے معاملہ کا تصفیہ صرف اسی بات سے ہوسکتا ہے۔ کہ وہ یونانیوں کو سمرنا سے باہر نکال دیں۔ یونانی حکومت ایک لعنت ہے۔ اور جتنی جلدی اس کی ہستی کو رد کیا جائے۔ اتنا ہی بہتر ہوگا۔

یونان پر چونکہ دول یورپ کے قرض کا ناقابلِ برداشت بوجھ ہے۔ اس لیئے وہ اس کی ساری کسر ذی ثروت مسلمانانِ سمرنا سے نکال رہا ہے۔
بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یونانی سمرنا سے مسلمانوں کی آمدنی کا پانچواں حصّہ جبراً وصول کر لیتے ہیں۔ اور سمرنا۔ بروصہ وغیرہ کے قرب وجوار میں ہر حیلہ و مکر سے گھوڑے اور جانور زبردستی وصول کئے جا رہے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ یونانی فوجی افسروں نے کسی نہ کسی بہانے سمرنا کے جلیل القدر فضلاء اور امرا کو قید کی تکالیف دینے کے بعد خارج البلد کر دیا ہے۔ خفیۂ سازش کا فرضی جرم لگا کر بعض مسلمان مشاہیر کو مدت العمر کے لئے جیل بھیجا جا رہا ہے۔ سمرنا کے مشہور و معروف عالم لطفی بے جن کے علم و فضل کا چرچا تمام ٹرکی میں ہے۔ اور جن کا ہر جگہ ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ انہی فرضی جرائم کی وجہ سے تین ماہ کے لئے قید کر دیئے گئے۔
اختتامِ جنگ کے بعد یوروپ میں کانفرنسوں کا سلسلہ اب تک چلا جاتا ہے۔ مگر یہ سلسلہ ہمیشہ صرف اسی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ کہ سمرنا اور تھریس جو فتح کئے بغیر ہی یونانیوں کے حوالے کر دئے گئے ہیں۔ اور جہاں یونان دول کی حمایت پر من مانے ظلم کر رہا ہے۔ ترکوں کو واپس نہیں دئے جاتے۔ جب تک سمرنا اور تھریس یونانیوں کے قبضے میں ہیں۔ خواہ کس قدر کانفرنسیں ہوں۔ مشرق قریب میں امن وامان بہت مشکل نظر آتا ہے۔
جولائی ۱۹۲۲ء کے آخر میں دفعتاً یہ خبر آئی۔ کہ یونان نے دول سے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ اور تھریس اور دوسرے جنگی مقامات پر یونانی فوجوں کا اجتماع بھی کر لیا ہے۔ ریوٹر میاں نے ساتھ ہی یہ خبر بھی سنائی۔ کہ اتحادیوں نے یونان کی درخواست مسترد کر دی ہے۔ اور اُسے قسطنطنیہ پر حملہ و قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔
دوسرے دن یہ خبر آ گئی۔ کہ یونانی ہائی کمشنر مقیم سمرنا نے اپنی گورنمنٹ کے ایما سے سمرنا کو بشمول آیونیہ آزاد کر دیا ہے۔ اور اپنے اعلان میں مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کو دعوت دی ہے۔ کہ حکومت کے نظم ونسق میں حصّہ لیں۔ مقامی کونسلیں بھی بنا دی گئیں

مگر کوئی پارلیمنٹ نہیں بنائی گئی۔ شہریوں کے مقامی گارد بھرتی کئے جائیں گے۔ مگر یونانی سپاہ ملک کی حفاظت کی ذمہ دار ہوگی۔ اسی اعلان میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ مغربی ایشیائے کوچک اب آزاد ہے۔ اور وہ ترکی حکومت کی ماتحتی میں نہیں دیا جا سکتا یونان نے جو چال چلی ہے۔ یہ صرف اتحادیوں کی یونان نوازی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ پدی ٹرکی کے مقابلہ میں ایسی فرعونیت کی طاقت کہاں رکھتی تھی۔ لیکن واضح رہے کہ ترک اب کبھی یونانی بلکہ یورپین جھانسوں میں بھی نہیں آسکتے۔ اُن کے کارناموں سے عیاں ہو چکا ہے۔ کہ وہ سمرنا اور تھریس واپس لے کے رہیں گے۔

یونانیوں نے بعض دول متحدہ کی حمایت و اعانت سے سمرنا پر ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کو قبضہ کیا تھا۔ اس وقت ترکوں کا فوجی نظام بالکل درہم برہم ہو چکا تھا۔ یورپ کی وہ سلطنتیں جو جنگ عظیم کے بعد ٹرکی کا نشان صفحۂ ہستی سے محو کر دینے پر آمادہ تھیں اس موقع کو غنیمت تصور کرتی تھیں۔ انہوں نے جنگ کے بعد ٹرکی کے کچھ علاقے خود لے لئے۔ اور کچھ اپنے حلیفوں اور پٹھوؤں کے حوالے کر دیئے۔ بقول استاد داغ ؎

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے سمجھ لیا کسی مردے کا اس نے مال مجھے

یونانیوں نے ولایت سمرنا پر متصرف ہو کر جو سخت و شدید مظالم کئے ہیں۔ اُن سے ایک عالم آگاہ ہے۔ ان کے حوصلے یہاں تک بڑھ گئے تھے۔ کہ ۱۹۲۱ء میں ان کی فوجیں انگورہ کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئی تھیں۔ لیکن دریائے سقاریہ کے خونریز معرکوں نے انہیں مراجعت پر مجبور کر دیا۔ پچھلے دنوں جب انہیں یقین ہو گیا۔ کہ سمرنا ہمارے پاس نہیں رہ سکتا۔ تو انہوں نے سمرنا اور آیونیا کی آزادی کا مضحکہ خیز اعلان شایع کر دیا۔ اس کے بعد تو یہاں تک جرأت ہوئی۔ کہ وہ قسطنطنیہ پر قابض و متصرف ہونے کے خواب دیکھنے لگے۔ لیکن ترکان احرار نے ان کی گیدڑ بھبکیوں کی کبھی پروا نہ کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ ان کی طاقت و قوت کا خاتمہ گذشتہ سال ہی دریائے سقاریہ پر ہو چکا تھا۔

یونان تین سال سے زیادہ عرصہ تک سمرنا پر قابض رہا۔ لیکن اب وقت آگیا تھا۔ کہ ان ظالموں کے پنجے سے اہل سمرنا کو رہائی نصیب ہوتی۔ چنانچہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۲ء کو یونانی سپہ سالار

ٹری کوپس معہ کئی یونانی افسروں اور اپنے پورے اسٹاف کے دفعتاً جبکہ وہ فوج کی ترتیب پر غور اور نقشہ جنگ کا ملاحظہ کر رہا تھا۔ گرفتار ہو گیا۔ ترکان احرار نے بہت سے شہروں پر قبضہ کرنے کے علاوہ دو ہزار کلدار توپیں۔ گیارہ ہوائی جہاز اور سات سو توپیں بھی حاصل کیں۔ ایتھنز (دار الخلافہ) یونان کے وزیر حرب نے ۱۱ ستمبر کو سرکاری طور پر اعلان کیا۔ کہ یونانیوں نے پورے طور پر سمرنا خالی کر دیا ہے۔

یونان پر اس فوری شکست کا یہ اثر ہوا۔ کہ وزارت مستعفی ہو گئی۔ اور شاہ قسطنطین نے تخت سے دست برداری کر دی۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا جارج تخت نشین ہوا۔

ترکانِ احرار کی اس فتح و نصرت پر دنیا کے تمام مسلمانوں نے شادمانی و انبساط کا اظہار کیا افغانستان میں خوشیاں منائی گئیں۔ خاص قسطنطنیہ میں جہاں اتحادیوں کا قبضہ تھا ترکان احرار کی فتوحات سے متزلزل ہو رہا تھا۔ مسجد ایا صوفیہ میں بیس ہزار کے اجتماع عظیم نے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے۔ چراغاں کیا اور جھنڈے لہرائے۔ ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر میں تسخیر سمرنا کی خوشی پر جمہور کے جذبات کا اندازہ مشکل ہو گیا۔ مسرت بے اندازہ سے ہر ایک اچھل پڑا۔ شہروں اور قصبوں میں چراغاں کیا گیا۔ اور مساجد میں ترکان احرار کی فتح عظیم کے لئے خضوع و خشوع کے ساتھ دعائیں مانگی گئیں۔

ذیل میں اس فرمان کی نقل درج کی جاتی ہے۔ جو غازی مصطفٰے کمال پاشا ایدہ اللہ بنصرہٖ نے عساکر اسلامیہ کے سمرنا میں داخل ہونے سے پیشتر باشندگان سمرنا کے نام جاری کیا۔ اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سمرنا اور اس کے عقبی علاقوں میں وسیع طور پر شایع کیا گیا۔ کیا کسی مغربی طاقت نے اس قسم کی نمایاں فتح و کامرانی کی حالت میں اور بالخصوص ایسے اشتعال انگیز حالات میں جیسے کہ سفاک یونانیوں نے اپنی ستم آرائیوں سے پیدا کر دیئے تھے۔ ایسا شفقت آمیز و منصفانہ فرمان کبھی شائع کیا ہے؟ تاریخ اس سوال کے جواب میں ساکت ہے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ کہ رائٹر کو اتنی بھی جرات نہیں ہوئی۔ کہ وہ اس اہم اعلان کو دنیا بھر

بذریعہ برق مشتہر کرنا۔

جملہ اہل سمرنا کو عیسائی ہوں۔ یا مسلمان بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ ترکی فوج شہر کو عنقریب قبضہ کرنے کو ہے۔ جن ترکوں کے شہر اور قصبات جلا دئے گئے ہیں اور ان کو یونانی فوج کے ہاتھوں قتل ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ان علاقوں کو خالی کر کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہو جائیں۔ تمام یونانی سپاہی جن کے ہاتھ مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی سے آلودہ ہونگے۔ انفرادی طور پر جوابدہ قرار دیئے جائیں گے۔ شہری آبادی کو عیسائی ہوں یا مسلمان۔ آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ لوٹ مار سے مجتنب رہے اور مسلمانوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کے عوض میں جو یونانیوں کے ہاتھوں تہِ تیغ ہوئے۔ اور جو مظالم کا تختہ مشق بنے رہے ہے۔ کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہ کریں۔ البتہ اگر کسی مسلمان کا یونانیوں پر ظلم ثابت ہو گیا۔ تو وہ فی الفور گولی کا نشانہ بنایا جائیگا۔ تمام وفادار شہریوں سے درخواست ہے۔ کہ امن و سکون سے رہیں۔ ترکی فوج شریف النفس اور امن پسند لوگوں کو مصائب و آلام سے نجات دینے کے لئے آ رہی ہے۔

تھریس

تھریس ترکوں کا ایک نہایت زرخیز اور شاداب صوبہ ہے۔ جسکو آجکل یونان اتحادیوں کے ایماء سے غصب کئے ہوئے ہے۔ اسی صوبہ میں مسلمانوں کے مشہور شہر اور قلعہ ایڈریانوپل۔ اوڈین اور روڈیتہ واقع ہیں۔ جن کو نہ صرف یونانی پامال کر رہے ہیں۔ بلکہ اس خیال سے کہ شاید ہمیں سمرنا اور تھریس سے کبھی بوریا بستر لپیٹنا پڑے۔ ان کی امیدوں کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ ایڈریانوپل وہ شہر ہے۔ جو سلطان سلیم سوم[1]

---

[1] - سلطان عبدالحمید خاں اوّل کی وفات (۱۲ رجب ۱۲۰۳ھ) کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر بیس سال کی تھی۔ بری بحری فوج اور ملک کے نظم و نسق میں اس نے نمایاں حصہ لیا۔ یہ سلطان بڑا متحمل مزاج اور علم و ہنر کا قدردان تھا۔ چاہتا تھا۔ کہ یورپ کے انداز پر ملک کی اصلاح کرے۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ سلطنت عثمانیہ کی قوت و شوکت کا مدار اسی جدید رفتار زمانہ کی پیروی پر ہے۔ مگر شیخ الاسلام

کے مقبرہ اور اپنی عالیشان مساجد کی وجہ سے ایک مقدس شہر مانا جاتا ہے۔ اور رجوؔ کی
ہیں ایک بہت بڑی پولیٹیکل اہمیت رکھتا ہے۔

سب سے پہلے ترکوں نے ۱۳۵۶ء میں سرزمینِ یوروپ پر قدم رکھا۔ اور صرف پانچ چھ سال ہی
کی قلیل مدت میں تھریس اور ایڈریانوپل کی فضا میں اسلامی علم لہرانے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا
کہ ترکی سلطنت کی کشور کشا تلوار یوروپ کی متکبر و متعصب سلطنتوں پر برق خاطف کیطرح
چمک رہی تھی اور کبھی متحد کسی اجتماعی طاقت کو بھی یہ حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ کہ اس کی بے پناہ
رَو کے سامنے چند منٹ ٹھہر سکے۔ یہ وہ وقت تھا۔ کہ اگر ترک چاہتے۔ تو ان تمام غیر مسلم
عناصر کو اپنے اندر جذب کر سکتے تھے۔ جو آج اس کے لئے اس درجہ موجبِ تکلیف بن رہے ہیں
لیکن غیور و اولوالعزم ترکوں نے اس ذلت خیز ننگ کو گوارا نہ کیا۔

تھریس میں اسلامی آبادی غیر اسلامی عناصر پر اس درجہ غالب ہے۔ کہ اس میں شک وشبہ کرنا
گویا آفتاب جہان تاب کی روشنی کو جھٹلانا ہے۔ تسکین و اطمینان قلب کے لئے ہم ذیل میں ایک
نقشہ دیتے ہیں۔ جو ترکوں اور یونانیوں کے شمار و اعداد پر مشتمل ہے۔

نام علاقہ	ترک	یونانی
ایڈریانوپل (جو کسی زمانہ میں سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ بھی رہا ہے)	۱۲۲۷۲۵	۲۳۷۵۴
قرق کلسیا	۱۰۰۹۱۹	۳۱۶۱۱

بقیہ صفحہ ۵۲ سے اور اس کا وزیر در پردہ اس کی اصلاحات کے مخالف تھے۔ آخر جب ینی چری فوج کے بل بوتے
پر ان دونوں نے تمام ملک میں اپنا جال پھیلا لیا۔ تو ۸ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ کو اس نوجوان بادشاہ کو تخت سے
معزول کر دیا گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب استنبول کی چند ایک نامور ہستیوں نے جدید سلطان مصطفےٰ خاں
چہارم ابن سلطان عبدالحمید خان اول کی بیعت سے انکار کر دیا۔ تو سلطان نے اپنے چچا سلطان سلیم سوم کو
خفیہ طور پر مروا دیا۔

۔ سلطان محمد اول ۸۱۶ھ نے بھی ۸۲۴ھ میں ایڈریانوپل ہی میں وفات پائی تھی۔ اور
اسی شہر میں شہزادہ سلیمان بن سلطان یزید نے امیر تیمور کے زمانہ میں بروصہ کے خزانوں پر قبضہ کرنے کے بعد
اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا تھا۔ یہ شہزادہ اپنے بھائی شہزادہ موسیٰ کے ساتھ ایڈریانوپل کے میدان ہی میں ۸۱۲ھ
میں لڑتا ہوا مارا گیا۔ شہزادہ سلیمان سے کے ساتھ قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ نے اپنی ایک عزیز رشتہ دار شہزادی کا

نام علاقہ	ترک	یونانی
رڈ دسٹو [1]	۱۰۷۵۳۳	۲۵۰۱۳
ڈیموٹیکا	۸۴۵۶۸	۳۹۴۸۷
ویدی غاچ	۲۹۶۶۰	۲۴۶۴۰
گولاجینی	۲۳۸۲۷۷	۲۱۷۳۵
نیوریکاب	۱۱۴۹۲۸	۱۹۴۳۴
بسیریز	۱۸۳۰۰۰	۷۸۰۰۰
ڈریمہ	۱۶۳۱۳۲	۲۵۴۱۱
میزان	۱۱۵۴۸۰۲	۳۰۳۲۱۲

یہ ایک معلوم و مشہور واقعہ ہے۔ کہ یونانیوں نے ہر ممکن جبر و ظلم سے تھریس کے ترکوں کو اپنے خانمان چھوڑنے اور جلاوطن ہونے پر مجبور کیا ہے۔ یہ زہرہ گداز مظالم آج اپنی بڑی سے بڑی ہوسناکی کے ساتھ مظلوم ترکوں پر ہو رہے ہیں۔ لیکن آہ کہ دنیا کے کان ان کی چیخ و پکار کو سننا گوارا نہیں کرتے۔ ۴ دسمبر ۱۹۲۱ء کا دن وہ دن تھا۔ جب بیس ہزار مسلمان ستم رسیدگان یونانی جبر و جور کے ہاتھوں تھریس کو ترک کرکے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ بایں ہمہ ترکوں کی آبادی کا تناسب یونانیوں سے اب بھی بدرجہا زیادہ ہے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مغربی اور مشرقی تھریس میں قریباً بیس لاکھ آدمی جن میں ترک۔ ارمنی یہودی بلغاری وغیرہ شامل ہیں۔ یونانی سلطنت کے آہنی پاؤں کے نیچے پامال ہو رہے ہیں۔ جن میں نصف سے زیادہ کلمہ گویانِ توحید اجنبی اور غیر ہمدرد تسلط و اقتدار کے ہاتھوں فغان

[1] یہ وہی مقام ہے۔ جہاں یونان نے شروع اگست ۱۹۲۲ء میں قسطنطنیہ پر حملہ و قبضہ کرنے کے خیال خام میں اپنی ۲۵ ہزار فوج جمع کر لی تھی۔ یہ شہر بھی اب معاہدہ سیورے کی رُو سے یونان کے قبضہ میں ہے۔ یہ مقام بحر ڈین ٹرکی کے سواحل پر واقع ہے۔ آبنائے گیلی پولی سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آبادی ۳۰ ہزار آدمیوں کی ہے۔ شہر کے چاروں طرف خوبصورت باغات ہیں بڑی بڑی سرائیں۔ عمدہ حمام۔ شاندار گرجے۔ شہر کی زینت کا باعث ہیں۔ غلہ۔ اُون تل یہاں کی تجارت ہے۔ ۱۳۶۹ء میں سربیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر بعد میں پھر ترکوں نے ان سے لے لیا۔

سنج ہیں ۔ اور اپنی آزادی و حریت کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔ لیکن وینیزیلاس (یونانی وزیر اعظم) اپنی
مجنونانہ حرص و آز میں وسیع ترکی آبادیوں پر قبضہ و تصرف کی دعویداری سے احتراز نہیں کرتا۔ اور
کہتا ہے ۔ کہ ان مطالبات کے لئے اس سے مؤثق وعدے کئے گئے ہیں ۔ لیکن کیا انصاف
سوز وعدوں کا ایفاء ۔ عدل کے لئے موت کا پیغام نہیں ہے ۔
یہ خوب یاد رہنا چاہیئے ۔ کہ بیس لاکھ اہل وطن کی غیرت کبھی اس ذلت و عار کو گوارا نہیں
کریگی ۔ کہ وہ اپنے پیدائشی اور خلقی حقوق کو یونانیوں کے حرص و آز پر قربان کر دیں
ایشیائے کوچک میں جہاں مصطفےٰ پاشا نے ایک زندہ اور آزاد اسلامی سلطنت
(نئی ترکی) قائم کی ہے ۔ یونانیوں کا وجود ایک دائمی اور غیر منقطع فسادات کا باعث ہوگا
مشرقی تھریس میں آپ یونانیوں اور ترکوں کی آبادی کا تناسب دیکھ چکے ہیں مغربی
تھریس میں آبادی کی میزان دو لاکھ بارہ ہزار چھ سو بائیس نفوس کی ہے ۔ اور تناسب
حسب ذیل ہے ۔
بلغاری ۶۹۱۵۴ پومک ۔ وہ بلغاری جو مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں ۱۱۷۳۹
اور ترکوں میں شمار ہوتے ہیں)
ترک ۔ ۷۳۲۲۰ ۔ یونانی ۔ ۱۵۷۰۶ ۔ یہودی ۔ ارمنی اور بعض وحشی
قومیں ۔ ۶۸۰۳
معمولی غور سے یہ معلوم ہو گا ۔ کہ یونانی کل آبادی کا صرف چوتھائی حصہ ہیں ۔ اور اس
پر بھی ایم ۔ وینیزویلاس ۱۵ مارچ ۱۹۱۳ء کے اعلان میں یہ دعوے کرتا ہے ۔ کہ یونان
کے تمام دعوے تھریس سے وابستہ ہیں ۔
اور ان دعاوی کے ثبوت میں دلیل یہ پیش کرتا ہے ۔ کہ یونانی آبادی ہی ساحل کے
کناروں پر بود و باش رکھتی ہے ۔ گو اندرونی حصہ میں یونانی نہیں ہیں ۔
یونانی حکومت اہل تھریس سے کیا سلوک کر رہی ہے ۔ اور اس کی برکات سے
بلغاروی اور ترک کس قدر پناہ مانگ رہے ہیں ۔ وہ ذیل کے واقعات سے جو ایک
نیوٹرل یوروپین مسٹر سی ۔ ایم گیرٹ نے ۲ اپریل ۱۹۲۲ء کو صوفیہ سے اخبار نیو
سٹیٹمین کو لکھے تھے ۔ وہ لکھتا ہے ۔

صوفیہ[1] میں علاوہ اور لوگوں کے تھریس کے خانہ کشتی بلغاروی ایک کثیر تعداد میں موجود ہیں وہ یہاں بھوکے پیاسے آتے ہیں۔ اور بلغاریہ کے اس بوجھ میں اور زیادہ اضافہ کا باعث ہو رہے ہیں۔ جس کے نیچے وہ پہلے ہی بہت کچھ دبا ہوا ہے۔
ترک مذاہب اور اعتقاد کا احترام کرتے تھے۔ مگر یونانیوں نے بلغاریوں کے گرجے بند کر دیئے۔ ان کے مقدس صحائف کو تباہ کر دیا۔ ان کے مدارس موقوف کر دیئے۔ اور ان کی قومی زبان کی جڑیں کاٹ دیں۔ اس لحاظ سے کہ یہ لوگ یہاں سے خود بخود ہی چلے جائیں۔ اور یونانیوں کے لئے جگہیں خالی کر دیں۔ اس میں خواہ ترک ہوں خواہ بلغاروی وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے"۔
مسئلہ تھریس پر بحث کرتے ہوئے پیرس کے ایک اخبار" ایکو ڈی لا اسلام" کا نامہ نگار صوفیہ سے اس کو لکھتا ہے۔ ہر چیز کے لئے کسی ضروری تلاش یا دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن تھریس کا مسئلہ ایسا ہے۔ کہ وہ بالکل صاف ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ یہاں کسی یونانی کی بود و باش رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے اور اس میں ترکوں۔ اور بلغاریوں دونوں کا اتفاق ہے۔ تھریس صرف ایک ہی صورت سے پامالی سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ترکوں کو ترکی تھریس اور بلغاریہ کو بحری تھریس مل جائے۔ ورنہ یہ زرخیز و شاداب زمین پامال ہو جائیگی۔ اور یہاں کی قوموں کے حقوق ہمیشہ خطرہ میں رہا کریں گے۔ ایڈریانوپل کا قلعہ قسطنطنیہ کی حفاظت و استقامت کے لئے ترکوں کے قبضہ میں رہنا نہایت ضروری ہے بلغاری ترکوں کے مشرقی تھریس کے دعوؤں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ خالص ترکی ملک ہے"۔
باوجود یونانیوں کے جور و تشدد کے تھریس میں پھر بھی کچھ ایسے سرفروش مسلمان ہیں جنہوں نے وطن کی آبرو اور اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اپنے محبوب ملک کو اغیار کے پنجہ سے نجات دلانے کے لئے ایک مجلس قائم کی ہے۔ اس مجلس نے دول یورپ کے غور و خوض کے لئے پیرس کانفرنس میں اپنی ایک عرضداشت اس مطلب کے

[1] صوفیہ بلغاریہ کا دار الخلافہ ہے۔

لئے روانہ کی ۔ کہ ایک بین الاقوامی کمیشن تحقیقات حالات کے لئے یہاں بھیجی جائے ۔ جو آبادی کی اکثریت کے حقیقی جذبات و حسیات کو معلوم کرے ۔ افسوس ۔ ان تجاویز پر جن کی تردید ناممکن ہے ۔ کوئی غور و خوض نہ ہوا ۔ ہم ان تجاویز کا خلاصہ جس سے تھریس کی ترک آبادی کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں ۔ ذیل میں لکھتے ہیں ۔

۱ ۔ تقسیم تھریس اور ایڈریانوپل کے یونانیوں کے حوالے کئے جانے پر جو ترکی کا ایک اہم مرکز اور عالم اسلام کا ایک متبرک شہر ہے ۔ ترکوں اور مسلمانوں کے دلوں میں نہایت پریشانی ہے ۔ تمام ترک اور مسلمان شہر کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں ۔

۲ ۔ تھریس کی سرحدوں کا تعین جیسا کہ کانفرنس نے تجویز کیا ہے ۔ اصول قومیت کے بہت منافی ہے ۔ کیونکہ اس کی رو سے تین لاکھ ترک جبرًا و قہرًا یونان کے حوالے کئے گئے ہیں ۔

۳ ۔ سمرنا اور ایڈریانوپل میں کوئی مناسبت نہیں ہے ۔ کیونکہ سمرنا کے یونانی ایک غیر قوم ہیں ۔ جن کا مقصد ہمیشہ تجارت کے ذریعہ روپیہ کھینچنا ہے ۔ جن کا معاشرتی یا اخلاقی نقطۂ نگاہ سے کوئی تعلق سمرنا کے ساتھ نہیں ہے ۔ بخلاف اس کے ایڈریانوپل کے ترک وہاں کے خاص باشندے ہیں ۔ اور نہ صرف وہاں کے حاکم اور تمام جائداد کے مالک ہیں ۔ بلکہ تمام تھریس ان کی تہذیب و تمدن کی زندہ یادگار ہے ۔

۴ ۔ ترکوں کو غلام بنا کر یونانیوں کے ماتحت رکھنا اور ان سے اس طرح انتقام لینا اصول انسانیت کے منافی ہے ۔ جس کا دول متحدہ اعادہ کرتی ہیں ۔

۵ ۔ اپنی جغرافیائی اور زراعتی اہمیت کی وجہ سے تھریس ترکی کا جزو لاینفک اور قسطنطنیہ کا پشت و پناہ ہے ۔ تھریس کی علیحدگی میں جس کی سرسبزی و شادابی کی شہرت عالمگیر ہے ترکی کی اقتصادی تباہی ہے ۔

۶ ۔ تھریس کی مجوزہ سرحد اس کی دونوں حدود کو غیر محفوظ کر دیگی ۔ اور دونوں ملکوں کی سرحدوں کا بحیرہ مارمورا کے سواحل سے ملحق ہونا اشتعال کا موجب ہوگا ۔ اور بالآخر ان کی وجہ سے دونوں سلطنتوں میں لڑائی شروع ہو جائیگی ۔ اس کے علاوہ اندرون بلکہ

میں یونانیوں کو بقاعدہ فوج تیار کرنے کا موقعہ ہاتھ لگ جائیگا۔ اور دارالسلطنت کے امن وامان میں فرق آجائیگا۔ اور مشرق قریبہ میں خلل واقع ہوگا۔
۷۔ سب سے آخر میں یہ کہ یونانیوں کا تھریس پر قابض رہنا جو ہمیشہ ترکوں پر جوروظلم کرتے رہتے اور جذبہ انتقامی سے لبریز رہتے ہیں۔ ترکوں کو کسی صورت میں بھی منظور نہیں ہے۔ سمرنا و تھریس کی واپسی کے لئے ترکان احرار نے دول متحدہ کے پاس کس قدر سفیر بھیجے۔ خود اہل تھریس نے اپنے مطالبات پیش کئے۔ جیسا کہ دفعات مذکورہ بالا سے عیاں ہے مسلمانانِ ہند نے خواہ وہ ہندوستان میں یا انگلستان میں کیسی کچھ اپیلیں کیں۔ مگر برطانیہ کی وزارت نے ایک لفظ بھی سننا گوارا نہ کیا بلکہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ انگورہ کے سفیر خارجہ کو انگلستان کی وزارت خارجہ نے منہ تک بھی نہ لگایا۔ باوجود اس قسم کے دل شکن بلکہ اشتعال پذیر طرز عمل کے مسلمان ہمیشہ اس دعا کے قائل رہے۔ جو ایسے ہی واقعات پر اللہ میاں نے اپنے کلام میں انہیں بتائی ہے۔ اور جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ "اے خدا ملک کا اصل مالک تو ہے۔ تو جس کو چاہتا ہے۔ ملک دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ ہر قسم کی بھلائی (برائی) تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ تو مُردوں میں سے زندے اور زندوں میں سے مردے نکال لیتا ہے۔ اور تو جسے چاہے۔ بحساب رزق دیتا ہے"۔
چنانچہ مسلمانوں نے اس دعا کا نتیجہ دیکھ لیا۔ وہ سمرنا جس کو یونانی اتحادیوں کے بل بوتے پر میراثِ پدر سمجھ چکے تھے۔ ترکوں نے اپنی خارا شگاف تلوار سے ۱۹۲۲ء کا اگست ختم ہونے سے پیشتر ہی خالی کرالیا۔ ترکی فوجیں چناق تک جا پہنچی تھیں۔ اور مشرقی تھریس پر ترکی قبضہ چند ساعت کی بات تھی۔ کہ یورپ کے چودھری یعنی دول متحدہ بیچ بچاؤ کرنے کے لئے درمیان میں آگھسے حالانکہ اگست کی ابتداء میں رودسٹو پر ۲۵ ہزار فوج قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے جمع کرکے خود یونان نے چھیڑ خانی شروع کی تھی۔

مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان تو یونان کے اس قدر طرفدار تھے۔ کہ انہوں نے قسطنطنیہ کی اتحادی افواج کے کمانڈر جنرل ہیرنگٹن کو الٹی میٹم کا کاغذ بھی دیدیا تھا کہ اگر حکومتِ انگورہ صلح یا التوا پر آمادہ نہ ہو۔ تو جنگ کا اعلان کر دیا جائے۔ لیکن جنرل ہیرنگٹن اور ان کے دوسرے مشیرانِ کار نے عقلمندی سے کام لیکر الٹی میٹم غازیانِ انگورہ کو دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک طرف تو لائڈ جارج جوش سیجیت سے اندھا ہو رہا ہے۔ اور دوسری طرف نہ صرف فرانس اور اٹلی نے شرکت جنگ سے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ خود انگلستان کی پبلک جنگ کے خلاف ہے۔ بلکہ انگلستان کے اخبارات ڈیلی میل اور ڈیلی اکسپرس وغیرہ نے صاف طور پر لکھ دیا۔ کہ یونانی مشرقی تھریس سے جتنی جلدی نکل جائیں اچھا ہے۔ خدا کی شان ہے۔ جس حکومت کو ڈاکوؤں کی جماعت سمجھا جاتا تھا۔ اب اس سے خود صلح کی درخواستیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ حکومت انگورہ اور دول متحدہ میں جنرل عصمت پاشا اور جنرل ہیرنگٹن کی معرفت التوا کی ابتدائی شرائط طے ہو کر ترکی افواج چناق سے واپس آجاتی ہیں۔ اور دول متحدہ ترکان احرار سے وعدہ یہ کرتے ہیں۔ کہ ۵۰ یوم کے اندر تھریس یونانیوں سے خالی کرا دیا جائیگا۔

ترکوں کی اس شاندار فتح کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ شاہِ یونان تخت سے معزول ہو کر خفیہ طور پر ایتھنز سے فرار ہو گیا ہے۔ اور ۲۰ ۔ اکتوبر کو مسلمانوں خصوصاً ترکوں کے مشہور دشمن مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے بھی وزارت سے استعفا دیدیا ہے۔

حکومت انگورہ نے جنرل رفعت پاشا کو مشرقی تھریس کا گورنر مقرر کیا ہے۔ جو ۱۹ ۔ اکتوبر کو اسمرنا سے قسطنطنیہ میں پہنچے۔ جہاں ان کا ایسا شاندار استقبال ہوا۔ کہ بقول نامہ نگار سول ملٹری گزٹ ایسے زبردست مظاہرے بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں۔ اخبار مذکور کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ جس رستے سے رفعت پاشا گذرتے تھے۔ عورتیں۔ مرد۔ بچے سپاہی مٹھیاں بھر بھر کر گلاب کے پھول ان پر پھینکتے تھے۔ طلبا رستے کے دو رویہ کھڑے تھے۔ اور پورے جوش سے ساتھ قومی گیت گا رہے تھے۔ تین بجے سہ پہر رفعت پاشا جہاز سے اوترے۔ بے حد

گرمجوشی کا اظہار ہوا۔ سب سے آگے ان کی گاڑی تھی۔ پھر ان کے بارہ ہمراہی افسروں کی۔ پھر موٹریں۔ گاڑیاں۔ مقامی فوج کے دستے جندارمہ کی ایک کمپنی۔ مدارس حربیہ کے طلبار۔ رفاعی درویش۔ غرض نہایت مؤثر اور حیرت انگیز اجتماع تھا۔ جو ظاہر کرتا تھا۔ کہ انگورہ اور آستانہ کے ترکوں کا واحد مقصد یہ ہے۔ کہ ترکی ممالک معہ قسطنطنیہ کے صرف ترکوں کے لئے ہے

جب یونانی فوجی دستے مشرقی تھریس سے نکل جائیں گے۔ تو تیس یوم کے اندر اتحادیوں کی زیر نگرانی شہریوں کو علاقہ خالی کرنے کی کافی مہلت ملجائیگی۔ اس کے بعد مشرقی تھریس میں جنرل رفعت پاشا کے ماتحت ترکی سول انتظام شروع ہو جائیگا۔

سمسون

اناطولیہ (ایشیائے کوچک) کا یہ مشہور بندرگاہ بحیرہ اسود کے کنارہ پر واقع ہے اس کی مردم شماری سنہ ۱۹۰۰ء میں تین ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ اور اب بائیس سال کے بعد تو یقیناً اس میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہو گا۔ بغداد اور اندرونی ترکی قلمرو سے جو ایشیائے کوچک ممالک میں ہے۔ اس کی بہت وسیع تجارت ہے۔ اس بندرگاہ میں جہازوں کے لنگر انداز ہونے کا سب سے بڑا مقام راس سمسون کے نزدیک واقع ہے۔ اور اس کا عمق چھ بام ہے۔ اس کے گھاٹ میں شمالی ہوا اکثر چلتی رہتی ہے یہاں کی تجارت برآمد میں قابل ذکر چیزیں تانبا۔ لکڑیاں۔ گیہوں اور تمباکو ہیں۔ زمانہ قدیم سے لیکر وسطی صدیوں کے خاتمہ تک بحیرہ اسود کے بندرگاہوں یعنی طرابزون سمسون اور سینوب وغیرہ بحری مقامات میں جہازات کی بکثرت آمدورفت رہتی تھی۔ اور ان میں اکثر بحری لٹیروں کے جہازات بھی ہوتے تھے۔

عارضی صلح کے بعد بھی یونانیوں کی سفاکیاں خفیہ و علانیہ برابر جاری رہیں۔ چنانچہ یوسف کمال بے وزیر خارجہ انگورہ نے سفرائے یورپ کو ستمبر ۱۹۲۱ء میں لکھا کہ عارضی صلح کے بعد اب تک سمسون میں ۶۹۳ مسلمان قتل ۹۵ زخمی اور ۱۵ اعدم پتہ

ہزار تیرہ عورتوں کی عصمت دری ہو چکی ہے - اور سارے ضلع سمسون میں اب تک اہم مواضعات اور ۲۴ کارخانے جلائے جا چکے ہیں - نیز قسطنطنیہ کا یونانی سقفِ اعظم یونانی حکومت کیساتھ سازباز کر کے بحیرہ اسود کے کنارے سمسون میں ایک یونانی سلطنت قایم کرنے کا خواہشمند ہے - اور اسی غرض کے لئے یونانیوں نے متعدد خفیہ انجمنیں بنا رکھی ہیں -

۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء کو اتحادی ہائی کمشنران قسطنطنیہ کے افسر اعلیٰ نے مصطفیٰ کمال پاشا کو لکھا - کہ یونانی عورتیں - بچے اور بوڑھے سمسون سے جلاوطن کئے جا رہے ہیں - ترکی مفاد کی خاطر آپ دوبارہ اس فیصلہ پر غور کریں - اور ان کی جلاوطنیوں کا سلسلہ بند کریں - یوسف کمال بے نے ۱۲ جولائی کو حکومتِ انگورہ کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا سمسون کے یونانی عورتوں بچوں - بوڑھوں کے نقلِ مکان کی خبریں قطعی غلط ہیں - البتہ جن لوگوں نے علانیہ اور خفیہ انجمنوں کے ذریعہ حکومتِ وقت کو تباہ کرنے کی تدابیر میں حصہ لیا ہے اُن کو جلاوطن کیا جا رہا ہے -

جولائی ۱۹۲۲ء میں یونانی سپاہ نے جب انتقامی جذبات سے بے قابو ہو کر آزاد تجارتی بندرگاہ سمسون پر گولہ باری کی - تو انگورہ گورنمنٹ کو اس پر بجا شکایت ہوئی - اور اس نے اس حادثہ پر صدائے احتجاج بلند کی - انگورہ گورنمنٹ کے نمائندہ مقیم آستانہ نے انگلستان - اٹلی - فرانس اور جاپان کے نمائندگان مقیم آستانہ سے ملاقات کی - اور ان کے سامنے یونانیوں کی اس تازہ شرارت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا - کہ سمسون پر یونانی گولہ باری کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ نکلیگا - کہ انگورہ کی قومی مجلس کے ارکان کے قلوب میں یونانیوں کے خلاف آتشِ غضب بھڑک اٹھیگی - انگورہ گورنمنٹ نے جو احتجاجی یاد داشت روانہ کی - اس کا مضمون بلفظہ یہ ہے -

"انگورہ کی قومی مجلس کی حکومت آپ کی توجہ فوراً اس یونانی شرارت کی طرف دلانا چاہتی ہے جو اس کی بحری قوت نے بحیرہ اسود میں کی ہے"۔

یونانی بحری بیڑہ نے جس میں تین جنگی جہاز اور ۵ بار برداری کے جہازات تھے - شہر سمسون پر

جو آزاد تجارتی بندرگاہ ہے۔ گولہ باری کی جس سے بعض مکانات کو نقصان پہنچا۔ اور کچھ لوگ مارے گئے "۔

یہ امر ظاہر ہے۔ کہ یونانیوں کی یہ حرکت ایک فوجی حرکت ہے۔ جس سے مقصود صرف یہ تھا۔ کہ جانی و مالی نقصان کیا جائے۔ اور خونریزی کو جاری رکھا جائے۔ اور یہ کہ مسلمانان اناطولیہ میں ہیجان پیدا کیا جائے۔ لیکن انگورہ کی قومی مجلس کی حکومت نے باوجود اس کے کہ وہ جنگ کو حصول استقلال و حیات کے لئے جاری رکھنا چاہتی ہے۔ یہ امر ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ اعلےٰ انتظام کی قابلیت رکھتی ہے۔ اور اس قسم کے ہیجان پیدا کرنیوالے واقعات میں بھی اس کے انتظام میں خلل نہیں آیا ہے یونانیوں کی یہ کوششیں بھی خدا کے فضل و کرم سے تباہ و برباد ہو گئی ہیں۔ اور وہ اناطولیہ کے مسیحیوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں کسی قسم کا فرق نہیں ڈال سکے ہیں۔ کیا یہ امر باعث مسرت نہیں ہے۔ کہ اناطولیہ کے مسیحی اور مسلمان نہایت خوش ہیں۔ اور اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔

انگورہ گورنمنٹ کا وزیر خارجہ آپکی حکومت‌ؔ کو یونانیوں کی بیجا کارروائیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور اس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اس گولہ باری اور اسی قسم کی دوسری کارروائیوں سے یونانیوں کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ اناطولیہ کے مسیحی و اسلامی عنصروں کے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات کو شکست دے۔ اور یہ بیجا حرکتیں اُن کے ان مظالم کے علاوہ ہیں۔ جو انہوں نے مختلف مقامات میں بیگناہوں پر روا رکھے ہیں ان مظالم اور بے جا کارروائیوں کی باز پرس دنیا کی عام رائے کر سکتی ہے۔ اور دول کی توجہ ان کارروائیوں نیز یونانی دسائس (فریب و مکاری) کی طرف دلا سکتی ہے اس سلسلہ میں دنیا کی عام رائے ایک مرتبہ پھر یہ مطالبہ کرتی ہے۔ کہ اناطولیہ کو دول حلفاء کے اقرار کے بموجب اور مشرق قریب میں امن و سکون قایم کرنیکی خاطر فوراً یونانیوں سے خالی کرا دیا جائے "۔

(دستخط) یوسف کمال (وزیر خارجہ انگورہ گورنمنٹ)

ایک امریکن اسٹیمر جس نے حادثہ سمسون کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آستانہ پہنچا ہے۔ اور اس کے کپتان نے سرکاری طور پر اس حادثہ کے متعلق ایک یادداشت امریکن سفیر آستانہ کو حوالہ کی ہے۔ جس میں حادثہ کی پوری تفصیل دی گئی ہے۔ کپتان مذکور نے اپنی یادداشت میں بیان کیا ہے۔ کہ یونانی گولہ باری سمسون پر ساڑھے ۱۵ گھنٹہ تک جاری رہی جس سے ۲۰ مکانات اور دس دکانیں تباہ ہوئیں۔ ۴۰ آدمی مارے گئے۔ اور ۷ زخمی ہوئے۔ جو مکانات اس گولہ باری میں تباہ ہوئے ہیں۔ ان میں امریکہ کی کمپنی ادستون کی کوٹھی بھی ہے۔ یہ کوٹھی تمباکو کی تجارت کرتی تھی۔ اور مشرق میں سب سے بڑی کمپنی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ جن کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکا ہے آستانہ میں مشہور ہے۔ کہ امریکن حکومت اس پر صدائے احتجاج بلند کریگی۔ کیونکہ امریکہ کا نقصان دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ ہوا ہے۔

انگورہ گورنمنٹ نے صرف احتجاجی یادداشت پر ہی اکتفا نہیں کی۔ بلکہ مجلس عالیہ ملیہ میں فوزی پاشا کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں سمسون پر یونانی گولہ باری کے نتائج دکھائے گئے۔ جنرل فوزی پاشا نے اپنی دھواں دھار تقریر میں کہا۔ جو جیرہ دستی سمسون میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ عنقریب یونان اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ ہم آگ کا بدلہ آگ سے اور تلوار کا انتقام تلوار سے لیں گے۔ راتیں آنیوالی ہیں۔ اور عنقریب ہی جو زندہ رہیگا۔ وہ دیکھ لیگا۔

حکومت یونان نے ان مظالم کی نسبت ایک معذرتی اعلان شایع کرکے اس میں طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں۔ اور لکھا ہے۔ گولہ باری کا مقصد میگزین۔ جبر خانوں اور ذخار حربیہ کو تباہ کرنا تھا۔ اس عذر لنگ کی حقیقت سب جانتے ہیں۔

انگورہ گورنمنٹ نے یونانی ڈاکوؤں کی ایسی ہی ناانصافیاں دیکھکر اپنی بحری طاقت کو مضبوط کرنیکی طرف توجہ کی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں سمسون میں ایک بحری کالج قایم کرنیکی منظوری دی گئی ہے۔ تاکہ نیشنل نیوی "قومی بحری فوج" کی ملازمت کے لیئے افسروں اور سپاہیوں کو تیار کیا جائے۔ تعلیم و ہدایات کا کام شروع ہو گیا ہے۔ سمسون سے ایک اخبار بھی شایع

ہوتا ہے - جس کا نام "الہلال" ہے -
جون یا جولائی ۱۹۲۲ء کے ایام میں وجیہہ نافذ بک حاکم سمسون معہ سلیمان بک تاجر قونیہ سکندریہ (مصر) سے گذرے - حکومت مصر نے (جس کی نسبت کہا جاتا ہے - کہ اب وہ آزاد حکومت ہے) حاکم سمسون اور ان کے ساتھی کو ساحل پر اترنے کی اجازت نہ دی - تاہم مصر کے نامور اخبار اللواء کا نمائندہ ان کے پاس پہنچا - ان میں مظالم اناطولیہ کی نسبت جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے -
سوال :- انگلستان دعوئے کرتا ہے - کہ ترک احرار نے اناطولیہ میں یونانیوں پر مظالم توڑے ہیں -
جواب :- بین الاقوامی تحقیقاتی وفد کی روئداد سے اس دعوئے کی تکذیب ہوتی ہے - حقیقت یہ ہے - کہ حکومت انگورہ نے ایک خفیہ یونانی جماعت کا سراغ لگایا ہے - جو اتنی سال سے امن عامہ میں خلل انداز ہو رہی ہے - اور مسلمان عثمانی افسروں اور جمہور کے سر برآوردوں کو قتل کرنے کے درپے رہی ہے - حکومت نے اس کے ساٹھ آدمیوں کو گرفتار کر کے ملک کے قانون کے مطابق سزائیں دی ہیں - کسی کو حق حاصل نہیں - کہ ان مجرموں کا فیصلہ کرنے کے لئے توہمہ تن مستعد ہو جائے - مگر کئی ہزار خاندانوں کو تباہ و برباد دیکھکر اس کا جوش شفقت حرکت ہی میں نہ آئے - جن کی عورتیں بیوہ ہو گئیں - مال چھن گئے - گھر برباد ہو گئے - جب اس وحشیانہ بربریت کے اظہار کا وقت آئیگا - تو اس جمعیت غیبتوس کے تمام کاغذات دنیا کے سامنے رکھدیئے جائیں گے -
اس کے بعد آپ نے مصر کی ترقی اور اس کی فلاح وبہبود کی دعا فرمائی - اور اہل مصر کا شکریہ ادا کیا - کہ انہوں نے اناطولیہ کے مصیبت زدگاں کے لئے زر اعانت بھیجا ہے

سنیوب

ایشیائے کوچک کا مشہور شہر اور بندرگاہ ہے - مشہور فلاسفر دیوجانس کلبی اسی شہر کی خاک سے پیدا ہوا تھا - جس وقت سلجوقی حکمرانوں نے یہ شہر یونانیوں سے چھین لیا - تو

ہنہوں نے اسے صوبہ قسطمونی کے ماتحت کر دیا۔ پندرھویں صدی عیسوی کے نصف روز تک یہ بندرگاہ ان سلجوقی امیروں کے قبضہ میں رہا۔ جو عثمانی سلاطین کے زیر اثر و ماتحت تھے۔ ۱۸۵۳ء میں روسیوں نے اس بندرگاہ پر حملہ کیا۔ اور متعدد ترکی جہاز جو یہاں موجود تھے۔ جلا ڈالے۔ اور شہر کا بڑا حصہ بھی منہدم کر ڈالا۔

آج کل اس بندرگاہ سے چاول۔ میوہ جات اور کھالوں کی تجارت ہوتی ہے۔ جنگ سے پہلے اس بندرگاہ میں ایک ترکی کارخانہ جہاز سازی موجود تھا جس میں ہلکی قسم کے جنگی جہازات تیار ہوتے تھے۔

شہر کی آبادی دس ہزار آدمیوں سے زائد ہے۔

صوبہ قسطمونی پر جس میں سنیوب ایک بڑا شہر تھا۔ عہد قدیم سے اسلامی حکمرانوں کا ایک خاندان جو خاندان اسفندیار کے نام سے موسوم تھا۔ حکمران چلا آتا تھا یہ خاندان اگرچہ دولت عثمانیہ کا باجگزار تھا۔ مگر تیموری نسل کی وجہ سے دل میں سلاطین عثمانیہ کا سخت بدخواہ رہتا تھا۔ اور اکثر اوقات بے جا فتنہ انگیزی بھی کرتا رہتا تھا سلطان نے دیکھا۔ کہ یہ بغلی گھونسہ مار آستین کا کام کر رہا ہے۔ یہ کانٹا نکل ہی جائے۔ تو اچھا ہے۔ چنانچہ اس کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنی بحری و برّی فوج کی مدد سے اس نے ۸۶۵ھ میں اس پر حملہ کیا۔ امیر قسطمونی بھی تیموری نسل سے تھا۔ اس کو شکست تو ضرور ہو گئی۔ مگر اپنی بساط سے بڑھکر ایک سال تک سلطان کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر ۸۶۶ھ میں سلطان نے اس کو شکست دیکر قسطمونی اور سنیوب اور تمام صوبہ پر قبضہ کر لیا۔

طرابزون

سلطان محمدؒ دوم فاتح قسطنطنیہ نے بائیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر جلوس کیا خاندان عثمانیہ کا یہ ساتواں تاجدار جس کا عہد حکومت ۸۵۵ھ سے ۸۸۶ھ تک رہا ہے۔ فاتح قسطنطنیہ ہونے کی حیثیت سے ایک جداگانہ ہستی رکھتا ہے جب

اس یکتائے زمانہ سلطان نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ اس وقت بہت سے ممالک آزاد و خود مختار تھے۔ جن میں ایشیائی ٹرکی کے بعض ممالک ابن کرمان۔ سینوب اور طرابزون وغیرہ بھی تھے۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد سرویہ کی طرف توجہ ہوئی۔ ۶۳ میں اسے بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد طرابزون کی طرف متوجہ ہوا۔ جس پر قسطنطنیہ کے قیصری گھرانہ (عیسائی رومی شہنشاہ) کا ایک امیر قابض و متصرف تھا۔ جب قیصر روم جیسا زبردست شہنشاہ سلطان سے شکست کھا کر یونان کے کسی جزیرہ میں گمنامی کی موت مر گیا۔ تو اس امیر بیچارے کی سلطان کے آگے کیا ہستی تھی۔ سرویہ اور طرابزون سلطان نے ایک ہی سال میں فتح کئے تھے۔

ترکوں نے شہر طرابزون کا محاصرہ کرنے کی حالت میں وہاں کی بندرگاہ میں ایک بڑا جہاز پایا جس کی باربرداری کا وزن ۱۱۲ ٹن تھا۔ اس نمونے کو دیکھ کر ترکوں کو بھی بڑے بڑے جہاز بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ اس جہاز کو کارخانہ جہاز سازی میں لے آئے۔ اور اسی قسم کا ایک جہاز تیار کیا۔ مگر وہ وزن میں نمونہ کے جہاز سے بڑھ گیا۔ اور اسی لئے جب اسے پانی میں تیرایا گیا۔ تو وہ دریا کی تہ میں بیٹھ گیا۔ اور اس سے نتیجہ انہوں نے یہ نکالا۔ کہ کارخانہ کا موقعہ اچھا نہیں ہے۔ چنانچہ کارخانہ انہوں نے دوسری جگہ منتقل کر لیا۔

طرابزون قسطنطنیہ سے ۹۰۰ کیلومیٹر اور ارض روم سے ۲۰۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر ایشیائی کوچک کا ایک مستحکم شہر ہے۔ اس کی آبادی ۱۹۰۸ء میں اسی ہزار آدمیوں سے زیادہ تھی اب ایک لاکھ سے کیا کم ہو گی۔ اس شہر میں بہت سے قدیم آثار موجود ہیں منجملہ ان کے لاپلوں کی ہیکل بھی ہے۔ اس شہر کی بندرگاہ میں جہازوں کی بکثرت آمد و رفت رہتی ہے۔ یہاں کے مال برآمد ہیں۔ کتان۔ رسیاں۔ تمباکو۔ کپڑے۔ خرادی ہوئی چیزیں اسلحہ شکر۔ دودھ۔ تیل اور آلات شیشہ وغیرہ اشیا بہت نکلتی ہیں۔ عثمانی جہازراں کمپنی مخصوصہ کے جہاز یہاں خاص طور پر اپنی ڈاک قائم رکھتے تھے۔ جنگ سے پہلے فرانسیسی آسٹروی۔ اور روسی جہازراں کمپنیوں کے جہاز بھی قسطنطنیہ اور باطوم[1] جاتے ہوئے یہاں

[1] دریائے باطوم کے قریب طرابزون سے شمال مشرقی جانب براہ دریا ۲۶ میل کے فاصلے پر واقعہ ہے

قیام کرتے تھے۔

شہر طرابزون بہت قدیم اور تاریخی مقام ہے۔ زمانہ قدیم میں اسکی شان و شوکت قابل رشک تھی۔ یہ شہر قسطنطنیہ کی تعمیر سے پہلے بہت سے (عیسائی) تاجداروں کا دارالحکومت رہ چکا ہے سلطان سلیم اول نے بھی یہاں کچھ عرصہ تک اقامت رکھی ہے۔ اس شہر کا گھاٹ جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں شمالمغربی گوشہ کی طوفانی ہوا اکثر چلتی رہتی ہے۔ طرابزون کے ساحلوں پر اور بھی کئی بحری مقامات ہیں۔ جن میں سے ریزہ ۔ کیرہ سون ۔ اُدقت اور زنیرہ پولی بہت مشہور ہیں۔ طرابزون ایک سربرآوردہ بندرگاہ ہے۔ لیکن جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہاں جہازوں کا قیام محض اسی حالت میں ممکن ہوتا ہے۔ جبکہ ہوا معتدل ہو۔

چانقیہ

شہر انگورہ کے سامنے چند فرلانگ کے فاصلہ پر ایک پُرفضا پہاڑی واقعہ ہے۔ جس کا نام چانقیہ ہے۔ اسی نام سے اس پہاڑی پر دیہاتی زندگی کا ایک گاؤں بھی آباد ہے۔ جو اب جدید مکانات کی تعمیر اور لوگوں کی کثرت سے انگورہ کا ایک محلہ بن رہا ہے۔ چانقیہ کی انگورہ کے ساتھ وہی نسبت ہے۔ جو مزنگ کی لاہور کے ساتھ ہے۔ مگر چانقیہ میں یہ فضیلت و برتری ہے۔ کہ سلطنت انگورہ کا بانی غازی مصطفےٰ کمال پاشا خود چانقیہ میں رہتا ہے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ نمبر ۶۶ ۔ اس شہر کا بندرگاہ بہت محفوظ ہے۔ بحری دنیا میں اس کی بہت شہرت ہے۔ اس کے گھاٹ میں کنارہ سے قریب بڑے سے بڑا جنگی جہاز لنگر انداز ہو سکتا ہے۔ جنگ روم و روس میں اس پر بہت سے ناکام حملے کئے۔ لڑائی میں تو وہ باطوم نہ لے سکا۔ لیکن جب صلحنامہ مرتب ہؤا۔ تو معاہدہ برلن کی رُو سے روس نے اس پر قبضہ کر لیا پیٹرولیم تیل کے چشمے یہاں بکثرت ہیں۔ اس شہر کی آبادی مسلمانوں عیسائیوں اور چرکس لوگوں کو ملا کر دو ہزار کے قریب ہے۔ باطوم آج کل روسیوں کے قبضہ میں ہے۔ یہاں ۱۹۲۲ء میں حکومت انگورہ نے ایک تجارتی کوٹھی کھولی ہے۔ جس سے اناطولیہ و قفقاز کے درمیان تجارتی تعلقات مضبوط ہو جانیکی توقع ہے۔

چانقیہ میں حال ہی میں ایک نئی سڑک بنائی گئی ہے۔ جو شہر کو غازی ممدوح کے محل سے ملا دیتی ہے۔ انگورہ کے ایک رئیس نے یہ محل اپنی طرف سے غازی کمال پاشا کو نذر کیا تھا۔ غازی ممدوح نے اسے فوج کے نام منتقل کر دیا۔ اور خود بطور سپاہیوں کے مہمان کے اس میں رہتے ہیں۔

اس سڑک میں کئی نشیب و فراز ہیں جس وقت مصطفےٰ کمال کا گذر ہوتا ہے۔ تو سڑک پر پہرہ لگ جاتا ہے۔ دوسرے اوقات میں کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے۔ کیونکہ چانقیہ بھی انگورہ کا ایک محلہ تنبتا جاتا ہے۔

چانقیہ کے مکانات کی تعمیر میں سادگی کے ساتھ دل فریبی بھی ہے۔ انگورہ کی ہری ہری بیلیں ہر مکان میں موجود ہیں۔ اور ان کی ٹہنیوں۔ پتوں۔ اور خوشوں کا سبزہ زار جب مکانات سے سر باہر نکالتا ہے۔ تو کیا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ چانقیہ میں چھوٹی اور بڑی حیثیت کے ہر قسم کے مکانات پائے جاتے ہیں۔ جن کے گلی کوچوں میں نوجوان عورتیں بے نقاب و بے حجاب پھرتی ہیں۔ بعض گھوڑوں پر سوار ہوتی ہیں۔ بعض پیادہ۔ صرف ایک جال بانقاب چوٹی میں پڑی رہتی ہے۔ جس سے بال پریشان نہیں ہوتے۔ اور نہ ہوا کے جھونکوں کو ان سے اٹھکیلیوں کا موقعہ مل سکتا ہے۔ یہ باتیں دیہاتی زندگی کا ایک لازمہ ہیں۔ اور چانقیہ کو ہنوز اس قسم کی آزادی حاصل ہے۔

موسم گرما میں چانقیہ کی دلفریبیاں ہر کہ و مہہ کا دامنِ دل کھینچکر کہتی ہیں۔ کہ "جا اینجا است" انگورہ کے ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ موسم گرما چانقیہ کی پُرفضا پہاڑی پر بسر کروں۔ ضرورت کے مقابلہ میں چونکہ مکانات کی وہاں قلت ہے۔ اس لئے چھوٹے چھوٹے دیہاتی مکانات کے لئے بھی خوب جد و جہد ہوتی ہے۔ جاڑے میں بھی مکانات خالی نہیں ہوتے۔ کیونکہ مصطفےٰ کمال پاشا موسم سرما میں گذارتے ہیں۔ ان کا محل آشیانہ عقاب کی طرح بہت بلندی پر واقعہ ہے۔ جہاں سے اردگرد کے علاقہ کی خوب حفاظت ہوتی ہے۔ اس کے چاروں طرف قدرتی سنگین استحکامات ہیں۔ یہ مقام بلحاظ اپنی رفعت اور آب و ہوا کی لطافت کے تمام اطراف سے انسانی توجہ کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔

۱۹۲۱ء میں ایک فرانسیسی خاتون نے دو مرتبہ انگورہ کا سفر کیا - اور وہ دونوں مرتبہ چانقیہ میں مصطفےٰ کمال پاشا سے ملی پہلی مرتبہ وہ مئی جون کی تپتی ہوئی گرمیوں میں آئی - اور دوسری مرتبہ نومبر ۱۹۲۱ء میں ہز اکسلنسی جلال الدین عارف بے کے ہمراہ موٹر پر آئی - اور نومبر دسمبر کے دو مہینے چانقیہ میں رہی - وہ لکھتی ہیں - مصطفےٰ کمال پاشا نے دوران گفتگو میں کہا - اس مرتبہ چانقیہ میں آپ کلیتاً میری مہمان ہونگی - آپ اسے اپنا گھر سمجھیں - جہاں جی چاہے دیکھیں بھالیں - جب آپ اطمینان اور مرضی سے سب حالات معلوم کریں - تو ہم آپ سے ایک درخواست کریں گے - کہ اگر وہ افسانے اور قصے جو غلطی سے ہماری طرف منسوب کئے جاتے ہیں - آپ کو بے بنیاد ثابت ہوں - تو اصل حالات کی اشاعت کر کے غلطیوں کا ازالہ کریں -

چنانچہ اس فرانسیسی خاتون نے سفر انگورہ سے واپس آ کر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سوانح حیات کے متعلق ایک طویل مضمون اخبارات میں شایع کیا - جس میں ثابت کیا - کہ غازیٔ انگورہ نہ صرف استقلال و حریت کا علم بردار ہی ہے - نہ صرف ایک جانباز سپاہی ہی ہے - بلکہ وہ ایک جلیل القدر مدبر بھی ہے - اسی ضمن میں اس نے چانقیہ کے پُر فضا مقام اور اس کی دلفریبیوں کا ذکر بھی کیا -

عسکی شہر

سرزمین اناطولیہ کا یہ قدیم شہر بروصہ کے ضلع میں اس لائن پر واقع ہے - جو حیدر پاشا سے انگورہ کو جاتی ہے - عسکی شہر ریلوے سٹیشن بھی ہے - اور اس لئے خاص اہمیت رکھتا ہے قونیہ کو جو مسافر جاتے ہیں - ان کو یہاں سے ریل بدلنی پڑتی ہے -

یہ شہر دریائے پرساکسو کے داہنے کنارہ پر آباد ہے - ۱۹۱۲ء میں اسکی مردم شماری بیس ہزار نفوس کی تھی - جس میں پندرہ ہزار مسلمان اور پانچ ہزار عیسائی تھے - اسکی یا عسکی ایک ترکی لفظ ہے - جس کے معنی قدیم ہیں - اور یہ شہر فی الواقعہ اس قدر پرانا ہے - کہ حضرت مسیح کی ولادت سے بھی تین سو سال پیشتر اس کا ذکر تاریخوں میں پایا جاتا ہے - بازنطائن کے زمانہ میں

یہ شہر دارالسلطنت اور فوجی کیمپ رہا ہے۔ شہر کے عین درمیان دریا بہتا ہے۔ جس سے اس کی دلفریبی و رونق نمایاں ہے۔ شہر کے جنوب میں بازار اور ہر قسم کے دوکاندار آباد ہیں اور گندھک کے گرم چشمے بھی شہر کے اسی حصہ میں پائے جاتے ہیں۔ شہر کا دوسرا حصہ دریا کے پار ہے۔ اور وہ جنوبی حصہ سے قدرے بلندی پر واقع ہے۔ متمول لوگوں کے مکانات سرکاری عمارتیں۔ اور توپخانہ کی چھاؤنی سب اسی طرف ہے۔

اناطولیہ بھر میں عسکی شہر کی آب و ہوا سب سے بہترین سمجھی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بیماروں کو تبدیل آب و ہوا کے لئے ڈاکٹر لوگ عسکی شہر میں جانے کی تاکید کرتے ہیں۔ دریا میں مچھلیوں کی کثرت ہے۔ اور یہاں کے لوگ اس کو بکثرت و برغبت کھاتے ہیں۔ گرد و نواح کے میدانوں میں کاشت اچھی ہوتی ہے۔ زمین زرخیز ہے۔ اور لوگ عموماً خوشحال ہیں۔

یہاں سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر میرشام کی ایک کان ہے۔ جس سے حقہ کی چلمنیں بنائی جاتی ہیں۔ چند سال ہوئے۔ جرمنی نے اس کان کی مٹی سے چائے خورانی کے ظروف (پرچ۔ پیالیاں۔ چاردانی وغیرہ) بنائے تھے۔ جو چینی کے برتنوں کی طرح صاف اور خوش نما ہوتے تھے۔ جنگ یوروپ سے پہلے عسکی شہر کی اس کان سے ۲۷ لاکھ ۲۰ ہزار پونڈ یا مگر دوڑھ لاکھ تیس ہزار روپیہ کا میرشام جرمنی کو بھیجا جاتا تھا۔ جنگ کے دوران میں تجارت رک گئی۔ مگر جب ترکان احرار نے برپرزے درست کئے۔ اپنا نظام عمل قائم کیا۔ اور لوگوں میں اطمینان قلب پیدا ہوا۔ تو اس حسن انتظام سے آمدنی تقریباً دگنی ہو گئی۔

اتحادیوں کی یونان نوازیوں نے عسکی شہر اور اس کے گرد و نواح میں طوفان بے تمیزی جاری رکھا جب ان کو یہ شہر خالی کرنا پڑا۔ تو انہوں نے یہاں کے لوگوں پر بہت ستم آرائیاں کیں۔ چنانچہ ایک فرانسیسی خاتون اس علاقہ کے چشم دید حالات کے دوران میں لکھتی ہے "میں مئی ۱۹۲۱ء میں ایک تکلیف دہ سفر کے بعد جس میں برطانی و یونانی جارحانہ کارروائی کوئی روک نہ سکی۔ انی انیو عسکی شہر وغیرہ سے ہو کر آخرکار انگورہ پہنچی۔ . . . . . . مجھے وہ دلسوز نظارہ کبھی نہیں بھولیگا۔ جو یونانیوں نے خالی کردہ علاقہ میں دو تین روز پہلے برپا کر رکھا تھا۔ سنقود۔ کیکلو بھیبک۔ ینی شہر۔ بازار جیک۔ انی گیول۔ بروتی کے قصبات میں جو عسکی شہر کے گرد واقع

ہیں سب مجھے منظم زیان کاری و تخریب کے نشانات ملے۔ کھنڈرات کی ہولناکی نظر آئی۔ مظلومین دیکھے گئے۔ اور پسماندگاں کی شکایات و تکالیف سنی گئیں۔ موضع سعود کے سوختہ پتھروں پر اُلوؤں کی ہُو ہُو سنائی دی۔ جن کے نیچے انسانی لاشیں ہنوز دبی ہوئی تھیں بلجیک کے آخری باشندے اپنی تباہی و بربادی پر بلک بلک کے ہلکان ہو رہے تھے۔
اب اسکی شہر خدا کے فضل سے پھر آباد و شاد ہے۔ اور یونانی نہ صرف سمرنا سے نکال دئے گئے ہیں۔ بلکہ تھریس سے بھی ان کے نکالنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

باب سوم

غازیان انگورہ

مختصر سوانحات عمر

ہوشیر اسلام غازی مصطفٰے کمال پاشا

(خود غازی موصوف کی زبانی)

احمد امین آفندی ایڈیٹر روزنامہ وقت قسطنطنیہ پچھلے دنوں انگورہ گئے تھے۔ قومی تحریک کی روح رواں غازی مصطفٰے کمال پاشا سے ملے۔ واپسی پر انہوں نے اس ملاقات کا حال حسب ذیل الفاظ میں اپنے اخبار میں شایع کیا۔

مصطفٰے کمال پاشا کی قیام گاہ عدنان بے نے غازی مصطفٰے کمال پاشا سے میرا تعارف کرانے کا ذمہ لیا تھا۔ وہ میرے ساتھ تھے۔ ہم گاڑی میں اس "کوشک" (محل) تک پہنچے۔ جہاں غازی موصوف کا قیام ہے۔ یہ مکان باشندگان انقرہ نے انہیں بود و باش کیواسطے پیش کیا ہے۔ اور شہر کے باہر ایک چھوٹی سی پر بہار خوبصورت پہاڑی پر واقعہ ہے۔ جہاں سے کل شہر نظر آتا ہے۔

ہم غازی موصوف کی مطالعہ گاہ میں داخل ہوئے۔ اور پندرہ منٹ سے زیادہ وقت اس امر کے واسطے ملا۔ کہ اس قومی قائد اعظم کے طرز معاشرت کا اندازہ لگائیں۔ ساز و سامان سے سادگی برستی تھی۔ کچھ پرانی آرام کرسیاں۔ ایک میز جس کے کپڑے پر چاند اور ستارے بنے ہوئے تھے۔ اور مختصر سا کتب خانہ اس کمرہ کی کل کائنات تھی۔

آپ کی تشریف آوری

حضرت غازی تشریف لائے۔ آپ غیر فوجی لباس میں ملبوس تھے۔ اور چہرہ پر تبسم تھا۔ انہوں نے نہایت مہربانی کے ساتھ ہم سے مصافحہ کیا۔ اور کھڑکی کے قریب بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے سوالات پیش کئے۔ اور درخواست کی۔ کہ اپنی زندگی کے حالات سے دنیا کو مستفید فرمائیں۔

غازی موصوف کا بچپن

آپ نے فرمایا۔ میں سالونیکا[1] میں پیدا ہوا تھا۔ میرے والد جو مقامی دار المحاصل (چونگی خانہ) میں ملازم تھے

[1] سالونیکا اسی نام کی ولایت سلانیک کا صدر مقام قسطنطنیہ سے ۵۲۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ خلیج سالونیکا کے اندرونی جانب یہ سب سے بڑی تجارتی جگہ ہے۔ سالونیکا اپنی خوش نمائی اور دلفریبی کے لئے مشہور ہے۔ اس میں بہت سے آثار قدیمہ بھی ہیں اس شہر سے آستانہ علیہ تک ریلوے بھی جاری ہے۔ سلانیک کا بندرگاہ نہایت وسیع ہے جس میں تین سو سے زائد جہاز سما سکتے ہیں۔ سالونیکا کی مردم شماری ۱۹۰۵ء میں اسی ہزار تھی۔ آثار قدیمہ میں قسطنطین اعظم کی کمان فتح بھی یہیں تعمیر ہوئی تھی۔ جو اب تک قائم ہے۔ باشندوں میں یہودی زیادہ ہیں جو ممالک اسپین سے شاہ فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا کے عہد میں نکل کر یہاں آ گئے تھے۔ ریشمی کپڑوں قالینوں اور چرم سازی کے کارخانے یہاں بکثرت ہیں۔ سرخ رنگ کا دھاگہ یہاں عمدہ رنگا جاتا ہے۔ اور مال برآمد میں ریشم۔ اون۔ کھال اور موم کی نکاسی بہت ہوتی ہے۔ ترلہ سلانیکا کا ایک مختصر گھاٹ ہے جو اس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اس کی آبادی چار ہزار نفوس کی ہے۔ اس کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ محمد علی پاشا خدیو مصر کا اصلی وطن یہی مقام تھا۔

سالونیکا جس طرح ترکوں کے قبضہ میں آیا۔ ہم ناظرین کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے اس کا بھی کچھ تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں۔ ۸۳۲ھ میں جب سلطان مراد خاں دوم نے وہ تمام مقامات دوبارہ فتح کر لئے۔ جو سلطان بایزید کے وقت میں عثمانی مقبوضات ہو کر پھر ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ بلکہ ان پر جب کچھ اور بھی

پرانی وضع کے ترک تھے۔ ان کی وفات کے بعد میں سلطانیہ کی درسگاہ اعلیٰ میں داخل ہو گیا۔ ایک دن درجہ میں جب معلم تعلیم دے رہے تھے۔ میرا ایک لڑکے سے جھگڑا ہو گیا۔ ہم نے اس قدر شور مچایا۔ کہ استاد نے مجھے پکڑ کر اتنی زد و کوب کی۔ کہ میں نے مدرسہ جانا چھوڑ دیا۔ اور گھر چلا آیا۔ میری دادی نے جو شروع سے ہی میرے مدرسہ جانیکی مخالف تھیں۔ اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور پھر مجھے مدرسہ میں جانے نہ دیا۔

قومی جذبہ کی ابتدا میں تقریباً دس برس کا تھا۔ اور عظام پرستی کا جذبہ شباب پر تھا۔ مجھے سب سے زیادہ عقیدت ان ترکی افسروں سے تھی۔ جو روزانہ ان گلیوں میں سے گزرتے تھے۔ جہاں میں دن بھر کھیلا کرتا تھا۔ میں انکی عظمت کرتا تھا۔ اور خود ان ہی میں سے بننا چاہتا تھا۔ جب میں نے سنا۔ کہ ہمارے ہمسایہ کا لڑکا ترکی فوجی مدرسہ میں داخلہ کی غرض سے جا رہا ہے۔ تو میں نے بھی فیصلہ کر لیا۔ کہ میں بھی وہیں جاؤں گا۔ مگر میری ماں نے میری تجویز پر غور تک کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۷۲۔ اضافہ کر لیا۔ تو شہر سلانیک کیطرف بڑھا۔ کیونکہ زمانہ سابق میں یہ بھی ترکی مفتوحات کا ایک حصہ تھا۔ اس زمانہ میں قیصر روم والیٔ قسطنطنیہ کے ایک بیٹے انڈرونیک سوم کی اس پر حکومت تھی۔ سلانیک والوں نے جب اپنے آپ میں ترکوں کی مدافعت کی جرأت نہ دیکھی۔ تو اس خیال سے کہ بندقیہ والے ترکوں کے قدیمی دشمن ہیں۔ اور بڑے جنگجو اور فنون حرب و ضرب کے واقف کار ہیں شہر ان کے حوالے کر دیا۔ سلطان کو یہ بات اور بھی ناگوار گذری۔ ادھر اہل بندقیہ ابتدا میں تو ان سے اچھا سلوک کرتے رہے۔ ان کے اندرونی معاملات میں دخیل نہ ہوئے۔ مگر بعد میں وہی لوٹ مار انہوں نے شروع کر دی۔ جس کے لئے وہ مدت سے بدنام و مشہور تھے۔ بہت سے اہل شہر گھر بار ترک کر کے مجمع الجزائر یونان کو بھاگ گئے۔ اہل بندقیہ بھی جب ترکوں کے مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ تو انہوں نے شہنشاہ یوحنا قیصر روم سے مدد طلب کی۔ یوحنا نے سلطان کو لکھا۔ کہ سلانیک ہمارا مملوکہ ملک ہے۔ آپ خلاف معاہدہ اس پر کیوں حملہ کرتے ہیں۔ سلطان نے جواب میں لکھا۔ اس ملک پر اب بندقیہ والوں کا قبضہ ہے۔ جو ترکوں کے قدیمی دشمن ہیں۔ ان کا استیصال ضروری ہے۔ آپ خاموش رہیئے۔ آپکا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ غرض یہ پہلی بحری جنگ تھی)۔ جو ترکوں کو آبنائے گیلیپولی میں بندقیہ والوں کے ساتھ لڑنی پڑی۔ ترکوں نے کامل فتح پائی۔ اور آخر ۸۳۲ھ مطابق ۱۴۲۹ء اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔ پورے پانچسو سال بلکہ اس سے کچھ زیادہ عرصہ تک ترکوں نے سلانیک میں حکومت کی ہے۔ اب چند سالوں سے یونان اسکو غصب کئے ہوئے ہے۔ دیکھئے قدرت حق بحق دار رسید کی کیفیت کب دکھاتی ہے۔

اپنے خاندان کی رضامندی حاصل کئے بغیر میں نے فوجی مدرسہ کے داخلہ کا امتحان دیا۔ اور کامیاب ہُوا۔ اب معاملہ اور بھی طے ہو گیا۔ اور میں والدہ کے بلا اجازت فوجی مدرسہ میں داخل ہو گیا۔

مصطفےٰ سے مصطفےٰ کمال

میرے ریاضی کے استاد بھی میرے ہمنام تھے اس وجہ سے بڑی دِقّت ہوتی تھی۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ ہم میں سے ایک کو اپنا نام تبدیل کرنا چاہیئے۔ اور یہ تجویز کی۔ کہ میرے اصل نام میں "کمال" کا اضافہ کر دیا جائے۔ اس طرح لوگ مجھے مصطفےٰ کمال کہنے لگے۔ جو میرا موجودہ نام ہے۔

فوجی تعلیم کی تکمیل

مَیں مدرسہ کا نصاب ختم کر کے مناستر کے فوجی کالج میں داخل ہُوا۔ اور پھر وہاں سے قسطنطنیہ کے جامعہ حربیہ کا طالبعلم بنا۔

سیاسیات میں دلچسپی

جامعہ حربیہ کے اعلیٰ درجے میں ہم لوگوں کو سیاسیات میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ گو قواعد سخت تھے۔ تاہم سیاسی کتب مثلاً نامق کمال بے اور ان کے ہم خیالوں کی تصانیف حاصل کرنے میں ہمیں کچھ دقت نہ ہوتی تھی۔ ان کتابوں کا پڑھنا حکومت کی طرف سے سخت منع تھا۔

حکومت سے بددلی

اس طرح خفیہ طور پر انقلابی کتابیں پڑھنے سے ہم سب پر روشن ہو گیا۔ کہ ہماری حکومت میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہے۔ ہمارے اس خیال کو تقویت پیدا ہو گئی۔ ہم نے یہ دیکھا۔ کہ خاندانوں میں ہم جلیسوں میں اور مدرسوں میں سیاسیات سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور اس سے ہم اور بھی اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ ہماری حکومت رعایا کے مفاد اور ملک کی آیندہ ترقی کی مانع ہے۔

خفیہ مجلس کا افتتاح

اس امر کے احساس نے ہمیں اپنے ہم مکتبوں کو صورت حال سے واقف بنانے کی ترغیب دی۔ ہم نے ایک چھوٹی سی

خفیہ مجلس ترتیب دی - اور مدرسہ سے ایک خفیہ اخبار نکالا - میں اس مجلس کا صدر تھا اور اس اخبار میں بھی میری ہی تحریریں زیادہ ہوتی تھیں -

افشائے راز کچھ عرصہ کے بعد سلطان عبد الحمید کے خفیہ جاسوسوں نے ہماری انجمن کا پتہ لگایا - اور حکومت کو مطلع کیا - مدرسہ کے منتظم کو طلباء کے ایسے کاموں کا تدارک کرنیکی ہدایت کی گئی - تاہم ہم نے کسی نہ کسی طرح اپنی تمام تعلیمی زندگی میں اشاعت و تبلیغ کا کام جاری رکھا -

گرفتاریاں جب ہم نے درسگاہ کو چھوڑا - تو بھی ہم نے اس مجلس کو قایم رکھا اور شہر کے کم آباد حصے میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا - ایک دن ہمیں ایک آدمی ملا - جس نے اپنے آپ کو حاجتمند بنایا - اور ہم سے مدد طلب کی - اس کا بیان تھا - کہ میں ایک پرانا فوجی افسر ہوں - اور اب نہ کھانے کے لئے غذا اور نہ سونے کو جگہ ہے - ہم نے اس کی امداد کی - اور اسے اپنی خفیہ انجمن کے کمرہ میں سونے دیا دو دن کے بعد انجمن کے تمام اراکین گرفتار ہو گئے - اور قید کر دئے گئے - یہ شخص ایوان شاہی کا خفیہ جاسوس تھا - چار ماہ کے بعد ہم سب کی رہائی ہوئی -

جلاوطنی کے کارنامے لیکن یہ آزادی محض عارضی تھی - دو برس کے بعد مجھے ایک فوجی کپتان کی حیثیت سے شام کو جلاوطن کر دیا گیا - وہاں میری ایک سوداگر سے ملاقات ہوئی - جس کی قسمت میری قسمت کے بہت مشابہ تھی - وہ قسطنطنیہ کے طبی مدرسہ کا طالبعلم تھا - اور مدرسہ میں حکومت کیخلاف سیاسی کارروائیوں کی بنیاد پر جلاوطن کر دیا گیا تھا - ہم میں گہرا اتحاد پیدا ہو گیا اور ہم نے آزادی کی ایک خفیہ انجمن ترتیب دی - جس کا مقصد اعلیٰ پیمانہ پر اس غرض سے اشاعت و تبلیغ کرنا تھا - کہ لوگوں پر جمہوری حکومت کی ضرورت کا انکشاف ہو جائے تھوڑے سے ہی عرصہ میں ہماری انجمن شام کے ہر حصہ میں پھیل گئی - بیروت - یافہ یروشلم اور دیگر عظیم شہروں میں بھی اس طرح کی مجلسیں قایم ہوئیں -

اشاعت و تبلیغ جمہوریت مجھے حق الیقین تھا - کہ شام کے باشندوں سے

مقدونیہ کے باشندے جمہوری اصول تسلیم کرنے کے واسطے زیادہ تیار ہیں۔ لہذا میں سالونیکا جانا چاہتا تھا۔ مگر مجھے شام سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اسی زمانہ میں سالونیکا کے حاکم اعلیٰ شکری پاشا تھے جنہیں میں نہایت ایماندار اور فراخدل جانتا تھا۔ میں نے انہیں ایک خط لکھا جس میں اپنے ارادوں کی توضیح کی۔ اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ انہوں نے مجھے براہ راست تو جواب نہ دیا۔ اس لئے کہ اس میں بہت خطرہ تھا۔ مگر مجھے بالواسطہ ضرور مطلع کروا دیا۔ کہ وہ میرے خیالات کے علو کو پسند کرتے ہیں۔ اور حتی الوسع میری مدد کو بھی تیار ہیں۔ اس وعدہ کی بنا پر میں بطرف سالونیکا روانہ ہوگیا۔

سالونیکا میں دوبارہ ورود

اس غرض سے کہ سراغرسانی کے تمام ذرائع مٹ جائیں۔ میں مصر و یونان ہوتا ہوا گیا۔ اور سالونیکا بھیس بدلکر پہنچا۔ شکری پاشا نے میری ملاقات سے گریز کیا۔ مگر انہوں نے مجھے آزادی سے کام کرنے سے باز رکھا۔ اور نہ میری ہمت افزائی کی۔ مجھے کسی قدر مایوسی ہوئی۔ چار ماہ گذر گئے اور کوئی کام نہ ہوا۔ آخرکار مجھے اپنے چند پرانے دوست ملے جن سے میں نے اپنے منصوبوں کا ذکر کیا۔ اور موجودہ حکومت کے خلاف ایک جدید مجلس کے افتتاح کی تجویز کی۔ یہ لوگ بہادر اور حوصلہ مند نوجوان تھے۔ لہذا انہوں نے میری تجویز کو نہایت فراخدلی سے قبول کرلیا (غازی شکری پاشا ایڈریانوپل میں بلغاریوں کے بالمقابل مدافعت کیوجہ سے مشہور ہیں ۱۹۱۶ء میں انتقال ہوا۔

خاتمہ جلاوطنی

اس اثنا میں مجھے اطلاع ملی۔ کہ حکومت قسطنطنیہ میری تلاش میں ہے۔ لہذا مجھے فوراً واپسی کا مشورہ دیا گیا۔ میں نے انجمن کی ترتیب و تنظیم اپنے دوستوں کے سپرد کی۔ اور میں شام واپس آگیا۔ یہاں میرا تین سال تک قیام رہا۔ اس عرصہ میں ہر بات فراموش ہوگئی۔ میں نے سرکاری طور پر اپنے وطن واپس آنے کی اجازت چاہی۔ اور تعجب ہے۔ کہ آسانی سے مل گئی۔

انجمن اتحاد و ترقی

جب میں وطن واپس آیا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ مجلس آزادی کا نام "انجمن اتحاد و ترقی" ہوگیا۔ ڈاکٹر ناظم بے سالونیکا آگئے۔

تھے - اور انہوں نے میرے دوستوں کو ترغیب دی - کہ ہماری قایم کردہ انجمن کا نام ، اس مجلس کے مطابق رکھا جائے - جو انہوں نے پیرس میں قایم کی تھی - ہم نے اپنی کارروائی اس نام کے ماتحت جاری رکھی - آخر کار ۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید معزول ہوئے اور ہم آئینی حکومت کے قایم کرنے میں کامیاب ہو گئے -

فوج پر انقلاب کا اثر

انقلاب میں خاص حصہ فوج نے لیا - فوجی افسر انقلاب کے رہنما تھے - اس کا نتیجہ یہ نکلا - کہ فوج سیاسی کارروائیوں سے خراب ہو گئی - میری یہ تجویز کہ فوجی افسروں کو سیاسی تحریکوں سے باز رکھا جائے - بنظر ہمدردی نہ دیکھی گئی -

جنگ طرابلس میں غازی کی شرکت

انقلاب کے بعد ترکی فوج کو دوبارہ ترتیب دی گئی - اس سلسلہ میں میں نے پیشتر عزت پاشا کے ساتھ جو اب قسطنطنیہ کی حکومت کے وزیر خارجہ ہیں - اور اس وقت البانیہ میں تھے - کام کیا - جب میں قسطنطنیہ پہنچا - تو اطالیہ نے ترکی کو اعلان جنگ دیدیا - جنگ میں حصہ لینے کی غرض سے میں طرابلس بھیس بدل کر گیا جہاں بن غازی کے محاذ پر میں نے باغی فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی - جب ہم وہاں اطالیہ کے حملہ اور فوج کے خلاف لڑ رہے تھے - تو جنگ بلقان شروع ہو گئی -

جنگ بلقان

میری ضرورت طرابلس سے زیادہ محاذ بلقان پر تھی - جب ہمارے گھر پر حملہ ہو گیا - تو ظاہر ہے - طرابلس میں اپنی شہنشاہی قایم رکھنے کے لئے لڑنا مضحکہ خیز تھا - لہٰذا میں طرابلس سے قسطنطنیہ واپس آیا - جب میں جہاز پر سے اترا - تو بلغاری فوج گیلی پولی میں تھی - مجھے فوراً دفاعی فوج میں مقرر اور میدان کارزار کو روانہ کر دیا گیا - ہماری فوج نے جارحانہ کارروائی شروع کی اور دشمن کو اس کے اپنے محاذ تک دھکیل دیا - حتیٰ کہ مختلف مقامات خصوصاً دمی طوقہ پر قبضہ کر لیا

عظیم جنگ یورپ

جنگ بلقان کے بعد قسطنطنیہ واپس آیا - چند مہینوں کے بعد صوفیہ میں ترکی سفارت کا فوجی مشیر مقرر کر دیا

گیا۔ میں وہاں سال بھر ہی رہا تھا۔ کہ عظیم الشان جنگ فرنگ شروع ہوگئی۔ ذاتی طور پر میں اس کا مخالف تھا۔ کہ ٹرکی جرمنی کی طرف سے جنگ میں شریک ہو۔ مجھے شروع سے یہ حق الیقین تھا۔ کہ جرمنی کو شکست ہوگی۔ لیکن جب جنگ کا اعلان ہوگیا۔ تو میرا فرض فوج میں شامل ہونا تھا۔ میری درخواست پر مجھے درہ دانیال کی ایک ترکی فوج میں مقرر کیا گیا۔ میں نے اتحادی سپاہ کو شکست دیکر جزیرہ نما خالی کرنے پر مجبور کیا۔ اور اس کے بعد مختلف محاذات پر اعلیٰ افسر کی حیثیت سے لڑا۔

التوائے جنگ

جب ٹرکی اور اتحادیوں میں شرائط التوائے جنگ پر دستخط ہوئے۔ تو میں حلب میں تھا۔ جب میں قسطنطنیہ آیا۔ تو میں نے ہر شخص کو رنجیدہ اور زندگی سے بیزار پایا۔ ٹرکی فوری مصیبت نے ہر طبقہ کے آدمیوں کو مایوس کر دیا تھا۔ راہنما گھبرائے ہوئے تھے۔ قوم میں ایک اخلاقی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ صورت حال کا مقابلہ صرف ایک ایسا نظام کر سکتا ہے۔ جس کی مدد پر قوم خود آمادہ ہو

اناطولیہ کی آمد

بغیر اس کے کہ اناطولیہ کے باشندوں کو ترکی کی تقسیم کے خطرات سے آگاہ کر کے ان کی مؤثر مدد حاصل کی جائے اور کوئی صورت نہ تھی لہٰذا قوم میں جا کر اور ان سے مل کر کام کرنیکی ضرورت تھی۔ اس کارروائی کا مرکز اناطولیہ ہی ہو سکتی تھی۔ قسطنطنیہ میں کام کرنا ناممکن تھا۔ خوش قسمتی سے مجھے فوج کا انسپکٹر بنا کر سمسون بھیجا گیا۔ میں قسطنطنیہ سے اسی روز روانہ ہوا۔ جس دن یونانی سمرنا میں اترے۔

میرا نظام عمل

میرا نظام عمل یہ تھا۔ کہ قومی مدافعت کی غرض سے ملک میں بہت انجمنیں قائم تھیں۔ ان کو متحد کر کے ایک زبردست نظام مرتب کیا جائے۔ اور پھر اس نظام کا مقصد پورا کرنے کے لئے یعنی قومی آزادی کی مدد اور مدافعت کی غرض سے فوج کو استعمال کیا جائے۔ میرا فوج کا انسپکٹر ہونا اس مقصد میں نہایت مفید اور تائید غیبی ثابت ہوا۔

ترتیب مجلس قومی

میں نے اسی اصول پر کام کیا اور اپنی جگہ پر پہنچتے ہی قوم کو خطرہ سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ میری کارروائیوں پر قسطنطنیہ

میں بھی شبہ پیدا ہوا - اور مجھے واپس بلایا گیا - اس حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا - اُور استعفا دیدیا - اس کے بعد ایک معمولی شہری کی حیثیت سے میں نے ملک کے اطراف وجوانب میں اس بات کی دعوت دی - کہ ایک جلسہ میں شرکت اور اپنے وطن کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانے کی غرض سے کچھ نمائندوں کا انتخاب کیا جائے -

ارض روم وسیواس کے جلسے

یہ تمام نمائندے جو ملک کے ہر حصہ سے آئے تھے - ارض روم میں ۱۹۱۹ء کے موسم خزاں میں جمع ہوئے - دو ماہ کے بعد ہم نے سیواس کی نئی کانگرس کا انتظام کیا - ان دو تاریخی جلسوں میں ہم نے آیندہ اپنے ملک کو بچانے کے واسطے نظام عمل تیار کیا -

اتحادیوں کا معاندانہ رویّہ

اسی اثنا میں ترکوں کی طرف جبراً اتحادیوں کا رویہ یوماً فیوماً زیادہ معاندانہ ہوتا گیا - انہوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا - مجلس نائبین کو بند کردیا - اور بہت سے راہنمایانِ قوم کو گرفتار کرکے مالٹا جلا وطن کردیا - یہ واقعات گو قابلِ افسوس تھے - مگر ہمارے مقصد کی کامیابی میں بہت معاون ہوئے - تمام عقلمند مصیبت زدہ لوگ جو اتحادیوں کے ظلم سے معذور ہوئے تھے - ہمارے گروہ میں شامل ہوگئے - اور ہماری طاقت کو بڑھایا - وہ تحریک جس کی ہم نے ارض روم میں بنیاد ڈالی تھی - وسعت پذیر ہوگئی - اور تمام قوم پرست رہنما اور عوام حتیٰ کہ غریب سے غریب کسان بھی ہمارے ہمراہ ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ قومی مجلس قایم ہوگئی - جس میں ہر حصۂ ملک کے نمائندے شامل تھے -

قومی حکومت

اب بھی انجمنِ اناطولیہ کی حکمراں طاقت ہے - اس کا دستور العمل نظام - فوج اور ہر چیز علیحدہ ہے - حتیٰ کہ بارہ ممالک میں جن میں اطالیہ اور فرانس بھی شامل ہیں - اس کے سیاسی نمائندے موجود ہیں - ہم ان بیرونی لوگوں کی شہادت سے جنہوں نے حال ہی میں انقرہ دیکھا ہے - ثابت کرسکتے ہیں - کہ ہماری حکومت کا روئے زمین کی بہترین جمہوری حکومتوں میں شمار ہے - یہاں کوئی مطلق العنان حاکم یا بادشاہ ترکیا مستقل صدر تک بھی نہیں ہے - تمام قوت قوم پرست انجمن کے ہاتھ میں ہے - جو ایسے

ارکین پر مشتمل ہے۔ جن کا انتخاب آزادانہ ہوا ہے۔

ہمارا طرز حکومت

صوبوں کا انتظام مقامی انجمنیں اور ان کے نمایندے کرتے ہیں۔ ہم نے قدیم حکومت کی مستحکم مرکزیت کو توڑ دیا ہے

ہم نے قوم پر مقامی معاملات کا انتظام چھوڑ کر ان کو ملک کا اصلی حکمران بنا دیا ہے۔ باوجود اس امر کے کہ ہم ایک جنگ میں مصروف ہیں۔ اور ہماری حکومت کی مدت بہت قلیل ہے۔ تاہم قومی انجمن کی کارروائیاں ہماری جمہوری روح کا ثبوت ہیں۔ ہمارے پاس اپنے ملک کی دوبارہ تعمیر کے واسطے بہت سی تجاویز ہیں۔ ہم ترکی کے گوشہ گوشہ میں جمہوریت کا فیض عام جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کی غرض سے ہمارے پاس اپنے تعلیمی نظام کی درستی کی تجویز ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی اقتصادی حالت کی اصلاح کی تجویزیں ہمارے زیر غور ہیں مختصر یہ کہ ہم ایک جدید ترکی کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔

قوم پرستوں کی شرائط صلح

ہمارے مقاصد کا حصول اوّلاً تو ایسی صلح حاصل کرنا ہے۔ جو دیرپا اور باعزت ہو۔ مجلس ملیہ سے میرا منشا یہ ہے۔ کہ ایسی صلح ہو۔ جو مجلس ملیہ کے قومی اعلان کے موافق ہو۔ اس میں صلح کے متعلق ہمارے کم از کم مطالبات کا اعادہ ہے۔ جو مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ہم ان علاقہ جات سے دست کش ہوئے ہیں۔ جہاں عرب آباد ہیں۔ مگر باقی ترکی سیاسی، نسلی، اور مذہبی طور پر متحد ہو۔

۲۔ ہم مغربی تھریس کے رتبہ کا فیصلہ وہیں کے باشندوں پر چھوڑتے ہیں۔ مگر مشرقی تھریس کے متعلق کوئی ادھوری صلح پسند نہیں کرتے۔

۳۔ نئی قائم شدہ ریاستوں کے معاملہ میں ہم قلیل التعداد اقوام کے متعلق دُول کے فیصلہ کو چاہتے ہیں

۴۔ ہم قسطنطنیہ اور آبنائے کی بلا شرط واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مگر مختلف حکومتوں کی آبناؤں میں آمد و رفت اور تجارتی غرض سے آبناؤں کے استعمال کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔

۵۔ ہم ترکی سیاسی، اقتصادی اور عدالتی خود مختاری کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ہر وقت صلح کو تیار ہیں

آپ پر ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ ہمارے مقاصد شہنشاہیت پسندی پر مبنی نہیں ہیں۔ ہم ان حصص پر حکومت کا مطالبہ نہیں کرتے۔ جہاں ترکی آبادی زیادہ نہیں ہے۔ ہم اس وجہ سے لڑتے ہیں۔ کہ ہمارے دشمن ہمیں لڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیں ہمارے ہی ملک میں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے۔ کہ ہمیں اپنے وطن میں خودمختاری ہو۔ یہ ان اعلیٰ ترین حقوق میں سے ہے۔ جس کا حق تمام قوموں کو حاصل ہے۔ اور جو ایک قوم دوسری قوم کو دینے سے انکار نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اگر ہمارے دشمن ہمارے اس حق کو تسلیم کر لیں۔ کہ جہاں ترکوں کی کثرت ہو۔ وہاں ہماری حکومت ہو۔ تو ہم جنگ خوشی سے موقوف کر کے ملک کی اصلاح شروع کر دینگے۔

امیر البحر خیر الدین پاشا غازی

سرزمین اناطولیہ کو ہمیشہ یہ فخر رہیگا۔ کہ دسویں صدی ہجری میں اس کی خاک پاک سے ایک ایسا نامور شخص پیدا ہوا۔ جس نے عثمانی بحری قوت کا سکہ تمام دنیا کی بحری طاقتوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔ اور جس نے اپنی روز افزوں فتوحات سے اسلام کی وہ شان و شوکت بڑھائی۔ کہ نہ صرف اپنا نام تاریخ کے صفحات پر زندہ چھوڑ گیا۔ بلکہ اپنے عہد کے عثمانی بادشاہ سلطان سلیمان خاں قانونی (عہد حکومت ۹۲۶ھ تا ۹۷۴ھ) کا نام بھی ابدالاباد تک زندہ کر گیا۔

اس کا اصل نام خضر تھا۔ اور وطن صحرائے آچہ۔ اس کا باپ سلطانی فوج میں ایک سپاہی تھا۔ جب اس فوج نے بعہد سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ جزیرہ مڈلی[1] کو فتح کر لیا۔ تو وہاں جو محافظ سپاہ رکھی گئی۔ اس میں اس کا باپ بھی تھا۔ جس نے آخر

[1] قبل مسیح ایک طویل عرصہ تک یہ جزیرہ گورنمنٹ ایتھنز کے ماتحت رہا۔ بعد ازاں رومی۔ ایرانی اور یونانی حکومتیں بھی اس پر قابض رہیں۔ یہاں تک کہ سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ نے اس کو معہ جزیرہ فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ یہاں گندم بہت اعلیٰ درجہ کی اور بکثرت ہوتی ہے۔ اس کا مغربی ساحل تو

مڈلی ہی کو اپنا وطن بنالیا - جو ایشیائے کوچک یعنی اناطولیہ ہی میں واقع ہے - اور اپنی آب و ہوا کی خوبی کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا ہے -

خضر کے تین اور بھائی تھے - وہ بھی اسی طرح بحری جنگوں میں شامل رہا کرتے تھے - اس کے تینوں بھائی یکے بعد دیگرے مختلف لڑائیوں میں دشمنوں کے ہاتھ مارے گئے - سواحل یورپ پر ان کی تاخت و تاراج کا ایسا رعب چھایا ہوا تھا - کہ تمام چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ان کے نام سنکر کانپ اٹھتی تھیں - خضر سب سے پہلے سلطان سلیم کے حضور میں اپنے برادرزادہ امیر محی الدین کی تحریک سے حاضر ہوا - اور بیعت کی - سلطان نے اسے خلعت ہفت پارچہ - تلوار مرصع اور الجزائر کا اعلٰے عہدہ عطا فرمایا - یہ اعزاز و مناصب حاصل کرکے وہ اپنے فتح کئے ہوئے شہروں جیجلی - الجزائر - شرشیل - تلمسان اور بجایہ میں واپس آگیا - الجزائر میں اس نے سپین والوں کو کامل شکست دی - اور ان کے تمام قلعے جو انہوں نے چودہ سالہ قیام کے عرصہ میں الجزائر میں تعمیر کئے تھے چھین لئے - اور ستر ہزار مسلمانوں کو سپین کے ظلم و ستم سے نجات دلائی -

جب خضر باربروس اپنی بحری لڑائیوں کے واقعات سلطان سلیمان خان کے حضور میں بیان کرتا تھا - تو سلطان فرط مسرت سے جھومتا اور باغ باغ ہوتا تھا - سلطان نے خضر کو امیر البحر انڈریاڈ کے استیصال کے لئے روانہ کیا - جو بہ اشارہ شاہ جرمنی (شارلیم) دولت عثمانیہ کے مقبوضات پر حملہ کرنے کے لئے جنیوا کی جمہوری حکومت کا بیڑا لئے آرہا تھا - خضر نے نہ صرف دشمن کے بیڑہ ہی کو تباہ کیا - بلکہ شہر جنیوا پر حملہ کرکے وہاں سے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا -

سنہ ۹۴۲ھ میں خضر باربروس پھر سلطان کے حضور میں آیا - سلطان اس زمانہ میں ایران و بغداد کو فتح کرکے آیا تھا - اس نے خضر کو خیر الدین کے معزز لقب سے ممتاز کرکے عثمانی بیڑہ جہازات کا افسر اعلیٰ مقرر کیا - اور سپین اور اٹلی کے ساحلوں کی طرف بھیجا جہاں

بقیہ صفحہ نمبر ۱۸ حاشیہ - خشک و چٹیل میدان ہے - جو سرسبزی و رونق ہے وہ محض ایشیائی ساحل پر ہے اس سمت میں بڑی سرسبزی و شادابی ہے - اس جزیرہ کا محیط ایک سو میل - عرض ۲۵ میل اور لمبائی ۳۶ میل ہے - ۔۔۔ آبادی ۔۔۔ ہزار آدمیوں کی ہے *

اس نے بہت سے جزیرے فتح کئے۔ اور بیشمار مال غنیمت حاصل کیا۔
مولی احسن فرمانروائے ٹیونس سپین والوں کی مدد سے نواحی علاقوں پر بھی چھاپے مارتا تھا اور مسلمانوں کے حقوق کا بھی خیال نہیں رکھتا تھا ۹۴۰ھ کے آخر میں ٹیونس کے باشندوں نے سلطان سے مدد طلب کی۔ کہ ہمیں شاہان بنی حفص کے ظلم و ستم سے نجات دلایئے۔ سلطان نے خیرالدین باربروس کو ٹیونس جانے کا حکم دیا ۹۴۲ھ میں امیر خیرالدین سپین کی بیس ہزار فوج اور مولی احسن کی طاقت کو پامال کر کے واپس آستانہ آ گیا۔
۹۴۳ھ میں سلطان نے اسے البانیہ کی بندرگاہوں کی طرف روانہ کیا۔ امیر خیرالدین ۲۸۰ جہازوں کا ایک جنگی بیڑہ معہ بحری افواج کے البانیہ لے گیا۔ سلطان اس مہم میں خود بھی براہ خشکی بندرگاہ الونیہ میں مقیم تھا۔ خیرالدین پاشا کا کام یہ تھا۔ کہ وہ مصر سے آئی ہوئی باربرداری کی کشتیوں پر عثمانی افواج کا سامان رسد شہر الونیہ تک پہنچاتا رہے۔
اسی سال سپین اور اٹلی اور اہل بندقیہ تینوں نے مل کر ایک متحدہ جنگی بیڑا امیر البحر انڈریا ڈ کے ماتحت جزیرہ کورفو کی طرف روانہ کیا۔ ہرچند ترکی بیڑہ کے بہت سے جہازات اس جنگ میں تلف ہوئے۔ لیکن آخر ترک کامیاب ہوگئے۔ اور دول متحدہ نے سخت نقصان اٹھایا خیرالدین یہاں سے فارغ ہو کر بحر الجزائر یونان کی طرف چلا: تاکہ بندقیہ والوں کو جنہوں نے راہ چلتے بغیر کسی اشتعال یا وجہ کے عثمانی بیڑہ پر دست درازی کی ہے۔ سزا دی جائے۔ بیڑہ میں کل چالیس جہاز تھے: تاہم اس بہادر ترک نے جزائر جوقہ۔ مرقد۔ پارہ۔ نقشہ انا پولی اور اکستل نوزہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک سالانہ خراج کی رقم مقرر کر کے وہاں کا انتظام حکومت انہی کے سپرد کر کے آپ قسطنطنیہ واپس آ گیا۔
۹ محرم ۹۴۵ھ کو امیر خیرالدین پاشا بحر سفید کی طرف روانہ ہوا۔ جزائر شکتو میں بحری لٹیروں کے جہازوں سے مٹ بھیڑ ہوگئی۔ ان کے ۳۰۰۰ آدمی گرفتار کر کے عثمانی جہاز رانوں کے ساتھ دار الخلافہ میں بھیجے۔ وہاں سے مجمع الجزائر یونان کا رخ کیا۔ وہاں جن مقامات کو فتح کیا۔ صالح بک کو ان کی حکومت و حفاظت سپرد کر کے آپ بنادقہ کے مقبوضہ جزائر کی طرف بڑھا۔ جہاں اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اندیرہ۔ اسٹنڈیل اور شیرہ وغیرہ متعدد جزائر سلطنت

عثمانیہ میں شامل کرے۔

خیر الدین پاشا ابھی ان جزائر ہی میں تھا۔ کہ اسے پتہ لگا۔ کہ دول متحدہ (جرمنی۔ بندقیہ۔ اٹلی۔ اسپین۔ بحری قزاقانِ مالٹا) کا ایک عظیم الشان بیڑا جس میں اڑہائی سو بڑے بڑے بحری جنگی جہاز ہیں۔ جزیرہ پرہ ویز کا جس کو ترک کوزفر کہتے ہیں۔ محاصرہ کئے پڑا ہے۔ خیر الدین بذات خود عثمانی سطوت اور اسلامی شوکت کا اظہار کرتا ہوا بندرگاہ پرہ ویز کی طرف بڑھا۔ صالح بے ایک لائق کمانڈر اس کے ساتھ تھا۔ اس سے مل کر وہاں کے قلعہ کو مستحکم کیا۔ اس میں جنگی ذخائر اور محافظ سپاہ کافی سے زیادہ رکھکر دشمن کے بیڑہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جو خلیج کورفو میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھا۔

پنجم جمادی الثانی ۹۴۵ھ کا دن تھا۔ کہ غنیم کا متحدہ بیڑا امیر البحر انڈریا ڈو کے زیر کمان ترکی بیڑہ کی طرف آیا۔ عثمانی بیڑہ میں چھوٹی بڑی کشتیوں سمیت کل ۱۴۰ جہاز تھے۔ خیر الدین نے ماتحت افسروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ کہ اڑہائی سو جہازوں کے مقابلہ میں ۱۴۰ جہاز اور چھ دشمنوں کے مقابلہ میں ایک ترکی ہے۔ بتاؤ کیا صلاح ہے۔ سب نے یہی کہا۔ کہ ہر چہ باداباد۔ بلا تامل دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اسی اثنا میں غنیم نے آتشباری کی دھمکی دی۔ اور آبنائے پرہ ویز کے سامنے پیش کرتے ہوئے عثمانی بیڑہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ خیر الدین پاشا نے بہادر ترکوں کو بے تاب اور مشتاق جنگ دیکھکر مقابلہ کا حکم دیا۔ اور ترکی بیڑہ نصرٌ مِنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْب پڑھتا اور ہوا میں ہلالی نشان اڑاتا ہوا بندرگاہ سے کھلے سمندر میں نکل آیا۔

توپوں کی گرج سے آسمان پھٹا پڑتا تھا۔ رات کی تاریکی اس پر دھوئیں کی کثرت گویا آسمان کے نیچے ایک اور آسمان پیدا ہو گیا تھا۔ آتشباری کی شدت سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ پانی کو آگ لگ گئی ہے۔ ہلکی اور تیز حرکت کرنے والی عثمانی کشتیوں نے باوجود غنیم کی زد میں آجانے کے اپنی تیز دم توپوں سے وہ گولہ باری کی۔ کہ دشمن منتشر ہو گیا۔ اور رات کی ظلمت کو سہارا پا کر بھاگ گیا۔ عثمانی جہازوں نے تعاقب کیا۔ اور علی الصباح دشمن کے مفرور اور شکست خوردہ و پسپا جہازوں کو بندرگاہ اینیجر میں جا گھیرا۔ یہاں از سر نو مقابلہ ہوا۔ اور یہ مقابلہ رات

کے مقابلہ سے بھی زیادہ سخت تھا۔ امیر البحر انڈریا ڈ نے ترکی بیڑہ کی پشت پر حملہ کرنے کے لئے سریع الحرکت چھوٹی کشتیوں سے بڑا کام لیا۔ اور اس ترکیب سے ان کی صف آرائی کی۔ کہ وہ دیر تک ترکی بیڑہ کا کامیاب مقابلہ کرتی رہیں۔ مگر ان کی بھاری توپوں کی مار چونکہ دور تک نہیں جاتی تھی۔ اور ترکی بیڑہ کے تیز رفتار غرب ان سے زیادہ فاصلہ تک بے خطا نشانہ بازی کرتے تھے لیس لئے دشمن کا دل ٹوٹ گیا۔ اور اب اس نے یہ تجویز کی۔ کہ ترکی بیڑہ کو وسط میں گھیر کر اس پر دونوں طرف سے حملہ کیا جائے۔ لیکن مقابلہ پر بھی خیر الدین پاشا تھا۔ اس نے اس کی کوئی پیش نہ چلنے دی۔ چنانچہ دشمن فتح سے مایوس ہو کر اور جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا ترکوں نے بہت سے جہاز پکڑ لئے۔ جو کار آمد تھے۔ وہ اپنے استعمال کے لئے رکھ لئے کچھ ڈبو دیئے۔ جو نکمے تھے۔ وہ جلوا دیئے۔

امیر البحر خیر الدین ہی کا یہ کام تھا۔ کہ وہ چھ متحدہ دشمنوں پر غالب آیا۔ مؤرخین نے اس کی جنگی قابلیت اور شجاعت و بہادری کی بے حد تعریف کی ہے۔ اور اس فتحیابی کو اس کی بے شمار بحری فتوحات میں سب سے نمایاں جگہ دی ہے۔ خیر الدین کی صف آرائی اور بحری جنگی تدابیر کو انگریز امیر البحروں نے بھی پسند کیا اور بحری لڑائیوں میں اسی کے مقرر کردہ نظام پر عمل کر کے کامیابی حاصل کرتے رہے۔

جب اس عظیم الشان کامیابی و سرخروئی کے بعد امیر خیر الدین آستانہ میں آیا۔ تو سلطان سلیمان نے اس کی از حد عزت افزائی کی۔ بیش بہا انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ اور پاشا کے معزز لقب سے بھی سرافراز فرمایا۔

۱۵۴۱ء میں اٹلی اور سپین نے شمالی افریقہ کی ایک مسلمان حکومت الجزائر کو فتح کرنے کے لئے عظیم الشان بری سپاہ کے علاوہ ایک بحری جنگی بیڑہ بھی جس میں دو سو جہاز تھے۔ روانہ کیا۔ وہاں کے حاکم بائی خادم حسن آغا نے ایک طرف تو ٹرکی سے مدد مانگی۔ اور دوسری طرف مقابلہ بھی کامیابی سے جاری رکھا۔ خیر الدین پاشا کے آنے سے پیشتر ہی غنیم کا بیڑہ طوفانی ہواؤں کی وجہ سے بہت کچھ تباہ ہو گیا تھا۔ مگر جو جہاز غنیم کے باقی تھے۔ اور جو بری فوج باقی رہ گئی تھی۔ ترکی بیڑہ کی آمد آمد کی خبر سن کر اس بدحواسی کے عالم میں بھاگے۔ کہ ان کو بہت کچھ

جنگی ذخائر اور سامان رسد چھوڑ جانے پڑے۔
۹۵۰ھ میں شہنشاہ جرمنی نے فرانس پر حملہ کیا۔ شاہ فرانس نے حکومت عثمانیہ سے مدد مانگی سلطان سلیمان نے خیرالدین کو ایک سو جنگی جہازوں کا بیڑا دیکر فرانسیسی بیڑہ کی اعانت کے لئے روانہ کیا۔ فرانسیسی امیرالبحر کے پاس صرف چالیس جنگی جہاز تھے۔ خیرالدین پاشا کے آنے سے اس کی طاقت بڑی زبردست ہو گئی۔ چنانچہ فرانسیسی اور عثمانی بیڑوں نے بہت سے ساحلی مقامات فتح کر لئے۔
ڈیوک انفیان فرانسیسی امیرالبحر خود تو قابل اور آزمودہ کار تھا۔ مگر اس کے ماتحت افسر بالکل نکمے تھے۔ خیرالدین پاشا ان کو اکثر ملامت کرتا۔ اور جنگی تدابیر سے ناواقفیت اور جہازوں کی عدم خبرگیری پر فہمائش و سرزنش کیا کرتا۔ ڈیوک تو ان ہدایات و معلومات سے فائدہ اٹھاتا چنانچہ بعد میں فرانسیسی بیڑہ کے اندر اس نے معقول اصلاحات کیں۔ مگر دوسرے فرانسیسی افسر دل میں برا مناتے۔ شاہ فرانس نے آخر خیرالدین پاشا کو اسی لاکھ کراؤن سفر خرچ دیکر شکرگزاری کے ساتھ واپس کر دیا۔
خیرالدین پاشا کی یہ آخری جنگ تھی۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو گیا۔ آخر ۹۵۳ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اس کی قبر بشکطاش کے نزدیک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

جنرل نورالدین پاشا

نورالدین پاشا نے سب سے پہلے انگلستان کے ایک حربی مدرسہ میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد وہ قسطنطنیہ کے ملٹری کالج میں داخل ہوئے۔ یہاں سے فارغ ہو کر جب وہ ترکی سپاہ میں شریک ہوئے۔ تو ان کی قابلیت کے جوہر کھلنے لگے۔
وہ نوجوان ترکوں کی انجمن اتحاد و ترقی کے نہایت مستعد و سرگرم رکن رہے ہیں۔ جنگ شروع ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد انہیں عراق عرب بھیج دیا گیا تھا۔ جہاں ترکی سپاہ کی بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے اپنے حسن انتظام سے اس صوبہ کی حفاظت میں نہایت ہوشیاری و قابلیت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دئے۔ اور اگر حالات نامساعد نہ ہوتے۔ تو انگریزی سپاہ کو کبھی

بغداد تک پہنچنے کا موقعہ نہ مل سکتا۔

آج اسی نامور جنرل کی جنگی قابلیت نے نہ صرف یونانی سپاہ کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ بلکہ یونانی سپہ سالار کو بھی معہ اس کے پورے عملہ کے گرفتار کر لیا ہے۔ ترکی فتوحات کی داستان اس ترک سپہ سالار کی زبان ہی سے زیادہ موزون معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فتح سمرنا کے بعد اخبار ڈیلی میل (لنڈن) کے نامہ نگار کے ساتھ ملاقات کے دوران میں جنرل نور الدین پاشا نے اپنی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ یونانیوں کی طرف سے اشتعال ملنے کے باوجود ہم نے اپنی فتح کے وقت بڑے ضبط سے کام لیا۔ اور دنیا کو اب معلوم ہو جائیگا۔ کہ ترکوں کو دیگر اقوام سے ضبط نفس کا سبق لینے کی ضرورت نہیں۔

ہم دو مہینے سے جارحانہ کارروائی کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن ہوائی جہازوں کی کمی کے باعث ہم اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ یونانیوں نے افیون قرہ حصار کی زبردست قلعہ بندی کی ہوئی تھی۔ ہم نے ۱۵-۱۶۔ اگست ۱۹۲۲ء کی رات کو افیون قرہ حصار کے جنوبی حصہ پر اچانک حملہ کیا۔ ۲۰ اگست کی دوپہر تک ہم نے دشمن کے نصف سے زیادہ مورچے چھین لئے۔ ۲۷ اگست کی صبح تک لڑائی جاری رہی۔ اور اس روز یونانی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں۔ ہم افیون قرہ حصار پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے یونانی فوج کو گھیر لیا۔ اور ان کے جرنیل ٹریکوپس کو معہ اس کے اسٹاف کے گرفتار کر لیا۔ جرنیل ڈینیس اور ڈیمارس بھی گرفتار کئے گئے یونانی فوج کے پیچھے ردویر مقام ایک ایسی جگہ تھی۔ جہاں پر امید کی جاتی تھی۔ کہ یونانی مقابلہ کریں گے۔ لیکن میں نے یونانی فوج کے پہنچنے سے پیشتر اس مقام پر قبضہ کر لیا۔ دو اور یونانی ڈویژن بھی مفتوح ہو گئے۔ اس کے بعد سمرنا کا راستہ صاف ہو گیا۔

پہلے ہی ہفتہ میں ہم نے یونانیوں کے ۹ ڈویژن تباہ کر دیئے۔ اور ان کا سامان رسد اور ۲۰۰ توپیں ہمارے ہاتھ آئیں۔ ایک لاکھ بیس ہزار یونانی فوج میں سے اب صرف ۳۰ ہزار فوج باقی رہ گئی ہے۔ جو سمندر کی راہ سے فرار ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں نے رسالہ فوج کا ایک دستہ اس کے تعاقب کے لیئے روانہ کیا ہے۔ ہماری پیشقدمی کی رفتار اس قدر تیز تھی۔ کہ سامان رسد پہنچانے والے فوج سے بہت پیچھے رہ جاتے تھے۔ اس لئے تمام فوج کو کافی روپیہ دیا

گیا تھا۔ کہ وہ گاؤں سے اشیائے خوردنی خرید سکیں۔ ہمارا نقصان بہت کم ہوا ہے۔ ہمیں کسی پلٹن کو دوبارہ مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اور نہ ہم اپنی محفوظ فوج کو میدان جنگ میں لائے ہیں۔ یونانیوں نے پسپا ہوتے وقت بہت سے ترک کسانوں کو قتل کر دیا۔

جنرل نور الدین پاشا سمرنا میں داخل ہونے والی فوج کے سپہ سالار تھے۔ آپ نے سمرنا میں داخل ہوتے ہی اعلان کر دیا تھا۔ کہ کسی پر بے جا سختی نہ کی جائے۔ چنانچہ اس پر برابر عمل ہو رہا ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے جنرل نور الدین ہی کو سمرنا کا سب سے پہلا گورنر مقرر کیا ہے۔ چنانچہ پاشائے مذکور امن قایم کرنے میں کوشاں ہیں۔ اور شہر اپنی اصلی حالت پر آ رہا ہے۔

جنرل نور الدین پاشا ایک خوبصورت قوی ہیکل اور تنومند ترک ہیں۔ ان کے چہرے سے رعب وداب ٹپکتا ہے۔ سر پر ترکی ٹوپی رکھتے ہیں۔ اور جب فوجی لباس پہن لیتے ہیں تو ان کے رعب وجلال کی ہیبت ان کے دشمنوں کو مسل ڈالتی ہے۔

فتح سمرنا سے پیشتر آپ انگورہ میں حاکم عدلیہ کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے سلیشیا کے باشندوں کے نام ایک اعلان شایع کیا تھا۔ کہ حکومت انگورہ ان عیسائیوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتی ہے۔ جو خدمات جنگ سے بری کر دئے گئے ہیں۔

۱۹۱۶ء میں جب عراق میں انگریزوں نے اپنے پاؤں جمائے۔ تو ان کے مقابلہ کے لئے احرار ترک کا یہی نامور جرنیل مقرر کیا گیا۔ ایک طرف نور الدین پاشا افواج ترکیہ کے سپہ سالار تھے اور ان کے مقابلہ میں جنرل ٹاؤنشنڈ عراق عرب کی فوجوں کا (جن میں انگریزوں کے علاوہ ہندوستان کی فوج بھی بکثرت تھی۔ اور ان میں بھی اِلّا ماشاءاللہ مسلمانوں کی تعداد کم نہ تھی) کمانڈر تھے۔

جنرل نور الدین ایک بہادر اور شجاع قوم کا فرد ہونے کے علاوہ اس دین متین سے تعلق رکھتا ہے۔ جس نے دشمنوں کے ساتھ بھی رحم وکرم کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اس کے فیاضانہ سلوک کے متعلق اس کا حریف جنرل ٹاؤنشنڈ اپنی ضخیم کتاب "جنگ عراق" میں ایک جگہ لکھتا ہے

ہیں - ۱۰ ستمبر کو ہمارا ایک ہوائی جہاز اور دو افسر دشمنوں کے قبضہ میں چلے گئے - میں نے نورالدین پاشا سپہ سالار ترکی فوج کی فیاضی و شجاعت پر بھروسہ کرکے اُسے ایک خط لکھا اور ان افسروں کے لئے کچھ روپیہ بھیجا -

ایک دوسری جگہ جنرل موصوف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں - میرا خیال تھا - اگر ممکن ہو تو نورالدین کے ساتھ خندقوں کی مسلسل جنگ کی بجائے میدان میں جنگ کروں - نیز وہاں مسلمانوں کا ایک مقدس مقام تھا - اور ہماری ہندوستانی فوج کے مسلمان اس کے متعلق گفتگو کرتے رہتے تھے - کہ اس مقدس مقام پر گولیاں چلانا مذہبی توہین ہے - ابھی جنرل موصوف نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا - کہ جنرل نورالدین پاشا نے ایک خط ان کے نام ارسال کیا - جس میں لکھا - تم ہتھیار ڈال دو - تاکہ بیکار بندگانِ خدا کا خون نہ ہو - نیز اس نے یہ بھی لکھا کہ تمہاری سپاہ کمزور اور قلیل ہے - اور اس کے لئے یہ مشکل ہے - کہ وہ ہم پر غلبہ حاصل کر سکے - نیز اس نے یہ بھی مجھے لکھا - کہ قصبہ کوٹ (قط العمارہ) پر قبضہ کرکے پُرامن باشندگان کو مصائب میں مبتلا کر دیا گیا ہے - جو مہذبانہ قواعد جنگ آزمائی کے خلاف ہے -

جنرل ٹاؤنشنڈ لکھتے ہیں - مَیں نے ایسے ناقابل عمل مطالبہ کا جواب تو انکار میں دیا - یعنی ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا - لیکن ترکوں کی شرافت و انسانیت اور خصوصاً نورالدین پاشا کی خوش اخلاقی کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا -

جنرل ٹاؤنشنڈ لکھتے ہیں - ۲ جنوری ۱۹۱۶ء کو جنرل نورالدین پاشا نے میرے پاس اپنا ایک افسر عارضی صلح کا جھنڈا دیکر اس مطلب کے لئے بھیجا - کہ بڑے دن کی شب کو قلعہ پر حملہ کرتے ہوئے جو لوگ (غالباً انگریزوں سے مراد ہے) مارے گئے ہیں - ان کے دفن کفن کے کام میں آسانیاں بہم پہنچائی جائیں - یہ ترکی افسر پٹی باندھکر میرے پاس لایا گیا وہ فرانسیسی بخوبی بولتا تھا - مَیں نے اسے اپنے بہادر دشمن جنرل نورالدین کے لئے سگرٹوں کا ایک ڈبہ دیا - اور کہلا بھیجا - کہ پیغام کا جواب کل دونگا -

جنرل ٹاؤنشنڈ آخر ترکوں کے ہاتھ قید ہو گئے - ترکوں نے قید میں جو سلوک ان کے ساتھ اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ کیا - ان کی انہوں نے بارہا تعریف کی ہے - جنرل نورالدین بہادر

قوم سے تھا۔ اس لئے بہادروں کی عزت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ خواہ وہ بہادر اس کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۹۱۶ء کے شروع میں جنرل نورالدین کی جگہ خلیل بے مقرر ہوئے۔ جو انور پاشا کے چچا اور اس وقت وزیر جنگ کے عہدے پر فائز تھے۔

فیلڈ مارشل ان ڈر گولٹز نے بھی نورالدین کی شجاعت اور اس کے حسن سلوک کی تعریف کی ہے۔

۱۹۱۵ء میں جو دو مشہور فوجی جرنیل باہم دشمن تھے۔ کیا عجیب اتفاق ہے۔ کہ ۱۹۲۲ء میں دوستوں کی حیثیت سے ملتے اور ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ عارضی صلح کے بعد جب جنرل ٹاؤنٹ سنڈ نے ترکوں کے مطالبات پر غور کیا۔ تو ان کو حق بجانب پایا۔ انہوں نے اپنے خیالات کا آزادی کے ساتھ اظہار کیا۔ جس سے برطانیہ کے سرکاری حلقوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ جنرل ٹاؤنشنڈ نے انگورہ جانے کے لئے پروانہ راہداری مانگا۔ جس سے انکار کیا گیا۔ آخر وہ انگورہ پہنچ گیا۔ وہاں اعلیٰ ترکوں افسروں سے اس کی ملاقات ہوئی جن میں اس کا قدیم دشمن جس نے میدان جنگ میں اس کو گرفتار کیا تھا۔ نورالدین پاشا بھی شامل تھا۔ طرفین میں دیر تک ملاقات رہی۔ دعوتیں دی جاتی رہیں۔ اس ترکی شجاع جو آج کل ترکان احرار کی فوج میں نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ اور برطانوی جنرل کے مابین جو بہادرانہ تعلقات تھے۔ ان کی یاد سے دونوں مسرور ہوتے رہے۔

سیّدہ فاطمہ خانم

اس مشہور ترکی مجاہدہ خاتون کی پیدائش کا فخر ارض روم (اناطولیہ) کی سرزمین کو ہے ۱۸۷۴ء میں اس کی پیدائش بیان کی جاتی ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر اس وقت ۵۴ سال کی ہے۔ والد کا نام یوسف آغا تھا۔ جو ایک بہادر آدمی تھے۔

بچپن ہی سے میدان جنگ میں ہنگامہ آرائی کا شوق تھا۔ لیکن کچھ تو سلسلۂ تعلیم نے اس کی اجازت نہ دی۔ اور کچھ رسمی اور دیگر پابندیوں نے جوہر ذاتی دکھانے کا موقع نہ دیا۔

جب ہوش سنبھالا اور ایک محب وطن کی نظروں سے اپنے ملک کو دیکھا۔ تو ایک حسرت

بھری آہ سینۂ سوزاں سے نکلی - ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا - کہ درویش بے نامی ایک شریف خاندان کے نوجوان سے شادی ہوگئی - شادی کے بعد شوہر کے ساتھ ادرنہ آگئیں شادی سے عورت کی ایک دوسری زندگی شروع ہوتی ہے - لیکن فاطمہ کے دل میں ملک وملت کی خدمات کی جو تڑپ شروع سے چلی آتی تھی - اس میں یہ نئی زندگی بھی کوئی کمی نہ کر سکی - گو ان خدمات کے اظہار کا عملی طور پر کوئی موقعہ نہ مل سکا -

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ آپ کے رفیق زندگی نے آپ سے ہمیشہ کے لئے مفارقت اختیار کرلی - یہاں سے آپ کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے - اس وقت آپ ادرنہ میں تھیں - شوہر کی وفات کے بعد اپنے وطن مالوف میں آگئیں - جہاں آپ نے تھوڑے عرصہ کے بعد مردانہ جنگی لباس زیب تن کیا - اور اسلحہ جنگ سے آراستہ ہوکر نہایت تزک واحتشام سے اس خونین و آتشین میدان میں داخل ہوئیں - جس کی تمنا سے بچپن سے دل میں جگہ کئے ہوئے تھی -

انہی جوانمردانہ اوصاف کی وجہ سے آپ کے چہرے سے بڑھاپے کی علامات ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ نسلی شجاعت وبہادری اور جوانی وشباب کی اولوالعزمی ٹپکتی ہے - اس بہادر خاتون نے اپنی شجاعت کے سبب میدان اسمدمیں وہ نام پیدا کیا ہے - کہ بچہ بچہ کی زبان پر اس کے عجیب وحیرت انگیز کارناموں کا ذکر ہے -

اس زندہ جاوید خاتون نے ۲۹ راگست ۱۹۲۱ء کو انیرنیق کے مقام کی طرف دشمن کی پیش قدمی کو روکا - اور ۷ ستمبر کو ان مجاہدین کے ساتھ شریک جہاد ہوئیں - جو انیرنیق کے مقام پر غنیم کے حملوں کا جواب دے رہے تھے - اس معرکہ کارزار میں اس شجاع خاتون کے سینہ کے بائیں جانب گولی لگی - مگر اس نے اس زخم کی کچھ پرواہ نہ کی - اس کا سینہ خون آلود تھا - ور اسلحہ جنگ سے لدا ہوا - لیکن وہ بدستور مقابلہ کرتی رہیں - پہلے معرکوں میں بھی ان کے کئی زخم آچکے ہیں - جو ان کے جسم پر حب وطن کے غیر فانی نشان چھوڑ گئے ہیں آج یہ خاتون جس نے مدافعت ملکی میں نمایاں حصہ لیا - اور جو عین جنگ کے محاذ پر پہنچ کر مردوں کے دوش بدوش دشمن کے مقابلہ میں صف آرا رہی - ہے اپنی [illegible]

کے صلہ میں اس ترکی فوج کی سپہ سالار ہے۔ جو اسمد بیں حکومت انگورہ کی طرف سے متعین ہے۔ فاطمہ خانم کی شجاعت و بسالت اور جرأت و مردانگی نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ بنت ترکی کے مرد ہی بہادری و شجاعت کے مجسمہ نہیں۔ بلکہ اناطولیہ کی عورتیں بھی جہاں بھر کے مردوں سے کہیں زیادہ دلیر واقع ہوئی ہیں۔ اور ان میں فاطمہ خانم کا نام سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

جس قوم کی مائیں ایسی بیٹیاں رکھتی ہوں۔ اور جو مادر وطن ایسی خواتین کو اپنی گود میں پالے اسے کبھی نہ سمجھو۔ کہ وہ فناہ ہو جائیگی۔ ان کی سرفروشیاں ان کی حیات جاوید کی ضامن ہیں۔

واقعات حاضرہ کے متعلق الیف خانم کے نام سے آپ اخبار مسلم سٹینڈرڈ[ف] کے نام کچھ خطوط لکھتی رہی ہیں۔ ان خطوط میں آپ نے واقعات حاضرہ پر زرین خیالات کا اظہار کرتے ہوئے قرآن پاک کی آیات قدسی سے استدلال کر کے عملی کام کی ضرورت و اہمیت جتائی ہے۔ ایک جگہ لکھتی ہیں مجھے حیرت ہے۔ کہ کیوں مسلمان اور ہندوستانی گورنمنٹ کے پاس وفود بھیجتے ہیں۔ اور کیوں انصاف۔ انسانیت اور سچائی وغیرہ کے نام پر ان سے اپیل کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس وقت تک موجودہ تہذیب کی بنیاد کو نہیں سیکھا ہے"۔ اسی خط میں ایک جگہ مشرقی و مغربی تمدن کے متعلق لکھتی ہیں۔

میری تمنا ہے۔ کہ میں کل اسلامی سرزمینوں کو آزاد و خوشحال دیکھوں۔ اور ان پاک سرزمینوں پر خود انہیں کی تہذیب اور معاشرت کا دور دورہ دیکھوں۔ اور کسی حالت میں بھی یہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ کہ مقلدین یوروپ کے بیہودہ تمدن تہذیب اور معاشرت کا وہاں دَور دَورہ ہو۔ اکثر یوروپین خود بھی ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تمدن کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں مشرق اور ان میں سے بھی اکثر کی نگاہیں ہندوستان

ف۔ اس اخبار کے ایڈیٹر پنجاب کے ایک معزز کشمیری خاندان کے پرجوش نوجوان مسٹر عبدالقیوم ملک ہیں۔ جن کی بیش بہا اسلامی خدمات کا اعتراف اطراف عالم سے ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے مسلم آؤٹ لُک کے نام سے اخبار جاری کیا۔ مگر حکومت ہند نے اس کا داخلہ بند کر دیا۔

کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

مسلمانوں کو "جماعت میں کرامت ہے" کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے لکھتی ہیں۔

یوروپ اس قدر مضبوط اور اتنا طاقتور کیوں ہو گیا ہے محض اپنی ارگنائزیشن کی قوت اور قابلیت کی وجہ سے۔ دنیا کی کسی قوم کے پاس مسلمانوں سے زیادہ طاقت اور طریقہ پر ارگنائز کرنے کے ذرائع نہیں ہیں۔ حقیقتاً ارگنائز کے بغیر اسلام وجود میں نہیں رہ سکتا۔ مذہب اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ اگر تم تین ہو۔ تو اپنا ایک لیڈر منتخب کر لو۔ خداوند تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔ وہ شخص جو جماعت سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ وہ آگ کی طرف جاتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی ہے۔ جو گمراہ کرنے والی ہو۔ ایک کے مقابلے میں دو اچھے ہیں اور دو کے مقابلے میں تین اچھے ہیں۔ اور تین کے مقابلے میں چار اچھے ہیں۔ اس لئے جماعت ایک فرض ہے۔ جو تم پر عاید کی گئی ہے۔ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے اپنے کام کرو۔ وہ شخص جو جماعت سے علیحدگی کی حالت میں مرا۔ وہ ایام جہالت کی موت میں مرا"

یہ محض چند اقتباسات ہیں۔ ایسی بے شمار آیات مل سکتی ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہو سکے کہ ارگنائزیشن کے بغیر اسلام حقیقتاً کوئی اسلام نہیں ہے۔ اگر مسلمان حقیقتہً بیدار ہو گئے ہیں۔ تو انہیں اپنے کو نیچے سے اوپر تک ان لائنوں پر ارگنائز کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اس طریقہ پر ارگنائز ہو گئے۔ تو کوئی طاقت یا طاقتوں کا مجموعہ ان کی راہ میں کوئی روک یا رکاوٹ نہیں عاید کر سکتا۔ مسلمانوں کا ارگنائزیشن یقیناً ایک تغیر کن نوعیت کا ہوگا۔

قسطنطنیہ کا اخبار العدل مقالۂ مدیریہ میں فاطمہ خانم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

محترمہ فاطمہ خانم کی خدمات قابل ستائیش ہیں۔ اس معزز خاتون نے اناطولیہ کے طبقہ نسوان میں زندگی

حاشیہ بقیہ صفحہ نمبر ۹۲۔ پھر آپ نے مسلم ہیرلڈ نام رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد گورنمنٹ ہند نے اس کے داخلہ کی بھی ہندوستان میں ممانعت کر دی۔ اب کچھ عرصہ سے مسلم سٹینڈرڈ جاری ہے۔ خدا کرے۔ تا دیر جاری رہے فاطمہ خانم نے ہمعصر موصوف کی خدمات کا اعتراف ذیل کے الفاظ میں کیا ہے "میرے پیارے اسلامی بھائی السلام علیکم اسلام کی جو خدمات آپ ادا کر رہے ہیں۔ ان پر میں آپکو دلی مبارکباد دیتی ہوں۔ اور ساتھ ہی کے ساتھ ان خدمات پر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں نے اور میرے دیگر ہم وطنوں نے آپ کے بے انتہا بیش قیمت اخبار سے بہت کچھ حاصل کیا ہے اور آپ کا اخبار یقیناً اسلامی جھنڈا ہے"

کی روح پھونک دی۔ اور اکثر خواتین کو میدان جنگ میں خدمات بجالانے پر آمادہ کردیا ہے ترکی جرنیلوں نے ان خواتین کی حسن خدمات کے صلہ میں انعام واکرام دینے چاہے۔ لیکن ان غیور ویا ہمیت بیبیوں نے کسی قسم کا معاوضہ لینے سے انکار کردیا۔

خالدہ خانم

پیدائش - خالدہ خانم کی زندگی کے مفصل واقعات وحالات ابھی تک ہندوستان کے لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔ چند مختلف مضامین کے مطالعہ کے بعد یہ چند سطور حوالۂ قلم کی جاتی ہیں۔ اور افسوس ہے۔ کہ ان مضامین سے بھی آپ کی تاریخ پیدائش تو کجا سنۂ پیدائش کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں خالدہ نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اگر یہ تصور کیا جائے۔ کہ اس وقت خالدہ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ تو اس کا سن پیدائش ۱۸۸۳ء ہوتا ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر اس وقت چالیس سال کی ہے

تعلیم وتربیت - خالدہ خانم غیر معمولی ذہانت وفراست اور حیرت انگیز دماغی قابلیت لے کر آئی تھی۔ اس کے روشن خیال باپ کی جو سلطان عبدالحمید خاں کے شعبہ خزانہ عامرہ کا سکرٹری تھا۔ بڑی تمنا تھی۔ کہ وہ اپنی لڑکی کو اعلیٰ تعلیم دلائے۔ اور اس کے لئے اس کی نظر انتخاب امریکن کالج پر پڑتی تھی۔ مگر سلطان مرحوم کے زمانہ میں کسی ترک لڑکی کو غیر مذہب درسگاہ میں تعلیم دلانا خلاف قانون سمجھا جاتا تھا۔ خالص ترکی مدارس میں یہ خرابی تھی۔ کہ تعلیم نسواں کا انتظام نہایت ناکافی اور بے قاعدہ تھا۔ آخر بہت سی قیود وشرائط کے بعد خالدہ قسطنطنیہ کے امریکن مدرسہ نسواں میں داخل ہوئی۔ جہاں سے اس نے جون سنہ ۱۹۰۱ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اس وقت یہ واقعہ ترکی کے طول وعرض میں نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا گیا۔

خالدہ خانم سلطان المعظم کے حضور میں - خالدہ نے امتحان پاس کرنے سے پیشتر ہی ایک امریکن مصنف جیکب ایبٹ کی کتاب کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ جو حقوق وفرائض مادری کے موضوع پر لکھی گئی تھی۔ اس سے اس کی ادبی قابلیت سلطان عبدالحمید خاں تک بھی پہنچ گئی جنہوں نے اپنے حضور میں طلب فرماکر ایک تمغہ عطا فرمایا۔ خانم کے باپ نے بیٹی کی علمی شہرت کے

لئے اس کتاب کی ایک ہزار جلدیں چھپوا کر مفت تقسیم کیں۔

خالدہ خانم کی شادی اور بیوگی - ادب و انشا سے دلچسپی رکھنے والا دماغ ریاضی کی خشکی سے اکثر بیگانہ رہتا ہے۔ اسی بنا پر خانم بھی علم ہندسہ (جیومیٹری) میں کمزور تھی۔ باپ نے بیٹی کی دور کرنے کے لئے ایک اعلیٰ ریاضی دان پروفیسر کو خالدہ کا اتالیق مقرر کیا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اسی پروفیسر سے اس کی شادی ہو گئی۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ پروفیسر مذکور کا انتقال ہو گیا۔ ع روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد۔

انقلاب ٹرکی میں خالدہ خانم کا حصہ - جب انجمن اتحاد و ترقی کا زور ہو گیا۔ اور طلعت پاشا انور پاشا - جمال پاشا وغیرہ احرار ٹرکی اراکین اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے لگے۔ اور سلطان عبد الحمید خاں کی شخصی حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہونے لگیں۔ اور قلمرو عثمانیہ میں اخبارات و رسائل کو کسی قدر آزادی حاصل ہوئی۔ تو خالدہ خانم کے ناول اخباروں اور رسالوں میں باالانضباط چھپنے لگے۔ تحریکات قومی کے متعلق مؤثر اور مدلل مضامین کا سلسلہ خالدہ خانم نے نوجوان ترکوں کے اخبار طنین میں شروع کیا۔ جس سے اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اسی زمانہ میں خالدہ خانم نے ایک ولولہ انگیز نظم لکھی جس میں ترکی فوج کے چوتھے دستہ اور سلطنت عثمانیہ کے بانی سلطان عثمان خاں مرحوم کا خیالی مکالمہ درج تھا۔ آخر میں اسی دستہ نے انقلاب ٹرکی میں نوجوان ترکوں کا ساتھ دیا۔

خالدہ خانم انگلستان میں - انگلستان کی ایک عظیم الشان سیاسی کانفرنس نے خالدہ خانم کی ادبی و سیاسی قابلیتوں کی شہرت سن کر اس کو خاص طور پر اپنے جلسہ میں مدعو کیا۔ چنانچہ وہ وہاں گئی۔ اور اپنی دلاویز و جوش انگیز تقریر سے انگریز ماہرین سیاست پر اپنا سکہ بٹھا کر واپس آئی۔

خالدہ خانم کے لئے پھانسی کا حکم اور ان کی فراری - انور پاشا - طلعت پاشا اور جمال پاشا جو نوجوان ٹرکی کے اعلےٰ راہنما تھے۔ خالدہ کے مکان پر ٹرکی کی آیندہ فلاح و ترقی اور آئینی نظام حکومت کی تدابیر کے لئے باہم مشورے کرنے لگے۔ اسی میں سلطان عبد الحمید خاں نے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کے لیے سنبھالا لیا

دو سو فوجی افسروں اور تین سو دیگر ملکی عہدہ داروں اور انقلاب پسندوں کی فہرست پھانسی پر لٹکانے کے لئے تیار کی۔ جن میں ایڈیٹران اخبارات کے علاوہ خالدہ خانم کا بھی نام تھا۔ لیکن یہ خبر کسی طرح نکل گئی۔ بعض تو سلطان عبدالحمید خاں کی پیش بندیوں کا شکار ہو گئے۔ اور بعض جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ انہی میں ایک خالدہ خانم بھی تھی۔ جو اپریل ۱۹۰۹ء میں اپنے دو بچوں کو امریکن کالج کے نمائندوں کے پاس چھوڑ کر آپ چند خیر خواہوں کی مدد سے مصر کو بھاگ گئی۔

سلطان عبدالحمید خان کی معزولی اور خالدہ خانم کی واپسی

آخر جب ٹرکی کا مطلق العنان بادشاہ عبدالحمید خان تخت خلافت سے اتار اگیا۔ اور ترکان احرار کی سلطنت نہایت انتظام کے ساتھ قایم ہو گئی۔ تو خالدہ خانم مصر سے قسطنطنیہ میں واپس آ گئی۔ خالدہ خانم نے سب سے نسوانی انجمنوں کے قیام اور نسوانی اخبارات کے اجرا کی طرف توجہ کی۔ اور اس میں سے بہت کامیابی ہوئی۔

جنگ بلقان اور خالدہ خانم کی پُرجوش تقریر

ترکوں کو جمہوریت قایم کئے ابھی دو اڑہائی سال ہی گذر رہے تھے کہ بلقان کی ریاستوں نے ۱۹۱۲ء میں ٹرکی پر حملہ کر دیا۔ جس سے جنگ کا مستقبل خوفناک نظر آتا تھا۔ ترکوں کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ عورتوں نے بھی قومی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ شہزادی نعمت خانم کی صدارت میں انجمن ہلال احمر قایم ہوئی۔ اور ترک عورتیں بھی یورپ کے دیگر ممالک کی خواتین کی طرح جنگ کے میدانوں اور ہسپتالوں میں مجاہدین اسلام کی مرہم پٹی کا مبارک اور مقدس فرض ادا کرنے لگیں قسطنطنیہ میں عورتوں کے کئی جلسے ہوئے۔ جن میں پانچ پانچ چھ چھ ہزار ترک عورتیں جمع ہوتی رہیں۔ خالدہ خانم کی تقریروں نے عورتوں میں قومیت کی ایک لہر پیدا کر دی اور ٹرکی کی تمام دنیائے نسوان کو حرارت قومی سے لبریز کر دیا۔ خالدہ خانم کی ایک شاندار۔ اور ولولہ انگیز تقریر ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اسلام کی بی بی ٹو اور محمد رسول اللہ کے نام پر کٹ مرنے والوں کی ماؤں بہنوں اور بیویو ... صد ہا برس گذرے - ایک ترک بادشاہ نے پتھر کی سل پر ایک کتبہ لکھوایا تھا - جس کے الفاظ آج بھی اپنے اندر اتنی طاقت رکھتے ہیں - کہ ترکی قوم کو زندگی اور بیداری عطا کریں اس بادشاہ نے لکھا تھا - کہ خدا نے مجھے اس - یہ سلطنت کی نعمت سے مالا مال فرمایا ہے - کہ ترکوں کی عظیم الشان قوم کا نام و نشان زمانوں کی گردشوں سے مٹنے نہ پائے - میری قوم دولت مند نہیں - میں ان غریب لوگوں کا بادشاہ ہوں - جن کے پاس کھانے کو ٹکڑا نہیں - تن ڈھانکنے کو چیتھڑا نہیں - میں نے ترکی قوم کی بقا کے لئے رات کی نیند اور دن کا آرام اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے - میں مرتے دم تک اپنی قوم کی خدمت میں مصروف رہا ہوں - میری زندگی کو اپنے راستے کا چراغ بناؤ - تاکہ کبھی سیدھے راستے سے بھٹکنے نہ پاؤ - پیاری بہنو! آؤ اپنے قدیم بادشاہ کی اس وصیت کو اپنے لئے دلیل راہ بنائیں اور قوم کے لئے وہ کچھ کر دکھائیں - جو اسلام کے قرون اولیٰ کی مسلمان عورتوں نے کر دکھایا ہے -

ہماری سب سے بڑی ضرورت یہ ہے - کہ حب وطن کے نشے میں چور اور اعلائے اسلام کی شراب سے سرشار ہو جائیں - ترکوں کو حب قومی کے جذبے نے دنیا کی عظیم الشان قوم بنایا تھا - لیکن آج ہم میں دہ جذبہ باقی نہیں رہا - اور نتیجہ یہ ہے - کہ ہماری تاریخی شہرت برباد ہو گئی - اور ہم دنیا میں ذلت کی زندگی بسر کرنے لگے - بلغاریہ کے لوگوں کی طرف دیکھو آج سے پچاس سال پہلے یہ لوگ ہمارے گوالے تھے - ہمارے لئے دودھ دوہا کرتے تھے لیکن حب قومی نے ان کو کچھ کا کچھ بنا دیا - اور آج سارا یورپ اس قوم کو وقعت کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے - شرم اور غیرت سے ڈوب مرنے کا مقام ہے - کہ ترک تو دنیا میں عزت کی زندگی بسر کریں - اور آنا ذلیل ہو جائیں - یہ کس کا قصور ہے - یہ ہم عورتوں کا قصور ہے - ترکی ماؤں کا فرض تھا - کہ اپنے بچوں کے دلوں اور دماغوں میں مادر وطن کی محبت اور اسلام کی عقیدت کا نقش بٹھائیں - اور ان کو قومی عزت کی خاطر کٹ مرنے کی تعلیم دیتیں - لیکن ہم نے اپنے فرض سے غفلت کی - اور ساری قوم کے حق میں کانٹے بوئے

لیکن مایوس اور ناامید ہونیکی ضرورت نہیں - ابھی کچھ نہیں گیا - اگر آج بھی قوم کی خدمت پر آمادہ ہو جاؤ - تو بہت کچھ کر سکتے ہو؟

فرانس اور اس کے رہنے والوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو - آج سے چالیس سال پیشتر فرانسیسیوں کو جرمنوں کے ہاتھوں شکست فاش کھانی پڑی - اور اپنے علاقہ کا بہترین حصہ کھو دینا پڑا - لیکن جب قومی کی آگ ان کے دلوں میں برابر مشتعل رہی اور انہوں نے پچیس سال کے عرصہ میں اپنے ملک کی کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کر لی - اور دنیا کی بہترین قوموں میں ان کا شمار ہونے لگا - دور کیوں جاؤ - یونانیوں کی طرف دیکھو - یہ لوگ صدہا سال تک ہمارے محکوم رہے - آزادی کے نام سے بھی ناآشنا تھے - اور ان کا سب سے بڑا شہر ایک گندے اصطبل سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا - آج ایتھنز میں جاؤ - تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا - وہی اصطبل آج ایسا مصفا پاکیزہ اور مہذب شہر ہے - کہ استنبول سے پہلو مارتا نظر آتا ہے -

خواہ ہم پر کتنی مصیبتیں ٹوٹیں - آندھیاں آئیں - جھکڑ چلیں - طوفان اٹھیں - لیکن یاد رکھو - کہ ترکی قوم فنا ہونیوالی نہیں - کیونکہ اس کے گذشتہ کارناموں نے اسکے شاندار مستقبل پر مہر کر رکھی ہے - بلقان کی ریاستیں تو کیا حقیقت رکھتی ہیں - اگر ساری دنیا بھی ہماری مخالف ہو جائے - تو ہمت نہ ہارو - اور اپنی غریب بہنوں کی مدد کئے جاؤ - جو چھوٹے چھوٹے چراغوں کی دھندلی روشنی میں سوئی تاگا لئے ہوئے بہادران ترکی اور مجاہدین اسلام کے لئے کام کر رہی ہیں -

آؤ - خدا تعالےٰ کے حضور میں اور قومیت کی قربانگاہ پر قسم کھا کر یہ عہد کریں - کہ جب تک ہم اپنی قوم اور اپنے پیارے اسلام کی عزت برقرار نہ کریں گی - اور دنیا کی دوسری قوموں کے مقابل میں اپنی عظمت کو بڑھا چڑھا کر نہ دکھا لینگی - اس وقت تک کسی رکاوٹ یا کسی قربانی سے پہلو تہی نہ کریں گی - تاکہ جب زندگی کی آخری گھڑی آئے - تو ہمارا ایمان سلامت ہو - اور ہمارا ضمیر اندر سے پکار پکار کر رہی کچھ کہے - جو ہمارے قدیم بادشاہ نے کہا تھا - کہ ہم نے اپنی قوم کے لئے دن کا آرام اور راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی "

تقریر کے خاتمہ پر خالدہ نے اپنے تمام جوہر - اپنے ایر رِنگ - اپنی انگشتریاں - اپنا بیش قیمت ہار اور کنگن اور اپنی کلائی کی گھڑی - غرض تمام زیور اتار کر میز پر رکھ دیئے - اور کہا - کہ میرے پاس یہی چند ہزار روپے کا اثاثہ ہے - جو آج مجاہدین اسلام کے لئے نذر کرتی ہوں - قوم اسے قبول فرمائے -

بس پھر کیا تھا - پانچ ہزار ترکی خواتین اٹھ کھڑی ہوئیں - اور اپنا تمام زیور اتار کر قوم کی نذر کر دیا کہتے ہیں - کہ اس دن خالدہ خانم کی ایک تقریر سے ترکوں کے قومی سرمایہ میں لاکھوں پونڈ وصول ہو گئے -

خالدہ خانم کی دوبارہ شادی

ڈاکٹر عدنان بے ایک مشہور ترکی نوجوان ہیں - جن کا تعلق ترکوں کی احرار پارٹی سے ہے - جنگ یوروپ کے آغاز (۱۹۱۵ء) میں خالدہ خانم نے ڈاکٹر موصوف سے شادی کر لی - اور شادی کے بعد میاں بیوی دونوں یکساں شوق و خلوص سے خدمات ملیہ میں مصروف ہو گئے -

خالدہ خانم کی تعلیمی سرگرمیاں

تھوڑے عرصہ کے بعد خانم شام میں آ گئی - جہاں جمال پاشا حاکم تھے - اور خانم کے مددو معاون اور ہم خیال - یہاں آ کر خانم نے صدہا لڑکیوں کے سکول کھول دیئے - آرمینیا اور ایشیائے کوچک میں کئی یتیم خانے قائم کئے - خود زیادہ تر بیروت میں رہتی تھی - اور وہیں سے دمشق اور ملک کے دیگر مدارس کی نگرانی رکھتی تھی - طلعت پاشا اس زمانہ میں وزیر اعظم تھے - انہوں نے خالدہ خانم کی تحریک سے بہت سی استانیاں ایشیائے کوچک میں بھیجیں -

بیروت میں فرانسیسوں کا ایک عظیم الشان زنانہ کالج تھا - جنگ شروع ہونے کے بعد فرانسیسی تو چلے گئے - مگر ان کا کالج معہ ساز و سامان خالدہ خانم نے لے لیا - اور اس کالج کو بہت زیادہ ترقی دی - اور مذہبی آزادی اور رواداری کا بہت خیال رکھا - کیونکہ اس میں عیسائیوں کی لڑکیاں بھی بکثرت پڑھتی تھیں - خالدہ خانم اور چند

ایک دیگر ترک خواتین کی سرگرمیوں نے شام میں حریت نسواں اور تعلیم نسواں کے غلغلے چاروں طرف بلند کر دئے۔

خالدہ خانم پھر قسطنطنیہ میں

۱۹۱۸ء میں انگریزوں نے جب شام پر چڑھائی کی تو خالدہ خانم واپس قسطنطنیہ آ گئی۔ اور جب جنگ کے بعد یوروپ کی ناانصاف سلطنتوں نے قسطنطنیہ پر اپنا قبضہ جمالیا۔ اور تمام ٹرکی کے طول و عرض میں غم و غصہ کے جذبات پھیل گئے۔ تو قسطنطنیہ میں ایک لاکھ ٹرکی محبان وطن کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں علاوہ اور مقرروں کے ملک کی بہترین ادیب اعلےٰ درجہ کی شاعرہ مشہور افسانہ نگار اور ماہر تعلیمات خالدہ خانم نے ایک آتش بار تقریر کے دوران میں کہا۔ تم ہمیشہ سے فاتح قوم رہے ہو۔ اور ہمیشہ تمہارا جھنڈا تمام قوموں سے اونچا نظر آتا رہا ہے۔ کیا آج تم یہ ذلت برداشت کرو گے۔ کہ اسلام کے آخری پایہ تخت پر کفار کا قبضہ ہو۔ اور تمہاری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزت پر حملے کئے جائیں۔ اُٹھو اور دنیا کو بتا دو۔ کہ ترکوں میں ابھی جان باقی ہے۔ اور تاتاری خون غلامی قبول نہیں کر سکتا۔

اتحادی اس قسم کے جلسے اور اس قسم کی تقریریں کب دیکھ سکتے تھے۔ انہوں نے اس قسم کے جلسوں کی فوراً ممانعت کر دی۔ چنانچہ آج تک کہ قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ ہے۔ وہاں پولیٹیکل جلسوں کی ممانعت ہے۔

خالدہ خانم کے مطالبات ٹرکی کیلئے

اخبارات کے ایک نمائیندہ نے خالدہ خانم سے ملاقات کے دوران میں چند سوالات پوچھے۔ خالدہ خانم نے کہا۔ ٹرکی کو امن و امان چاہیئے زراعتی ترقی چاہیئے۔ اور کھوئے ہوئے علاقے چاہئیں۔ جن میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو مساویانہ حقوق دئے جائینگے۔ ان چیزوں کے علاوہ ترکوں کو تعلیم کی سخت ضرورت ہے

خالدہ خانم انگورہ میں

اتحادیوں کے خوف سے بہت سے محبانِ ملک جانیں بچا کر اناطولیہ چلے گئے تھے۔ خالدہ خانم

اور اس کا خاوند ڈاکٹر عدنان بے ابھی قسطنطنیہ ہی میں تھے - اور خاموشی کے ساتھ اپنی زندگی گذار رہے تھے - کیونکہ قسطنطنیہ سے نکلنے کے لیئے ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا - ادھر انگورہ میں جہاں جرنیلوں اور سپاہیوں کے علاوہ علما اور انشاپرداز بھی بکثرت جمع ہو گئے تھے - وہاں خالدہ خانم جیسی ماہر تعلیمات خاتون کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی - چنانچہ بیان کیا جاتا ہے - کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک ہوائی جہاز رات کے اندھیرے میں قسطنطنیہ بھیجا - جو اتحادیوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر خالدہ خانم اور اس کے شوہر کو اڑا کر لے گیا - خالدہ خانم کے انگورہ آنے پر وزرات انگورہ نے نہایت خوشی کا اظہار کیا -

خالدہ خانم کے کارہائے نمایاں انگورہ میں

خالدہ خانم کو انگورہ میں وزیر تعلیمات کا اعلیٰ عہدہ دیا گیا - چنانچہ انہوں نے تمام اناطولیہ میں جہاں جہاں ضرورت دیکھی - مدارس جاری کر دیئے - جنوری ۱۹۲۲ء میں آپ اطنہ میں تشریف لیگئیں - جہاں آپ کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ کیا گیا - اور جس میں طلبائے مدارس کو خاص طور پر دعوت دی گئی - خالدہ خانم نے ایک پرجوش تقریر میں حاضرین اور طلباء کو حالات حاضرہ کی طرف توجہ دلائی - جس سے ان کے قلوب وطن پرستی کی آگ سے روشن ہو گئے - اور وہ دل جو بالکل مردہ تھے - اس اعجاز جاندہی سے دوبارہ جی اٹھے - خالدہ خانم کے متعلق تازہ خبر یہ ہے - کہ اب تعلیم کی وزارت چھوڑ کر وہ فوجی خدمات ادا کر رہی ہے - چنانچہ پنجم مارچ ۱۹۲۲ء سے ان کا نیا محکمہ ٹریننگ پر تبادلہ کیا جاتا ہے - ان کے خاوند ڈاکٹر عدنان بے کو مصطفےٰ کمال پاشا کے دربار میں بڑا رسوخ ہے - بلکہ ایک دو مرتبہ ایسا ہوا ہے - کہ غازی ممدوح کی غیر حاضری میں فرائض صدارت عدنان بے نے ادا کئے ہیں -

خالدہ خانم کا مختلف اخبارات میں مختلف ناموں سے ذکر کیا جاتا ہے - کوئی خالدہ ادیب خانم لکھتا ہے - کوئی خالدہ خانم اور کوئی خالدہ خدیجہ خانم +

جنرل فوزی پاشا

ترکانِ احرار کے وزیر جنگ ہز آگسلنسی میجر جنرل احمد فوزی پاشا جن کو بعض اخبارات میں فیضی پاشا بھی لکھا جاتا ہے۔ ایک مشہور اور پرجوش عثمانی افسر ہیں۔ عمر چالیس سال سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ مگر فوجی تدابیر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ آپ ہی کی حسن تدابیر سے یونان کو ترکان احرار کے مقابلہ میں باوجود ہمارے مہربانوں کی ظاہری و باطنی امداد کے ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی ہے۔

جنرل فوزی پاشا جنگ یوروپ میں برطانوی سپاہ سے تقریباً ایک سال تک فلسطین میں لڑتے رہے ہیں۔ جب غازی کمال پاشا آپ کی جگہ سپاہ فلسطین کے افسر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ (یہ واقعہ التوائے جنگ یوروپ سے دو ماہ قبل کا ہے) تو آپ آستانہ چلے آئے جہاں وزارتِ جنگ کا چارج آپ کے سپرد ہوا۔ جس وقت انگورہ میں قومی جدوجہد شروع ہوئی ہے۔ آپ اس وقت آستانہ ہی میں تھے۔ فوراً بھیس بدل کر اور دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر انگورہ پہنچے۔ اور اپنے مخلص دوست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ساتھ قومی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ عجیب بات ہے کہ اناطولیہ میں جتنے بڑے بڑے فوجی افسر کام کر رہے ہیں۔ ان سب کے آپس میں دوستانہ تعلقات ہیں۔ اور تقریباً یہ سب کے سب فلسطین میں کام کر چکے ہیں۔

آپ کے خیالات حب وطن کے جذبات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جب اطنہ کا ملک ایک عہد نامہ کے مطابق فرانسیسوں نے تین سال کے بعد ترکان احرار کو واپس کر دیا۔ تو جنرل فوزی پاشا نے قومی مجلس میں ایک زبردست تقریر کے دوران میں اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو قوم ان کے ساتھ ملنا چاہتی ہے۔ وہ اس کو خوش آمدید کہنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔ اور جو قوم تکبر و غرور اور تعصب و نا انصافیوں کے ساتھ ان سے پیش آنا چاہتی ہے۔ اس کا سر کچلنے کے لیے بھی احرار ترک ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

آج کا دن نہایت مبارک دن ہے - کیونکہ ہمارا عزیز ولایت اطنہ تین سال تک ہمارے قبضہ سے باہر رہنے کے بعد آج ہم کو واپس ملی ہے - اور اس پر آج ترکی علم چڑھایا گیا ہے - جو ہوا میں لہرا رہا ہوگا -

ترکوں نے (اس وقت تک) جو عزم و ثبات دکھایا ہے - اسی کا یہ نتیجہ ہے - کہ آج انگورہ کی قومی حکومت اپنی قومی میثاق کے ایک حصّہ کو پورا کرنے پر قادر ہوئی ہے - اور اس کو قوت سے فعل میں لائی ہے یعنی اس نے اپنے قدیم دوست فرانس سے جس سے ہم نے تہذیب و تمدن جدید کی بہت سی باتیں حاصل کی ہیں - معاہدۂ صلح کیا ہے - مجھے یقین اور کامل یقین ہے - کہ اگر ترکی قوم اسی طرح متحد رہی - جس طرح کہ اب تک رہی ہے - اور برداشت مصائب و مشکلات میں وہ پوری اتری - تو ہم بہت تھوڑی مدت میں اپنے عزیز مقامات سمرنا اور بروصہ کو بھی واپس لے لینگے - ٹرکی وہ ٹرکی جس نے صرف چار سو آدمیوں کی قوت سے ایک زبردست شہنشاہی حکومت کی بنیاد رکھی تھی - وہ مر نہیں گئی ہے - اور نہ وہ مر سکتی ہے - فرانس نے یہ سمجھ کر کہ دول عظمےٰ میں سے صرف وہی پہلی حکومت ہو - جو ہمارے حقوق کی تصدیق کرے - اور دوسری دول عظمیٰ کی تقلید کے لئے ایک راستہ بناوے - چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا - ہمارے حقوق کی سب سے پہلے اس نے تصدیق کی - اور دوسروں کے لئے اس نے اقتدار کا راستہ صاف کر دیا - اس لئے ہمارا فرض ہے - کہ ہم فرانس کا اس کی اس توجہ اور خلوص پر شکریہ ادا کریں - اور اس کے دوستانہ سلوک پر اس کی تعریف کریں - ہمارا دشمن (یونان) اب اس پر مجبور ہے - کہ وہ دو باتوں سے ایک کو اختیار کرے - یعنی یا تو وہ ہماری قومی میثاق کے مطابق ہم سے صلح کرے - اور اناطولیہ میں قلیل التعداد اقوام کے حقوق کا احترام ہم سے کرائے - اور یا وہ اپنی گردن پر ہر ایک بات کی ذمہ داری لیکر ہم سے جنگ آزما ہو - اور اپنی قوت و شجاعت کا امتحان کرے - موسیو گونارس کی یورپ سے واپسی پر ہم کو اس کا علم ہو جائیگا - کہ یونان ان دونوں صورتوں میں سے کس کو اختیار کرتا ہے - اور کونسی صورت اس کے خیال میں موجودہ مشکلات کے حل کے لئے مناسب ہے - ہم نے دونوں صورتوں کو پیش نظر رکھ کر کافی تیاریاں کرلی ہیں - ہماری سپاہ کافی تعداد میں موجود ہے اور تمام

ضروری تدابیر مکمل ہیں۔

معرکۂ این آدانی کی یادگار میں جب انگورہ کی مجلس قومی نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ تو اس میں فوجی و سول افسروں، سیاسی آدمیوں، علماء، مذہبی اشخاص، اناطولیہ کے ادیبوں، شاعروں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور سفرائے دول کے سفیروں کو بھی وسیع پیمانہ پر دعوت دی گئی تھی۔ ہوائی جہازوں کے کرتبوں اور فوجی ریویو کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے تقریر کی جس کا ذکر "ترکان احرار کی فوج ظفر موج" کے بیان میں کیا جا چکا ہے۔ آپ کے بعد جنرل فوزی پاشا کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔

یہ یادگار اس اعتبار سے بہت اہم ہو جاتی ہے۔ کہ معرکۂ این آدانی میں یونانیوں کی سپاہ بے شمار تھی۔ سامان جنگ اور توپوں کی کمی نہ تھی۔ برخلاف اس کے ترکی سپاہ کی تعداد بہت کم جبکہ زیادہ حصہ صرف وہ والنٹیر تھے۔ جن کے پاس ہتھیار تک نہ تھے۔ لیکن ہمارا بھروسہ خدا پر تھا۔ اور خدا ہی نے ہم کو شاندار فتح عنایت فرمائی۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی ہوائی جہاز بھی نہ تھا۔ حاضرین کو یاد ہوگا۔ کہ جنرل پاپولاس (یونانی جنرل) ہم پر ایک لشکر جرار لے کر حملہ آور ہوا تھا۔ جدید قسم کی توپیں کثیر تعداد میں اس کے پاس تھیں۔ اور وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اس وقت اس کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف ایک تھوڑی سی تعداد ہمارے پاس تھی۔ جس کے پاس ہتھیار تک کافی تعداد میں نہ تھے ہماری یہ جماعت دشمن کا مقابلہ کرتی ہوئی پیچھے ہٹ رہی تھی۔ اور یونانیوں کی پیشقدمی کو روک رہی تھی۔ یہاں تک کہ جنرل عصمت پاشا نے معقول تعداد میں ترکی سپاہ کو جمع کیا۔ اس کو ترتیب دیا۔ خطوط جنگ قرار دئے گئے۔ اور کاموں کو تقسیم کیا گیا۔

اس طریقہ پر ہماری فوجی طاقت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ جنرل پاپولاس نے عسکی شہر اور قوتالیجہ پر قبضہ کر لیا۔ اور آخر این آدانی پر ہماری اس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ۱۰ دسمبر کی تاریخ تھی۔ اور قلوب کی طاقت توپوں کی قوت سے مقابلہ کر رہی تھی۔ آخر خدا نے ہماری مدد کی اور ہم نے شاندار فتح حاصل کی جس کی یادگار آج ہم منا رہے ہیں جنرل فوزی پاشا کے آخری الفاظ پر حاضرین نے سپاہ زندہ باد کے نعرے لگائے اور [illegible] تالیوں کا شور ہو

جولائی اور اگست ۱۹۲۱ء میں دُوَلِ یورپ کی شہ پر جدید علاقوں میں ہنگامۂ جنگ برپا کرنے کے لئے جارحانہ کارروائی (پیشقدمی) شروع کردی - اس موقعہ پر جنرل فوزی پاشا نے ایک اعلان عام رعایائے اناطولیہ کے نام جاری کیا - جس میں لکھا -

دشمن کی پیشقدمیوں کے احتمال کی وجہ سے پبلک کو ہرگز اندیشہ مند و ہراساں نہیں ہونا چاہیئے - قوم کو اس بات پر پورا یقین رکھنا چاہیئے - کہ دشمن باوجود اپنی اعدادی قوت کے آناً آن حفاظت کر رہا ہے - کہ ہمارا لشکر بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ دشمن کا قلع قمع کرنے والی وضع اختیار کر کے حرکات عسکریہ عمل میں لا رہا ہے - دشمن کو سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے - آلتون طاش کا شمالی علاقہ دشمن کی لاشوں سے بھرا ہوا ہے - دشمن نے ہماری فوج سے عسکی شہر اور سید غازی کے قرب و جوار میں جو سخت تھپیڑے کھائے ہیں - اس حرارت انگیز تجربہ سے اسے بخوبی معلوم ہوگیا ہے - کہ یہ پیشقدمی اس قدر گراں پڑیگی پبلک کی اطلاع کے لئے ہمیشہ سرکاری رپورٹیں شائع ہوتی آئی ہیں - اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی -

قوم کو بڑے صبر و اعتماد کے ساتھ آخری نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے - ترکی مجلس اعلیٰ نے اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے سب قسم کی تدابیر کام میں لانے کا قطعی فیصلہ کرلیا ہے دشمن اناطولیہ کے اندرونی حصوں میں اپنے بازوؤں کو پھیلا پھیلا کر اپنی ہلاکت کا تقرب کر رہا ہے نیا حملہ دشمن کے جنازہ کا جلوس ہوگا - عون باری سے وقائع قریبہ اس امر کو خود ہی ثابت کردیں گے -

مارچ اپریل ۱۹۲۲ء میں جنرل فوزی پاشا نے جو اس وقت کونسل آف سٹیٹ (مجلس انتظامیہ) انگورہ کے صدر بھی تھے - ایک ماہ تک جنگ کے تمام محاذوں کا دورہ کیا - آپ نے صدر تیمن الیسا کو رپورٹ کی کہ ترکی افواج بہترین حالت میں ہیں - اور وہ یونانیوں پر چڑھائی کرنیکا بیصبری کیساتھ انتظار کر رہی ہیں -

اگست ۱۹۲۲ء میں وزرائے اناطولیہ کا جب نیا انتخاب ہوا - تو آپ اپنی فوجی قابلیت حسن تدبر اور ہردلعزیزی کیوجہ سے وزارت جنگ کے اعلیٰ عہدے پر بدستور قائم رکھے گئے -

فیوزی پاشا ان انتہا پسندوں میں ہیں۔ جن کی حکمتِ عملی کا سکہ انگورہ میں چل رہا ہے۔

جنرل علی احسان پاشا

یہ بہادر ترک زمانہ جنگ یوروپ میں قفقاز کی نویں فوج کے کمانڈر تھے۔ جب دُول متحدہ کی ٹڈی دل فوج نے ترکی کی اس تھوڑی سی جانثار سپاہ پر حملہ کیا۔ تو علی احسان پاشا نے جہاں تک ان سے ہو سکا۔ حالات کی ناموافقت کے باوجود بھی دشمن کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر گرفتار ہو گئے۔ اور نظربند ہو کر مسروتہ پہنچا دیئے گئے۔ وہاں آپ کچھ عرصہ تک اسیری کی حالت میں رہے۔ آخر وہاں سے نکل بھاگے۔ اور ایشیا کے بہت سے اسلامی ممالک میں چکر لگاتے ہوئے ۱۹۱۶ء میں قسطنطنیہ میں واپس آ گئے۔ یہ نوعمر اور خوشرو جرنیل ہمیشہ اس بات کو فخریہ بیان کرتا ہے۔ کہ وہ جس مسلمان سے بھی ملے اس نے نظربندی سے نکل جانے اور ان کو ہر طرح کا آرام پہنچانے میں مدد دی۔

جب عہد نامہ سیورسے کے مطابق قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا عارضی قبضہ ہو گیا۔ اور وہاں اکثر محبانِ وطن گرفتار و نظربند کئے گئے۔ تو آپ کو بھی مالٹا میں نظربند کر لیا گیا۔ لیکن وہ دل وہ دماغ جو روزِ ازل ہی سے آزاد پیدا ہوا ہے۔ اور آزادی جس کا قدرتی حق ہے کس طرح نظربند رہ سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نظربندی کی زنجیریں توڑ کر انگورہ پہنچ گئے۔ جہاں قومی مجلس کے ماتحت آپ اپنی فوجی قابلیت کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ اور ایک اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہیں۔

جنرل عصمت پاشا

حکومت انگورہ کی فوجی مشین جن پرزوں کے بل بوتے پر کامیابی کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر رہی ہے۔ ان میں جنرل عصمت پاشا ایک نہایت کارآمد پرزہ ہیں۔ آپ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا زبردست بازو ہیں۔ اناطولیہ کی مغربی سپاہ کے کمانڈر ہیں۔ اور وطن کو اغیار کے پنجہ سے آزاد کرانے کے سوا اپنی زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں سمجھتے۔ چنانچہ جب آپ نے اپنی ماتحت سپاہ کا جائزہ لیا۔ تو سپاہ اور ماتحت افسروں کو خطاب کر کے فرمایا۔

یہ جنگ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یا تو موت ہے۔ یا زندگی (اس لئے) ہم میں سے ہر شخص کا اس وقت یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنی اس خدمت کو اور اس فرض کو جو اس پر واجب ہے پوری کوشش سے انجام دے۔ اگر ہم نے اپنے فرض کو محسوس کیا۔ اور پورے طور پر ادا کیا۔ تو ہمیں یقین ہے۔ کہ کوئی طاقت ہم پر غالب نہ آسکے گی۔ بلکہ ہم ہر ایک قوت پر غالب رہیں گے۔ اور اس کی طاقت کو کمزور کر دیں گے۔ خواہ وہ طاقت کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو۔ ہم (انشاء اللہ) ہر ایک مشکل پر غالب آئیں گے۔ اور کوئی مصیبت ہمکو برداشتہ خاطر نہ کریگی۔ ہم اپنی فتح اور کامیابی پر کامل وثوق رکھتے ہیں۔ اور جب تک کہ ہم اپنے فرض کو ادا کرتے رہیں گے۔ اور وطن کی آزادی میں اپنی قربانیوں پر تیار رہیں گے۔ اس وقت تک کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکتی۔ ہم میں سے ہر شخص کو ایسی حالت میں جیسی حالت میں کہ ہم مبتلا ہیں۔ اپنے فرض سے غافل نہ رہنا چاہیئے تاکہ ہم کامیاب ہو سکیں اور فتح ہماری حلیف بن جائے۔

۱۹۲۲ء کے شروع میں جبکہ چند امریکن نمائندگان اخبارات نے آپ سے آپ کے صدر مقام میں ملاقات کی۔ تو آپ نے اپنے جذبات قلبیہ کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا۔ ہماری طاقت روز افزوں ترقی پر ہے۔ ہماری فوج تیار ہے۔ کہ یونانیوں کو سمندر کے عقب میں دھکیل دے۔ ہم اس جنگ کو بیس سال تک اور جاری رکھ سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہماری فوج کا ایک سپاہی بھی باقی ہے۔ کیونکہ اناطولیہ کو اچھی طرح علم ہے۔ کہ یا تو ہمکو اپنی قومی عزت اور زندگی برقرار رکھنی ہے۔ اور یا فناہ ہو جانا ہے۔

نمائندگان اخبارات نے جب سمرنا کے متعلق استفسار کیا۔ تو فرمایا۔ سمرنا کس کا ہے۔ ہمارا یا یونان کا۔ اس پر ہم قابض رہ سکتے ہیں۔ یا یونان۔ اس کا فیصلہ صرف تلوار کے زور ہی سے ہو سکتا ہے اسی قسم کے قابل عزت جذبات کے ساتھ آپ اپنے وطن اور اپنے مذہب کی خدمات میں مصروف ہیں۔

جنرل ٹاؤنشنڈ جو نامور انگریزی جرنیل ہیں عصمت پاشا کے متعلق لکھتے ہیں۔ عصمت پاشا جو چیف آف دی سٹاف ہے۔ جنگی چالوں اور حکمتوں کا بہت کچھ علم رکھتے ہیں۔ اور ان کے ماتحت افسران یورپ کے فوجی افسروں سے کم نہیں ہیں۔

جنرل عصمت پاشا جو مغربی میدان جنگ میں اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ گذشتہ معرکہ افیون قرہ حصار میں افسر اعلیٰ بنائے گئے۔ انہوں نے اپنی خداداد قابلیت سے اس معرکہ کو بہت جانبازی سے سر کرلیا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا جس وقت افیون قرہ حصار پہنچے ہیں۔ جنرل عصمت پاشا اس کو فتح کر چکے تھے۔ اور ۹ر اگست ۱۹۲۲ء کو غازی ممدوح فاتحانہ حیثیت سے افیون اور قرہ حصار میں داخل ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ افیون قرہ حصار کو فتح کرکے جنرل عصمت پاشا عسکی شہر تشریف لے گئے۔ اور وہاں کی فوج کو اپنے ہاتھ میں لیکر عسکی شہر پر حملہ کیا۔ اور اس کو بھی فتح کرلیا۔ وہاں سے آپ بروصہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اسے بھی یونانیوں سے خالی کرالیا۔

جب ترکان احرار کا فاتحانہ قدم آگے بڑھتا نظر آیا۔ اور یونانی اپنے ظلم وستم کی یادگاریں چھوڑ کر سمرنا کا صوبہ خالی کر گئے۔ اور اقوام مغرب کو جب یہ اندیشہ پیدا ہوا۔ کہ اب تھریس اور ایڈریانوپل کی باری بھی آئی۔ تو انہوں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا پر التوائے جنگ کے ڈورے ڈالنے شروع کئے۔ چنانچہ اتحادیوں کی طرف سے اتحادی افواج مقیم قسطنطنیہ کا سپہ سالار جنرل ہیرنگٹن اور مصطفےٰ کمال پاشا کی طرف سے جنرل عصمت پاشا باہمی نامہ وپیام کے لئے مقرر ہوئے۔ طویل خط وکتابت کے بعد جنرل عصمت پاشا نے جنرل ہیرنگٹن کو اطلاع دی۔ کہ ترکی افواج کی نقل وحرکت بند کر دینے کے لئے فرامین جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اور کہ اسمد اور چناق کی فوجی حرکت محض مقامی افسروں کے فرامین کا نتیجہ ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ عیسائی قلیل التعداد جماعتوں کے ساتھ عثمانی حکومت کا وہی سلوک ہوگا۔ جو ترکوں کے ساتھ ہو رہا ہے اس کے جواب میں جنرل ہیرنگٹن نے اپنی مصالحانہ تقریر میں عصمت پاشا کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے افواج کی نقل وحرکت بند کردی ہے۔ اور شرائط معاہدہ کو فیاضانہ بیان کیا۔ آپ نے کہا۔ کہ اتحادی فوجیں قسطنطنیہ سے صلح کا اعلان ہونے پر ہٹا لی جائیں گی۔ انہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترکوں کو جانوں کا نقصان کئے بغیر اور اپنے ملک کی خوشحالی اور اس کے امن میں مخل ہوئے بغیر ہی ان کی تمام قومی خواہشات کلیتہً منظور کرلی

گئی ہیں۔
جنرل موصوف نے کہا۔ کہ "منزل مقصود آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور ۱۰ دن کے اندر اندر آپ کو سب کچھ مل جائیگا۔ اور اطمینان بخش صورت میں آپکی حکومت قائم ہو جائیگی تمام اتحادی آپ سے صرف اس بات کے ملتجی ہیں۔ کہ جب تک صلح کی تصدیق نہ ہو جائے۔ موجودہ غیر جانبدار رقبوں کا احترام کیا جائے۔ اور دوسرے تھریس میں حد بندی کی تعیین کردی جائے۔ تیسرے وہ چاہتے ہیں۔ کہ ایک بہت ہی محدود وقت کیلئے تھریس میں اتحادی فوج کے دستے اور ان کے مشن موجود رہیں۔ یونانی نمائندے بعض شرائط کے تحت اس پر دستخط کرنے پر مائل ہو جائیں گے۔

احمد نافذ بے

آپ حکومت انگورہ کی طرف سے سمسون کے حاکم اعلےٰ ہیں۔ اور اپنے ضلع کی طرف سے مجلس ملیہ انگورہ کے رکن بھی ہیں پچھلے دنوں آپ مصر گئے تھے۔ مگر وہاں آپ کو اترنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اخبارات کے نمائندے جہاز پر ہی آپ سے ملے تھے۔
انگورہ میں دریافت حالات کے لئے امریکہ یورپ اور آستانہ کے اخبارات کے نمائندے عموماً آتے رہتے ہیں۔ آپ کی شہرت سن کر ایک نمائندہ اخبار نے آپ سے بھی سمسون میں ملاقات کی۔ دوران ملاقات میں جو گفتگو ہوئی۔ اس سے دول مشرق اور حکومت انگورہ کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ اور احمد نافذ بے کے اپنے خیالات و احساسات کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس گفتگو کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ نامہ نگار کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ ہماری قوم اور قومی حکومت (انگورہ) اس بات میں متفق ہیں۔ کہ وطن کو آزاد کرانے اور دشمنوں کی ناپاک قوتوں سے اپنی عزیز سرزمین کو پاک کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔
نامہ نگار۔ حکومت انگورہ کے تعلقات مشرقی حکومتوں سے کس قسم کے ہیں۔ اور دول

مشرق کے مقابلہ میں حکومتِ انگورہ کو کیا درجہ حاصل ہے؟

احمد ناف ذبے۔ حکومت ملیہ انگورہ مشرق کی اسلامی حکومتوں میں ایک خاص منزلت رکھتی ہے۔ چند ماہ کے اندر ہی اس نے مشرقی حکومتوں سے مخلصانہ و دوستانہ تعلقات قائم کرلئے ہیں۔ دول مشرق سے بہتر تعلقات و معاہدات قائم کرکے ہماری حکومت نے وہ درجہ حاصل کرلیا ہے۔ جو میدان جنگ میں توپ خانہ کو اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب دشمن پوری طاقت سے حملہ آور ہو۔

نامہ نگار۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ انگورہ کی سپاہ اس وقت ۵۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔

احمد ناف ذبے۔ اگر مبالغہ نہ خیال کیا جائے۔ تو ہماری سپاہ دشمن کی سپاہ پر مادی و اخلاقی دونوں اعتبار سے کامل فوقیت رکھتی ہے۔ جمہوریہ ملیہ کی سپاہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ گذشتہ ایام میں غازی مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقا روسی سفیر (ارارووف) اور سفیر آذربائیجان (ابراہیم ابیلوف بے) ترکان احرار کی افواج کا معائنہ گھوڑوں پر چڑھکر ایک ہفتہ کے اندر ختم کرسکے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ ترکی سپاہ کو دیکھکر ابراہیم جوشِ مسرت سے رو پڑے تھے۔ اور بے ساختہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ آخر یہ صبر وسکون کیوں ہے؟ اس قدر لشکر کثیر کی موجودگی میں یونانیوں کو سمندر میں دھکیل کیوں نہیں دیا جاتا؟ جب آپ کے پاس بڑی بڑی توپیں اور کثیر ذخائر موجود ہیں۔ تو یہ خاموشی کیوں ہے؟

ابھی یہ الفاظ ختم نہیں ہوئے تھے۔ کہ نامہ نگار نے گھبرا کر پوچھا۔ پھر مصطفےٰ کمال نے کیا جواب دیا

احمد ناف ذبے۔ غازی ممدوح نے کہا۔ میرے دوست صبر کرو۔ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ انشاء اللہ ہم موزوں وقت آجانے پر ایسا ہی کریں گے۔

نامہ نگار۔ اگر ترکی اور یورپ کے جھگڑوں نے طوالت اختیار کی۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

احمد ناف ذبے۔ ہم نے عزم مصمم کرلیا ہے۔ کہ ہم اپنے ملک سے دشمن کو نکال کے دم لینگے وقت قریب آچکا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ ہم اپنے مقصود کو کس طرح حاصل کرینگے۔ یورپ کی وساطت سے یا تلوار کی طاقت سے۔

بکر سامی بے

پہلے حکومت انگورہ کے وزیر خارجہ تھے۔ پھر اس وفد کے سردار مقرر ہوئے۔ جو ترکان احرار کے مطالبات کی ترجمانی کے لئے ۱۹۲۱ء میں یوروپ میں گیا تھا۔
ایک اخبار کے قائمقام نے آپ سے ملاقات کی اور پوچھا قسطنطنیہ کے وفد کے ساتھ آپ کے تعلقات کس قسم کے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذاتی طور پر توفیق پاشا اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے لئے میرے دل میں کافی عزت ہے۔ آپ نے از راہِ نوازش سٹیشن پر اپنے عملہ کو ہمارا خیر مقدم کرنے کے لئے بھیجا اور میں کہ سکتا ہوں۔ کہ بہت جلد اکٹھے ہو جائیں گے لیکن میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ قسطنطنیہ کا وفد ترکی کی طرف سے بولنے کا حقدار ہے۔ کیونکہ ترکی کی حقیقی قائم مقام انگورہ کی حکومت ہے۔
بہت سے استفسارات کے بعد جب نامہ نگار نے پوچھا۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ کہ آپ کی حکومت بولشویک حکومت ہے۔ تو باقر سمیع نے اس جوش کے لہجہ میں جواب دیا۔ غلط قطعی غلط۔ ایک بولشویک حکومت اور ہماری گورنمنٹ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بولشویک روس ہمارا پڑوسی ضرور ہے۔ اور اس پڑوسی کے ساتھ ہمارے تعلقات بھی دوستانہ ہیں۔ لیکن ہم کسی حالت میں بھی بولشویک نہیں ہیں۔
بعض اشخاص غیر ملکی سازشوں میں مبتلا ہو کر یہ مشہور کر رہے ہیں۔ کہ اناطولیہ اسلام دخلافت کا مخالف ہے۔ باقر سمیع بے نے جو اس زمانہ میں وزیر خارجہ تھے۔ بیان کیا۔ سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین کا نام اناطولیہ کی تمام مساجد میں دہرایا جاتا ہے۔ لیکن دیگر امورات میں ان کی اس لئے تقلید نہیں کی جاتی۔ کہ وہ خود اپنے مکان میں مقید ہیں۔ گورنمنٹ انگورہ اس کوشش میں ہے۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ خلیفۃ المسلمین کے گذشتہ وقار کو از سر نو بحال کیا جائے۔ انگورہ محض اپنے مقدس مذہب اور متبرک آزادی کے لئے بر سرِ پیکار ہے۔
باقر سمیع بے نے جن دنوں آپ وفد انگورہ کے سردار کی حیثیت سے لندن میں مقیم تھے۔ نہایت خوش اسلوبی سے قسطنطنوی وفد جس کے سردار خود توفیق پاشا صدر اعظم تھے کیساتھ

باہمی اختلاف کو طے کر لیا چنانچہ دونوں وفود کی طرف سے باقر سمیع بے نے ہی ترکی مطالبات کانفرنس میں پیش کئے ۔

باقر سمیع بے نے اراکین کانفرنس سے کہا ۔ ترکی حدود وہی قائم رہیں گی ۔ جو ۱۹۱۳ء میں تھیں ۔ اگر سمرنا کو یونان خالی کر دے ۔ تو گورنمنٹ انگورہ دیار بون (آرمینیا) اسے گورنمنٹ ٹرکی کو واپس کر دیں گی ۔ درہ دانیال و باسفورس پر جہازرانی کے لئے ترک آزاد و قابض رہینگے ترکی کو فوجی و بحری قوت حاصل کرنے کا پورا موقعہ دیا جائے قسطنطنیہ و ٹرکی سے غیر ملکی فوج ہٹالی جائے ۔ اور ٹرکی کی پوری مالی و اقتصادی آزادی دی جائے ۔ جو تاوان ترکی کے ذمے اتحادیوں کا ہے ۔ وہ اتحادی لے لیں ۔ لیکن جس تاوان کا ترکی مطالبہ کرے ۔ وہ بھی اس کو ملنا چاہیئے ۔

ہر چند یہ کانفرنس بھی دیگر کانفرنسوں کی طرح ناکام رہی ۔ مگر باقر سمیع بے اپنے اثر و رسوخ سے یورپ کے بہت سے لوگوں کو ٹرکی کا ہمدرد بنا آئے ۔ چنانچہ انہوں نے واپسی پر ایک نامہ نگار سے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ۔ یقیناً مسئلہ شرقیہ اس حد پر پہنچ گیا ہے ۔ کہ مشرقیون کے حق میں شاید مفید ہو سکے ۔ اطالوی اور فرانس کے اخبارات ترکوں کے ساتھ کامل ہمدردی رکھتے ہیں ۔ بلکہ تمام یورپ مشرقی مسایل کے تصفیہ کا متمنی نظر آتا ہے اور ترکی حقوق کا معترف ہے ۔ گمان ہے ۔ کہ ترک آیندہ تمام کانفرنسوں میں مدعو ہوا کریں گے ۔

چنانچہ جو کانفرنس اب وینس میں ہونیوالی ہے ۔ اس میں حکومت انگورہ کو بھی باضابطہ مدعو کیا گیا ہے صلح کے بارہ میں آپ نے کہا ۔ صلح کا زمانہ قریب ہو یا دور ۔ ہم اپنے جہاد میں برابر لگے رہیں گے ۔ یہاں تک کہ اللہ جل شانہٗ ہم کو کامیاب کرے ۔ جو خون ہم نے بہایا ہے ۔ وہ رائیگاں نہ جائیگا ۔ اور اگر کسی کانفرنس نے ہمارے حق میں فیصلہ نہ کیا اور ہمارے مطالبات پورے نہ کئے ۔ تو عنقریب ہمارا ایمان اور ہمارے ہتھیار ہم کو کامیاب بنائیں گے ۔ ہم کو عنقریب وہی صلح حاصل ہوگی ۔ جس کے ہم خواہشمند ہیں ۔ اور اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا ۔ تو میں کبھی صلح کا لفظ زبان پر نہ لاتا ۔

یوسف کمال بے

حکومت انگورہ کا یہ وزیر خارجہ ایک نوعمر محب وطن ہے۔ مگر صورت سے بوجہ تفکرات چالیس سال کی عمر کا معلوم ہوتا ہے۔ اخبار ڈیلی میل کا نمائندہ جو لنڈن میں یوسف کمال بے سے ملا ہے۔ لکھتا ہے۔ ان کا قد کسی قدر چھوٹا ہے۔ مگر قوتِ مقناطیسی ان میں کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ پیشانی فراخ ہے۔ اور "مے تافت ستارہ بلندی" کا نشان ہے آنکھیں تیز ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے باتیں کر رہی ہیں۔ ٹھوڑی پتلی ہے۔ آپ کی یہ سب باتیں موسیو لینین کا نقشہ یاد دلاتی ہیں۔

آپ بڑے غور و خوض کے بعد بولتے ہیں۔ مگر ہر لفظ بڑی پھرتی سے ادا کرتے ہیں۔ لنڈن اور پیرس میں آپ نے بڑی وقعت حاصل کر لی ہے۔ ان کے مطالبات نہایت دلیرانہ ہوتے ہیں۔ اور استفسارات کے جوابات میں حریت و حق گوئی کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

جب آپ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں قومی مقاصد کے تحفظ کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو انہوں نے مجلس قومیہ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ میں اس مہذب دنیا کو اپنے مقصد کے جواز سے مطلع کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کردوں گا۔ اور آیندہ واقعات نے بتادیا۔ کہ یوسف کمال بے نے جو کچھ کہا تھا۔ اس کو پورا کر دکھایا۔

چنانچہ جب لنڈن میں اخبار "ارورا" کے نمائندہ نے آپ سے ملاقات کی اور دوران ملاقات میں انگورا و برطانیہ کے تعلقات پر بحث کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہنوز انگورہ و برطانیہ میں کوئی پرخاش نہیں ہے۔ البتہ ہم بے چینی سے اس روز کا انتظار کرتے ہیں۔ جب کہ برطانیہ کلاں کو اس امر کا احساس ہو۔ کہ ترکی دوستی میں اس کے مفاد مضمر ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ ہم کو تمہارے خلاف جنگ کرنی پڑی ہے۔ لیکن اس کی پاداش میں ہم بہت کچھ نقصانات اٹھا چکے ہیں۔ عراق ہمارے ہاتھوں سے گیا۔ عرب گیا۔ بیت المقدس گیا۔ اور قسطنطنیہ پر تمہاری افواج کا قبضہ ہے۔ چنانچہ ہمارا خیال ہے۔ کہ ہم بہت کچھ کر چکے۔ لہٰذا ہم نے اپنے قومی اعلان

اتحاد میں ذکر کر دیا ہے۔ کہ عربوں کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی حکومت آپ منتخب کریں۔ لیکن ہم یہ کبھی نہ مانیں گے۔ کہ ہم ان علاقوں کو بھی ہاتھ سے جانے دیں۔ جن کے باشندے خالص ترکی النسل ہیں۔ حقیقت میں یہی اصول ہماری قومی معاہدوں کا سنگ بنیاد ہے۔ کہ ایک ایسی چھوٹی ترکی سلطنت قائم رہنے دو۔ جس کی آبادی خالص اسلامی ہے۔

درہ دانیال اور آبنائے باسفورس کے متعلق آپ نے فرمایا۔ تمام مسائل سے اہم وعظیم الشان یہی مرحلہ ہے۔ ہم ان دونوں پر قابض رہنا چاہتے ہیں۔ اور برطانیہ کو ہر قسم کی ضمانت دینے کو تیار ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ کوئی انگریز اناطولیہ میں تجارت کر سکتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ چونکہ معاہدہ صلح ہنوز تصدیق شدہ نہیں لہٰذا سرکاری طور پر ترکی و برطانیہ کے مابین حالت جنگ قایم ہے۔ اس لئے تجارتی تعلقات قایم کرنے سے ہم معذور ہیں۔ البتہ اگر کوئی انگریز بحالت سیاحت وہاں جانا چاہے۔ تو وہ آزاد ہے۔ بلکہ اس کا خوشی سے خیر مقدم کیا جائیگا۔

آپ نے اس امر پر مزید زور دیا۔ کہ ٹرکی و برطانیہ کلاں میں ہر دو ممالک کے مفاد کے لئے پیشقدمی کی بہت ضرورت تھی۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ کہ "غربت کی حالت میں بھی اناطولیہ بزور سنگین سوالات کے حل کر لینے کے لائق تھا" لیکن وہ اب آخری مرتبہ پر انگریزی احساس و انصاف سے اپیل کرتے ہیں۔ اگر یہ بار آور ہو۔ تو ترکوں کے لئے ہرگز قابل منظور شرائط مرتب ہونے میں خوف و خطر نہ رہے گا۔

اناطولیہ میں ایک شہر کا مرزیفون کے نام سے ہے۔ جہاں ایک امریکن کالج اور ایک امریکن ہسپتال بھی ہے۔ ۱۴ر فروری ۱۹۲۱ء کو کالج مذکور کا ایک ترک مسلمان پروفیسر ذکی بے قتل کر دیا گیا۔ اس کی تحقیقات کے دوران میں حکومت انگورہ کو معلوم ہوا۔ کہ کالج مذکور میں ۱۹۰۵ء سے یونانیوں کی ایک خفیہ کلب ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ بحر اسود کے کنارہ پر پونٹس کے نام سے ایک سلطنت قایم کی جائے۔ کالج کا پرنسپل اور امریکن نمائندہ مقیم سمسون ان غدار و باغی یونانیوں کو مدد دیتے رہتے ہیں۔ جب پروفیسر ذکی بے کو ان کے حالات معلوم ہوئے۔ تو انہوں نے افشائے راز کے خوف سے اس غریب کو ہلاک

کر ڈالا ۔ اسی قسم کی خفیہ انجمنیں اپنی اشاعتی و تبلیغی ذرائع سے ترکی حکومت کو بدنام کرتی رہتی ہیں ۔ چنانچہ جب مارچ ۱۹۲۱ء میں ایسی ہی خفیہ انجمنوں کی رپورٹوں پر امریکن امیر البحر برسٹول نے حکومت انگورہ کو لکھا ۔ کہ یونانیوں پر سخت ظلم و ستم ہو رہا ہے ۔ تو حکومت کی طرف سے یوسف کمال بے نے امیر البحر مذکور کو ایسے دندان شکن جوابات دیئے ۔ کہ سوائے خاموشی کے اس کو کوئی صورت نظر نہ آئی ۔ یوسف کمال بے نے اپنی طویل خط و کتابت میں یوروپین باشندوں کی فتنہ پردازیوں کی تمام تفصیلات لکھیں ۔ سمسون اور اسمرنا میں جو ظلم یونانیوں نے کیا ۔ اور جس بے دردی سے مسلمانوں کے ایک سو گیارہ دیہات کو جلانے کے علاوہ ۱۹۰ واقعات ڈاکہ زنی و غارت گری کے ان شقی القلبوں نے کیے ۔ ان کی تفصیلات بنا کر لکھا ۔ کہ جب تک یونانی اناطولیہ کو خالی نہ کردیں گے اور سمرنا کا علاقہ ترکوں کے سپرد نہ ہوگا ۔ یونانی کبھی فتنہ و فساد اور افترا پردازیوں سے باز نہ آئیں گے ۔

یوسف کمال بے نے پیرس کانفرنس کی تجاویز کو نامنظور کرتے ہوئے جس دلیری و بیخوفی سے برطانیہ ۔ فرانس اور اٹلی کے وزرائے خارجہ کو طویل جواب لکھا ہے ۔ اس نے فضائے یوروپ میں حیرت انگیز گونج پیدا کردی تھی ۔ دول متحدہ کا یہ تقاضا تھا ۔ کہ سب سے پہلے ٹرکی و یونان کی جارحانہ کارروائیاں بند کردی جائیں ۔ اور اس کے بعد بغیر مزید جانی و مالی نقصان کے ایشیائے کوچک خالی کردیا جائے ۔ دولت انگورہ اس بات پر اصرار کرتی تھی ۔ کہ جو صورت حال دشمن کے لئے مفید ہو ۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی التوائے جنگ منظور نہیں ہے ۔ کیونکہ جس قسم کا التوا موجودہ صورت میں کیا جا رہا ہے ۔ وہ یونان کے لئے سراسر مفید ہے ۔ یہ بالکل ممکن ہے ۔ جیسا کہ اس کا سابقہ طرز عمل ظاہر کر رہا ہے ۔ کہ وہ دوبارہ تیار ہو کر حملہ کردے ۔ اور دوسری طرف ترکی قوم کو شدید قربانیاں کرنی پڑیں ۔ اور امن عالم بھی خطرہ میں ہو جائے ۔

یوروپ نے اس التوا کے پردہ میں یہ سوچا تھا ۔ کہ اگر ترک جنگ سے تھک گئے

ہیں۔ تو یونان کے پاس سمرنا بھی رہ جائیگا۔ اور اس جنگ سے بھی اس کو نجات مل جائے گی۔ اور اگر انہیں دوبارہ ہی لڑنا پڑیگا۔ تو اس التوا کے دوران میں وہ دوبارہ مضبوط اور تیار ہو جائینگے۔ لیکن یوسف کمال بے بھی یورپین چالوں سے خوب واقف ہیں وہ اس چال کو سمجھ گئے۔ اور اپنے ملک کو ایک عظیم خطرہ سے بچالیا۔

علی فتحی بے

آپ دولت عالیۂ انگورہ کے وزیر داخلیہ ہیں۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کے بعد بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کا دل اُن جذبات سے معمور ہے۔ جن سے ملکوں اور قوموں میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اور غلامی کی بجائے آزادی کا خیال لہریں لینے لگتا ہے۔ آپ کے احساسات ملیہ کا کچھ اندازہ آپ کی اس زبردست تقریر سے ہوسکتا ہے۔ جو آپنے "برطانیہ کے متعلق انگورہ کا طرز عمل" کے متعلق ابتداء ۱۹۲۲ء میں اپنی قومی مجلس کے اجلاس میں بیان فرمائی تھی۔ اس تقریر میں آپ نے بتایا ہے۔ کہ ترکی کو شرکت جنگ پر کس بات نے آمادہ کیا۔ جنگ کا نتیجہ کیا نکلا۔ اور مسٹر لائڈ جارج نے کیا وعدے کئے۔ اور ان کا کیا حشر ہوا؟ ترکوں پر اس عہد شکنی کا کیا اثر ہوا۔ ترکوں کا نصب العین کیا ہے؟ قلیل التعداد اقوام کے ساتھ ترک کیا سلوک کرتے رہے ہیں۔ اور اب کیا کرتے ہیں۔ ترکوں کا اثر عالم اسلام میں کیا ہے؟

یہاں اس تقریر کا کچھ خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

ترکی گذشتہ جنگ میں بحر اسود کے واقعہ کے بعد شریک ہوا۔ ترکی کو فرانس یا برطانیہ کی طرف سے بغض نہیں۔ بلکہ جرمنی کے روس سے الجھ پڑنے سے برطانیہ کو جرمنی سے الجھنا پڑا۔ اور ترکی چونکہ جرمنی کا حلیف تھا۔ اس لئے برطانیہ کو ترکی سے جنگ کرنی پڑی۔ دول متوسط کی شکست اور التوائے جنگ کے ظہور میں آنے سے انور پاشا کی قوت ٹوٹ گئی۔ اور اب ترکی محبان وطن نے ایسی حکومت قائم کی ہے۔ جو حکومت برطانیہ سے اچھے تعلقات قائم کرنے کی امید رکھتی ہے۔ ہر سمجھ دار ترک سمجھتا ہے۔ کہ جنگ کی وجہ سے ترکی

سے اس کے چند علاقے ضرور منقطع ہو جائیں گے۔ انہیں ہر قسم کی امید ہے۔ کہ انہیں تمام ان علاقوں میں جہاں ترکوں کی بڑی آبادی ہے۔ ایک ٹھوس ترکی حکومت قائم کرنے کی کوشش میں ہمت افزائی کی جائے گی۔ گورنمنٹ ملیہ انگورہ کو امید ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج اپنے اکتوبر ۱۹۱۸ء کے وعدوں کو پورا کریں گے۔

ہمیں التوائے جنگ کے بعد سخت نا امیدیوں کا سامنا ہوا۔ التوائے جنگ پر بھی ترکی کے ساتھ جنگ ختم نہیں ہوئی۔ قاف کے ارمنی کو دول متحدہ کی طرف سے اسلحے اور سامان جنگ دیئے جاتے رہے۔ اور انہیں اس کی امید دلا کر اور زیادہ دلیر کر دیا گیا۔ کہ آئندہ کانفرنسوں میں۔ ترکی ولائیت انہیں کو دیگران کا ایک آزاد قومی گھر بنا دیا جائیگا۔ حکومت برطانیہ نے کوششوں کے زیر انتظام ایک کردستان کو خود مختار کر دے۔ فرانسیسیوں نے سلیشیا پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کے مٹھی بھر ارمنوں کو مسلح کر دیا۔ یہاں کے یونانیوں کو خود مختاری کی امید دلائی گئی اور ان کے ایک وفد کو لنڈن میں شرف باریابی بخشا گیا۔ یونانی فوج نے سمرنا پر قبضہ کر لیا۔ اور داخلی علاقہ کی طرف برابر بڑھنے لگی۔ آخر میں معاہدہ سیورے کا طوق ترکی کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ اس معاہدہ سے ترکی اپنے آخری زرخیز علاقہ سے محروم ہو گیا۔ ترکی کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ اسے ایک خلاف فطرت سرحد میں مقید کر دیا گیا اس کی نہایت زبردست بندرگاہیں اس سے چھین لی گئیں۔ اس کے خطوط رسل و رسائل کچھ تو بند کر دیئے گئے۔ اور کچھ منقطع کر دئے گئے۔ ترکی کو ایک قیدی ریاست بنا دیا گیا اور اس کی قسمت میں دائمی فلاکت اور غلامی لکھدی گئی۔

جب یہ صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ اتحادی ایسی پالیسی برت رہے ہیں۔ جس سے مسٹر لائڈ جارج کے مواعید کی سبکی ہو رہی ہے۔ تو اناطولیہ کے طول و عرض میں محبان وطن کے دل میں حب وطن شعلہ کی طرح بھڑکنے لگی۔ ترکی اگرچہ دس سال کی مسلسل جنگ سے تھک کر چور ہو گئے پھر بھی وہ اپنے قومی وطن کو تجزیہ کے خوفناک نتائج سے بچا لینے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہیں جب سے کمالی طرز حکومت اناطولیہ میں برتی جا رہی ہے۔ یونانیوں کا سیلاب پیچھے کی طرف ہٹتا چلا جا رہا ہے۔ ہم نے سلیشیا کا بزور تخلیہ کرا لیا ہے۔ ہم نا امیدی میں خوفناک ہو کر لڑ رہے ہیں

اور اس نا امیدی کی حالت میں ترکوں کی طرف سے جس کسی قوم نے دست مدد بڑھایا۔ ترکوں نے اسے دوست تصور کیا۔ ہمارے فیصلہ کن مقاصد ہیں اور جب تک انہیں حاصل نہ کریں۔ ہم جنگ جاری رکھیں گے۔ اول یہ کہ دارالخلافت قسطنطنیہ پوری آزادی کے ساتھ ہمیں واپس کردیا جائے۔ اور تمام وہ علاقے ہمیں واپس دے دیئے جائیں جن کے واپس دینے کا وعدہ برطانوی وزیراعظم نے اپنی اکتوبر ۱۹۱۸ء والی تقریر میں کیا تھا۔ ہم ارمنوں اور یونانیوں کو وہی حقوق دینے کے لئے تیار ہیں جو معاہدہ زبائنن کی رُو سے رومانیہ کی چھوٹی چھوٹی قوموں کو حاصل ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ جو گوسیویا یونان اور بلغاریہ کی چھوٹی چھوٹی مسلمان قوموں کو بھی ویسے ہی حقوق دیئے جائیں۔

چھوٹی چھوٹی قوموں کے مسائل کو برطانیہ نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہے۔ برطانوی یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ ارمنی اور یونانی ترکی حکومت کے زیر اثر رہ کر صدیوں سے اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے میں آزاد ہیں اور انکی اپنی تسلیم گاہیں ہیں۔ انہیں قومی خدمات سے بالکل بری کردیا گیا ہے۔ اور وہ ہماری حکومت کی فیاضی سے مالا مال ہوگئے ہیں۔ ترکی نے ان کی گوشمالی اسی وقت کی۔ جب انہوں نے گذشتہ جنگ میں ہمارے دشمنوں کے ساتھ سازش میں شریک ہوکر ہمارے پوزیشن کو نہایت خطرناک بنا دیا۔ ہم فطرتاً برطانیہ کی مخالفت آمیز پالیسی سے رنج وغصہ ہوئے۔ پھر بھی ہمارا خیال ہے۔ کہ بہت سے برطانوی ہمارے دوست ہیں۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ کانفرنس میں صلح کی ایسی اسکیم تیار ہوگی۔ جس سے ہماری برطانیہ کے ساتھ قدیمی دوستی پھر قایم ہوجائیگی۔ اور ترکی میں دوبارہ روح پھونک جائے گی۔ برطانوی امپیریل پالیسی کے نقطہ نظر سے ترکی کی دوستی برطانیہ کے لئے نہایت قیمتی ہے۔ ہمارا علاقہ بہت ہی محدود ہے۔ لیکن جغرافیہ کی رو سے یہ ایسے مقام پر واقع ہے۔ جس کی اہمیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ علاوہ بریں عالم اسلام میں ہمارا روحانی اقتدار بہت زیادہ ہے۔

آپ نے ایک اور موقعہ پر جبکہ جنیوا کانفرنس میں ٹرکی کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔

مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار سے بعض غلط افواہوں کی تردید اس لئے بیان کی کہ برطانیہ خواہ مخواہ ترکوں کے خلاف رائے نہ قایم کرلے۔ آپ نے فرمایا۔
چند روز سے یہ مشہور کیا جارہا ہے۔ کہ انگورہ گورنمنٹ نے عراق اور افغانستان میں پروپگنڈا جاری کر رکھا ہے۔ میں نہایت زور سے اس کی تردید کرتا ہوں۔ ہماری کبھی یہ خواہش نہیں ہے۔ کہ اس قسم کی تبلیغ سے ہم کام لیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس ایسے وسایل بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح یہ خبر بھی بے اصل ہے۔ کہ ترکی دعوت کی تبلیغ ہندوستان میں کی جارہی ہے۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں۔ کہ جمال پاشا اور حکومت کابل سے انگورہ گورنمنٹ کو اس قسم کے کاموں میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے بارہا کہا ہے۔ کہ برطانیہ کو لازم ہے۔ کہ وہ مشرق وسطیٰ میں ترکی حکومت کی کامل حفاظت کے متعلق اپنی سیاسی حکمت عملی کا صاف صاف اظہار کردے۔ اور عثمانی حکومت کو ایک زبردست طاقت ور قوت تسلیم کرلے۔ برطانیہ کے لئے ایسا کرنا اس لئے ضروری ہے۔ کہ یونانی اور ارمنی قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ہم کو حیرت ہے۔ اور کوئی سبب اس کا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ برطانیہ کے کارکن اور وزرا و عمال کیوں ترکی سے اپنی عداوت کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حال میں انہوں نے تمام امرا کو یہاں تک کہ روس کو بھی شریک کیا۔ مگر ترکی کو نہیں بلایا۔
علی فتحی بے آجکل (اگست ۱۹۲۲ء) میں لنڈن میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اس قیام کے دوران میں بھی ان غلط باتوں کو بہت کچھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو ترکان احرار کے دشمنوں نے ترکان احرار کی پالیسی کے متعلق مشہور کر رکھی ہیں۔ آپ نے کہا۔ ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ ہم دشمن پر دست درازی کریں۔ خواہ وہ کیسا ہی بُرا ہو۔ بلکہ ہم ایک حقیقی جہاد میں مصروف ہیں۔ جو صرف اپنی حفاظت اور دوسری اقوام کے ساتھ مساوی سلوک حاصل کرنیکے متعلق ہے۔ ہم نے اسلام کے شاندار مقصد کی حمایت کرنے اور ترکی دارالخلافہ کو غیر ملکی غلامی سے آزاد کرانے کا بیڑا اٹھایا ہے

جب تک ہماری سلطنت بے بس اور بے قابو ہے۔ اور جب تک سلطان "یلدیز کوشک" میں ایک رضامند قیدی کی طرح رہتا ہے۔ ہم کبھی اپنا قدیم رعب و دبدبہ حاصل نہیں کر سکتے۔ خلیفہ جسم اسلام کی رُوح ہے۔ اور جب روح تباہ و مقیّد ہے۔ تو جسم اسلام بالکل مُردہ ہے۔ جو وعدے مسلمانوں کے ساتھ التوائے جنگ کے وقت کئے گئے تھے۔ وہ وفا نہیں کئے گئے۔ یونانیوں کو بالکل معمولی بہانے بنا کر سمرنا اور نواحی علاقہ دیدیا گیا۔ جس کو واپس لینے کے لئے ترک اور مسلمان مُصر ہیں۔ اگر ان وعدہ ایفائیوں کے ساتھ یوروپ کی ارمنی انقلاب پسند کمیٹی کی سرکشی کو دبا دیا جائے۔ تو صلح میں بہت آسانی ہوگی۔

رؤف بے صدرِ اعظم انگورہ

ملکی معاملات کا آپ کو نہایت تجربہ ہے۔ اسلامیات عالم سے ہمیشہ آپ کو دلچسپی رہی ہے۔ آپ کی عمر اس وقت پینتالیس سال کے قریب ہے۔ چہرہ سے رعب و داب کی پوری شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے ۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان میں جہاز حمیدیہ کے کپتان کی حیثیت سے امتیاز خاص حاصل کیا تھا۔ جب ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور وطن پرست ترکوں کی چن چن کر تلاش ہونے لگی۔ تو آپ بھی قسطنطنیہ سے جان بچا کر نکل آئے۔ اور سیدھے وہاں پہنچے جہاں ایک نیا ٹرکی مصطفےٰ کمال پاشا کی پولیٹیکل آغوش میں پر پرزے نکال رہا تھا۔

آپ نے ٹرکی جنگی جہاز حمیدیہ کی کپتانی کے زمانہ میں موثر و متواتر گولہ باری سے سرویوں اور مانٹی نگرویوں کو شدید جانی و مالی نقصان پہنچایا تھا۔ آپ کی جنگی و فوجی خدمات اور بحری و ملکی تجربات ہی کا یہ اثر تھا۔ کہ آپ انگورہ میں آتے ہی بحری وزیر مقرر ہو گئے۔ جہاں اپنے فرائض نہایت محنت و قابلیت اور دیانت سے ادا کرتے رہے۔

جب ۱۹۲۲ء میں وزارت انگورہ کا انتخاب از سر نو عمل میں آیا۔ تو باوجود ایک فوجی آدمی ہونے کے وزارت عظمیٰ کا اہم کام آپ ہی کے سپرد کیا گیا۔ آپ کی وزارت میں

بڑے بڑے فاضل۔ قابل اور تجربہ کار ترک شامل ہیں جو اپنی قومی ہستی کو بحال و برقرار رکھنے کے لئے ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔
انگورہ کی تازہ ترین اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ وزارت کا چارج لینے کے دو ماہ بعد ہی حکومت ملیہ نے رؤف بے کو پاشا کا اعظم ترین خطاب عطا کیا ہے۔

شیخ سنوسی

سید مہدی الشریف السنوسی کا ذکر کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرقہ سنوسیہ کی مختصر سی تاریخ بیان کر دی جائے۔ تاکہ پڑھنے والے کو ان کی عظمت و اہمیت سے آگاہی ہو جائے۔
الجزائر کا ایک حسنی سید محمد بن علی نام مراکش سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد علمائے حجاز کی خدمت میں مکہ معظمہ آیا۔ جہاں اس نے شیخ احمد بن ادریس الفاسی کے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ ان کی بیعت کی۔ شیخ نے بھی اس مغربی نوجوان کو اپنے کمال باطنی اور طریق سلوک کا اہل دیکھ کر اپنی خلافت اس کے سپرد کر دی۔ محمد بن علی خالص دینی زندگی بسر کرتا تھا۔ لیکن اس کا اثر اس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ ہزارہا لوگ اسے ایک نظر دیکھ لینے کی تمنا رکھتے تھے۔ گورنر مکہ اور اس کی تحریک سے قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام اس کے خلاف ہو گئے۔ پیشتر اس کے کہ محمد بن علی پر کوئی مصیبت آتی۔ وہ سکندریہ۔ قاہرہ۔ سلوم وورنہ سے ہوتا ہوا طرابلس المغرب پہنچا۔ یہ واقعہ ۱۲۵۵ھ کا ہے۔ سات برس تک وہ یہاں مقیم رہا۔ یہیں اس نے ۱۲۶۱ھ یعنی ۵۶ سال کی عمر میں شادی بھی کر لی۔ جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ محمد المہدی اور محمد الشریف
محمد بن علی پھر حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ اس مرتبہ اس نے سلوک و تصوف کے ساتھ فقہ و حدیث کا درس بھی شروع کر دیا۔ یمن۔ نجد۔ حسا۔ اور دوردراز خطوں سے لوگ اس کے درس میں کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ حکومت کو پھر اس طرف توجہ ہوئی۔ تو وہ پھر مکہ معظمہ سے مصر چلے گئے۔ جہاں عباس پاشا اوّل خدیو مصر نے شاندار استقبال کیا۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد علی بن محمد جو اپنے مرشد کے انتقال پر شیخ سنوسی اول کہلائے پھر طرابلس میں چلے گئے۔ جہاں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کا بڑا لڑکا محمد المہدی شیخ سنوسی دوم کے لقب سے سولہ سال کی عمر میں مسند نشین ہوا جس نے اپنے فرقہ کو بہت بڑی ترقی دی۔ داعیان سنوسیہ نے ان مقامات تک اپنا اثر پہنچایا۔ جو ان کے صدر مقام جرجوب سے کئی کئی ماہ کے فاصلہ پر واقع تھے۔ علاوہ سرزمین حجاز کے طرابلس المغرب۔ ٹیونس۔ الجزائر اور مراکش کا قریباً ہر قبیلہ ایک مخفی رشتہ ارادت جرجوب کی خانقاہ اعظم سے رکھتا تھا۔

شیخ سنوسی دوم ہی کے زمانہ میں محمد احمد سوڈانی نے ادعائے مہدویت کیا۔ اور اسی کے زمانہ میں سنوسی سلسلہ سنوسی حکومت کے مرتبہ تک جا پہنچا تھا۔ اور اسی زمانہ میں فرانسیسیوں اور سنوسیوں میں ایک جنگ بھی ہوئی تھی

مہدی سوڈانی نے شیخ سنوسی سے مدد طلب کرتے ہوئے اپنے طویل خط میں لکھا۔ کہ میں وہی مہدی ہوں۔ جس کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے۔ میں کفار کے ساتھ برسرپیکار ہوں۔ اس لئے میری مدد تم پر بہر حال لازم ہے۔ میں تم کو وزارت کا عہدہ دیتا ہوں شیخ سنوسی چونکہ اس کے دعوے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے اس کی اعانت سے انہوں نے انکار کر دیا۔ اور چونکہ اس کی تحریک (لڑائی) کو دفع اعدائے اسلام کے لئے بہر حال مفید سمجھتے تھے۔ اس لئے اس کی مخالفت مصلحت ملی کے خلاف سمجھی۔ بلکہ سوڈانی ایلچی سے کہا۔ کہ اگر تمہارا مہدی اعدائے اسلام سے مقابلہ کی تیاری نہ کرتا۔ تو میں اس کی پوری پوری مخالفت کرتا۔

انہی شیخ سنوسی کے جانشین طرابلس میں اطالوی غاصبوں کے ساتھ لڑتے رہے جن کی مدد کو جنگ بلقان (۱۹۱۲ء) کے زمانہ میں غازی انور پاشا بھی طرابلس میں پہنچے تھے۔ اگر یورپ راست بازی اور انصاف سے کام لیتا۔ تو طرابلس میں شیخ سنوسی کی طاقت کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا۔ مگر یورپ نے مل ملا کر طرابلس کو اٹلی کے ماتحت کر دیا۔ موجودہ شیخ سنوسی کا نام سید مہدی الشریف السنوسی ہے

انہوں نے طرابلس میں بہت بڑی سخت جنگ میں اپنی قوت و شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس لئے عرب آپ کو اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں۔
اوائل ۱۹۲۱ء میں آپ موصل کی اطراف میں سیاحت فرما کر گیارہ ہزار عربوں کے ساتھ انگورہ آئے۔ جہاں مصطفےٰ کمال پاشا نے پوری شان و شوکت کے ساتھ ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ شیخ نے دوسرے دن حکومت انگورہ کے متعلق ایک دل ہلا دینے اور منجمد خون کو حرکت میں لانے والی تقریر کی۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا کی کمر میں تلوار باندھی۔ علاوہ مرصع اور جواہر نگار ہونے کے اس تلوار پر یہ لفظ بھی کندہ تھے "یہ تلوار فتح و نصرت کی ہے"۔ جو مجلس عالیہ نے کمال پاشا کے لئے مخصوص کی ہے۔ اور مہدی الشریف شیخ سنوسی کی طرف سے پیش کی جاتی ہے"
غازی کمال پاشا کو جب یہ تحفہ زیب کمر کیا گیا۔ اس وقت نعرہ ہائے مسرت و شادمانی اللہ اکبر کے پُرجوش اور جادو اثر لفظوں میں بلند کئے گئے۔ اور فوراً ہی دربار میں خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد شیخ سنوسی خود کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ یہ مخلص مصطفےٰ کمال پاشا کی درخواست پر اناطولیہ کی جنگ میں اس لئے شریک ہوا ہے۔ کہ ترکان احرار کے حصول مقاصد کے لئے برسرپیکار رہے۔ اس پر آواز بلند جزاک اللہ کے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے۔ اور بعد میں اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعا مانگی گئی۔ اور دربار برخاست ہوگیا۔

باب چہارم

ہندوستان اور انگورہ

ترک اور مسلمانان ہند۔ چونکہ ہر مسلمان کا خلافت سے قدرتی اور اٹل تعلق

ہے۔ اور چونکہ خلافت کا مرکز سالہا سال سے قسطنطنیہ چلا آتا ہے۔ اس لئے دیگر مسلمانانِ عالم کی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی ترکوں سے ہمیشہ برادرانہ بلکہ ترک خلیفۃ المسلمین کی وجہ سے ارادتمندانہ تعلق رہا ہے۔ اور اب تک ہے۔ اور انشاء اللہ ان تعلقات میں باوجود ہر قسم کی رکاوٹوں کے اضافہ ہوتا رہے گا۔

برطانوی سیاست نے ان تعلقات کو ہمیشہ خوفناک نگاہوں سے دیکھا ہے چنانچہ ذکر ہے۔ کہ انیسویں صدی کے نصف میں جب برطانیہ نے روس کی جنوبی پیشقدمی کو روکنے کے لئے ماورائے سرحد کی آبادیوں اور علی الخصوص کاشغر میں خلیفۃ المسلمین کے اثرات کو اپنی اغراض کا آلہ بنانا چاہا۔ تو اس مقصد کے حصول کے لئے ایک با اثر ترکی وفد زیر سرکردگی حمدی آفندی جو ایک ممتاز ترکی عالم تھے۔ بذریعہ ہندوستان وسط ایشیا تک بھیجا گیا۔ حمدی آفندی نے واپسی پر اپنے سفر کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے۔ اور ایک جگہ سر تا پا حیرت و استعجاب کی تصویر بن کر لکھا۔ اگرچہ اس وفد کا حقیقی مقصد یہ تھا۔ کہ وسط ایشیا میں انگریزی حکمت عملی کی تائید و توثیق ہو لیکن ہندوستان میں سے گذرتے وقت انگریزی حکام نے عثمانی وفد کے ارکان کو کسی مشہور اور ممتاز ہندوستانی مسلمان سے خلا ملا کا موقعہ نہ دیا۔

لیکن یوروپین حکمت عملیوں نے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ جس تعصب و ناانصافی کا برتاؤ کیا۔ اور جس بیدردی سے تمام گِدوں کی طرح مالِ غنیمت (عثمانی صوبوں) کی تقسیم کرتے رہے ان واقعات سے ہندوستانی مسلمانوں[۱] کے دلوں میں اپنے عثمانی ہم مذہبوں کے متعلق زبردست کشش پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ۱۸۷۷ء کی روسی اور ترکی جنگ میں ترکوں سے ہمدردی کے جذبات کی زبردست نمائش ہوئی۔ مسیحی دنیا علی الخصوص گلیڈسٹون (برطانیہ) کی وزارت جس شد و مد سے ترکوں کی مخالفت و عداوت میں حصہ لیتی تھی۔ اسی تندی و تیزی سے ٹرکی کی محبت و حمایت کے جذبات ہندوستان میں ترقی کرتے رہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے حالات کے لحاظ سے میدانِ جنگ میں اپنے ترک بھائیوں کے دوش بدوش لڑنے سے قاصر تھے۔ لیکن انہوں نے نہایت فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی کے ساتھ انجمن ہلال احمر

---

[۱] تین حصے۔ ہندو مسلمانانِ ہند۔ مسلمانانِ ہند مقیم انگلستان

کے نام چندے بھیجے۔ اسی طرح ۱۸۹۷ء میں جب ترکوں اور یونانیوں کی لڑائی ہوئی۔ جس میں غازی ادہم پاشا نے یونان کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ تو مسلمانان ہند نے مالی اعانت کے ذریعہ اپنی ہمدردی کے احساسات کا اظہار کیا۔ پھر ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان نے مسلمانان ہند میں ترکوں سے اس اخوت کے اظہار کا اور موقعہ دیا۔ جو اسلام نے کل مومن اخوۃ کے پردہ میں تمام مسلمانوں پر لازمی کر رکھی ہے۔

۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ یوروپ میں ترکوں کو بھی شامل ہونا پڑا۔ اور چونکہ وہ مقامی حالات کی وجہ سے اپنے نفع و نقصان کا ہم سے بہتر اندازہ کر سکتے تھے۔ اس لیئے وہ جرمنی کے ساتھ مل گئے۔ انگلستان چونکہ اب براہ راست ٹرکی سے نبرد آزما تھا۔ اور جنگ کی وجہ سے ہندوستان میں بیسیوں قسم کی تحریری و تقریری پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ اس لیئے مسلمانان ہند جس محبت و مودت کا اظہار ترکوں سے کرنا چاہتے تھے۔ اس کا اظہار نہ زبان سے اور نہ زبان قلم سے کر سکتے تھے۔ باینہمہ قانون تحفظ ہند کی آڑ میں بڑے بڑے نامور اسلامی لیڈر نظر بند کر دیئے گئے۔ اور ترکوں کی ہمدردی ایک قسم کا جرم قرار دیا گیا۔

جب اکتوبر ۱۹۱۸ء میں اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کا خلیفہ (سلطان وحید الدین) اتحادیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کا کام دینے لگا۔ تو ترکان احرار نے بہ سرکردگی غازی مصطفےٰ کمال پاشا اناطولیہ (ایشیائے کوچک) میں ایک جدید ٹرکی کی بنیاد ڈالی جس کو پہلے تو یوروپ کی سلطنتیں اور بالخصوص ہمارا انگلستان "باقاعدہ حکومت" تسلیم کرنے سے انکار کرتا رہا۔ اور اس کے بانی اور اس کی سرفروش جماعت کو ڈاکو اور بدمعاش کہتا رہا۔ مگر آخر اس چھوٹے سے اسلامی درخت نے وہ نشوونما حاصل کی۔ کہ اس کی شاخیں دور دور تک پھیل گئیں۔ اور اب اکثر یوروپین اور ایشیائی ممالک نے اس کو ایک باقاعدہ حکومت تسلیم کر لیا ہے۔ مسلمانانِ ہند نے اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق لاکھوں روپے سمرنا کے مسلمان یتیموں اور محتاجوں کی مدد کے لیے بھیجے۔ اور انگورہ گورنمنٹ کو بیش قیمت مالی مدد دی۔ جس کا

سلسلہ اب تک جاری ہے ۔

ہندوستان اور انگورہ یعنی جدید ٹرکی کے درمیان جو ہمدردانہ تعلقات ہیں ۔ ہم ان کا مختصر سا ذکر کرنے کے لئے اس کے تین حصے مقرر کرتے ہیں ۔ پہلے جزو میں مسلمانان ہند کی اعانت و ہمدردی کا ذکر ہوگا ۔ دوسرے ٹکڑا میں مسلمانان ہند مقیم انگلستان نے ترکوں سے جس محبت اسلامی کا ثبوت دیا ہے ۔ اس کا ذکر ہوگا ۔ تیسرے حصہ میں برادران ہنود نے ترکوں کے متعلق جن نیک خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ اس کا مختصر سا ذکر ہوگا ۔

مسلمانان ہند اور انگورہ ۔ خلافت کے بقاؤ استحکام کے لئے مسلمانان ہند نے باوجود ہر قسم کے تشدد کے ہر جگہ کمیٹیاں قائم کیں ۔ ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی ہر صوبہ میں پراونشل خلافت کمیٹی ہر بڑے قصبہ اور شہر میں ایک مقامی خلافت کمیٹی ۔ اور ان سب کے اوپر ایک مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی میں قائم کی گئی ۔ ہر خلافت کمیٹی نے اپنے رضاکار مقرر کئے ۔ جو بغیر تنخواہ اور معاوضہ کے لوگوں میں سمرنا انگورہ کے لئے چندہ[1] جمع کرتے ۔ عام مسلمانوں کو خلافت کمیٹیوں کے ممبر بناتے اور ترکوں سے ہمدردانہ خیالات کی اشاعت و تبلیغ کا کام کرتے تھے ۔ گورنمنٹ ہند نے اس قسم کے رضاکاروں کو خلاف قانون جماعت قرار دیا ۔ لیکن نوجوانان اسلام کی تڑپ کو یہ قانون بھی برقرار نہ رکھ سکا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ صدہا بلکہ ہزارہا مسلمان نوجوان گرفتار ہو ہو کر جیل خانوں میں چلے گئے ۔ اسلامی واعظوں لیکچراروں اور اسلامی اخباروں پر جو ترکان احرار کے متعلق تحریر و تقریر میں اپنے پرجوش اسلامی جذبات اور انگلستان کی متعصبانہ و ناانصافانہ روش کا اظہار کرتے تھے ۔ مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ لیکن کسی نے پیشانی پر بل نہ آنے دیا ۔ بلکہ بڑے بڑے پولیٹیکل اور مذہبی مسلمان راہنما و پیشوا ہنسی خوشی زندان فرنگ کے مہمان ہو گئے ۔ کئی خلافت کمیٹیوں کے سیکرٹری ۔ صدر ۔ اور واعظ صرف اس جرم میں کہ وہ ترکوں سے اپنی نہ مٹنے والی اسلامی اخوت کا درد بھرے الفاظ میں ذکر کرتے تھے ۔

[1] معرفت مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی اگست ۱۹۲۳ء کے آخر تک ۲۰ لاکھ روپیہ بھیجا جا چکا ہے ۔

قید خانوں میں جا پڑے۔ مرکزی خلافت کمیٹی اور دیگر خلافت کمیٹیوں نے جو اطراف ہند میں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر موقعہ پر برطانیہ پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا اور جب کبھی انگلستان کے وزیر اعظم یا وزیر خارجہ نے ترکوں کے خلاف زہر اُگلا۔ تو اسی وقت برطانیہ کو اس زہر پاشی کے خطرات سے آگاہ کیا۔ ایک مرتبہ یورپین طاقتوں نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ ترکی مظالم کی تحقیقات کے لئے (جن کی کوئی حقیقت نہ تھی) ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ مرکزی خلافت کمیٹی اور بعض اور خلافت کمیٹیوں نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ بلکہ سندھ خلافت کانفرنس نے تو اس کے خلاف اظہار نفرت کی ایک قرارداد بھی پاس کی۔ مصطفےٰ کمال پاشا چونکہ یورپین حکمت عملیوں سے خوب واقف تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اس تحقیقات سے مطلب سعری کچھ اور ہے۔ اس لئے انہوں نے اس قسم کی تحقیقات کرانے سے صاف انکار کر دیا۔ اور سب اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔

وزیر اعظم برطانیہ کی ترک آزاد حکمت عملی کے متعلق مرکزیہ مجلس خلافت ہند (بمبئی) کے صدر سیٹھ چھوٹانی صاحب نے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے لکھا۔

مسلمانان ہند کو اب بھی قلمرو برطانیہ کے متعلق اپنے پرانے مفہوم پر پورا پورا ایمان ہے مگر مسٹر لائڈ جارج نے قلمرو کی بنیادوں کو بیخ و بن سے ہلا ڈالا ہے۔ جب ایک ایسی پختہ قرارداد جو تیس کروڑ سے زائد برطانی رعایا کے ساتھ علانیہ کی گئی ہو۔ کسی ایسی مخفی قرارداد کے باعث جو کبھی واجب العزت نہیں ہو سکتی۔ اور کسی دولتمند اغیار روا جانب سے کی جائے۔ توڑ دی جائے۔ تو پھر برطانی شہریت کی کیا قدر و قیمت ہے۔ مسلمانان ہند یہ دیکھ کر بہت کراہ رہے ہیں۔ کہ دیوان عام کے ارکان ایک ایسے شخص کی تقریر بلا چون و چرا سنتے رہے ہیں۔ جس نے اپنے قول و قرار کو پس پشت ڈال کر قلمرو کا اعتماد زائل کر دیا ہے۔ اور ہندوستان کے سابقہ زخموں پر اور بھی نمک پاشی کر دی ہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انگریزوں نے پاس وعدہ کی وہ خصوصیت جو بلاد مشرقیہ میں طرۂ امتیاز متصور ہوتی تھی۔ کھو دی ہے۔ الغرض خاک پاک ہند میں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی

اس جملہ سے ہو سکتی ہے " یا ہمیں ایسی حکومت دی جائے۔ جسے ہم اپنی کر سکیں۔ یا ہمیں آزاد کر دیا جائے "!
مسٹر محمد پکتھال ایڈیٹر بمبیئے کرانیکل نے جولائی ۱۹۲۲ء میں بمقام سکھر (سندھ) نام نہاد ترکی مظالم کی تحقیقات کے لئے غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جو انکار کر دیا تھا۔ اس کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے کہا۔ یونانیوں نے جو ظلم سمرنا میں ترکوں پر کئے ہیں۔ کہ مسیحی پادری بھی جو عام طور پر ترکوں کے مخالف ہیں۔ یونانیوں کے خلاف ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں یونانی مظالم کی تحقیقات کے لئے بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشن کا اجلاس خاص سمرنا میں ہوا۔ رپورٹ میں یونانیوں کے ظلم و تشدد کی پوری پوری کیفیت درج تھی۔ لیکن دول متحدہ نے رپورٹ کو دبا دیا۔ جس پر ایک عظیم شورش بھی رونما ہوئی۔ مگر وہ رپورٹ پھر بھی نہ چھپ سکی۔ مسٹر پکتھال نے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ لیکن مجھے اس رپورٹ کی ایک نقل کسی نہ کسی طرح دستیاب ہو گئی۔ میں نے اسے اپنے اخبار "مسلم آؤٹ لک" (لنڈن) میں چھاپ دیا جس میں حامیئے یونان ممبران پارلیمنٹ نے ایوان عام میں بہت شور مچایا۔ لیکن وہ نقل چونکہ بالکل صحیح تھی۔ اس لئے گورنمنٹ میرے خلاف کچھ نہ کر سکی۔ اس رپورٹ نے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ یونانیوں نے نہایت لاپرواہی کے ساتھ ترکوں کی جانوں، اور ان کے مال کو بلا وجہ ہلاک و برباد کیا۔
جب ستمبر ۱۹۲۲ء میں ترکان احرار کی فتح و نصرت اور یونان کی شکست و ہزیمت کی خبریں آنی شروع ہوئیں۔ تو ایک پرجوش اور فنافی الاسلام مسلمان (مسٹر مشیر حسین قدوائی لکھنؤ) نے یہ تحریک پیش کی۔ کہ حکومت انگورہ کو ہم نے مالی امداد دی ہے اور دے رہے ہیں اور جب تک حالات مطابق ہیں۔ امداد دیتے رہینگے۔ مگر اب وقت آگیا ہے۔ کہ مسلمان سر فروشوں کی ایک جماعت ترکان احرار کے دوش بدوش میدان جنگ میں جا کر اپنے بھائیوں کی خدمات ادا کرے۔ اخبار انڈی پنڈنٹ (الہ آباد) نے اپنے ۲۷ ستمبر کی اشاعت میں ایک سو ایسے سر فروش رضا کاروں کی فہرست شائع کی تھی۔ جو انگورہ کی امداد کے لئے بھرتی ہوئے ہیں سان میں چند ایک مردانہ صفت رئیس زادیوں کے نام بھی درج تھے۔ جو

انگورہ جا کر اپنے زخمی ترک بھائیوں کی مرہم پٹی اور ان کی خدمتگزاری کے فرائض ادا کرنا چاہتی ہیں۔

مسلمانان ہند کی خدمات کا اعتراف ترکان احرار کی طرف سے

علی برادران (مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی) جس بنا پر سب سے پہلے دوران جنگ میں نظر بند کئے گئے تھے۔ اور جس بنا پر بعد از جنگ ۱۹۲۱ء میں ان کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ اس کا اعادہ آخر تمام ہندوستان میں کیا گیا۔ یعنی دول متحدہ کی ناانصافیوں اور ترکوں کی محبت و اخوت کا ہر مقام ہر جگہ اور ہر شہر میں شدت و کثرت کے ساتھ چرچا ہونے لگا۔ علی برادران کی خدمات کا نہ صرف ہندوستان ہی میں اعتراف کیا گیا۔ بلکہ ترکان احرار نے بھی ان نامور فرزندان اسلام کے جذبات ملیہ کی توصیف میں پورا حصہ لیا۔ چنانچہ ہز اکسلنسی غالب کمال بے ٹرکی وزیر سٹاک ہالم نے حاجی احمد صدیق کھتری سکرٹری سنٹرل خلافت کمیٹی (بمبئی) کے نام علی برادران کی گرفتاری کا حال سن کر جو طویل خط لکھا۔ اس میں سے چند الفاظ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا۔ کہ ترکوں کے دل میں خدام خلافت کا کسقدر احترام ہے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیئے۔ کہ جب میں نے اخبارات میں اپنے پیارے علی برادران کی گرفتاری کا حال پڑھا۔ تو میرے غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ... میں نے پرنم آنکھوں سے اسلام کی اس محافظت کو پڑھا۔ جو ہمارے علی برادران نے مقدمہ کراچی کے دوران میں کی ہے۔ میں انہیں ہمیشہ دل سے عزیز رکھتا ہوں۔ ہم کو محمد علی کا نام اسلام کی کتاب میں سونے کے حروف سے لکھنا چاہیئے۔ اور ہم کو ان کا اور ان کے بھائی کا احترام کرنا چاہیئے۔ اور اپنی دعاؤں میں انہیں شامل کرنا چاہیئے۔ ... میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے میرے بھائی محمد علی کی خیر و عافیت کی اطلاع دیتے رہا کریں۔ خدا ان کی عمر دراز کرے۔ اور ان کو خدمت اسلام کی مزید توفیق دے۔

مرکزی خلافت کمیٹی کو حکومت انگورہ کے قائم مقاموں کی طرف سے مسلمانان ہند کی خدمت کے اعتراف میں بہت سے خطوط اور تار آتے رہے ہیں۔ ان سب کے ذکر کے لئے یہاں گنجائش نہیں ہے۔ صرف چند ایک تحریروں اور تاروں کے خلاصے درج کر دیئے جاتے ہیں۔

ہز ایکسلنسی جلال الدین عارف بے قائم مقام انگورہ گورنمنٹ مقیم روما (اٹلی) نے ۶ جولائی ۱۹۲۲ء کو ایک خط جناب احمد حاجی صدیق کھتری کے نام لکھا جس میں مسلمانان ہند کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرمایا "خلافت کمیٹی جس سرگرمی و تندہی سے ٹرکی کی مدد کرنے اور اس مقصد کی تکمیل میں حصہ لے رہی ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ میں ٹرکی اور علی الخصوص انگورہ کے عام احساس کا اظہار کر رہا ہوں۔ جہاں ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی اس زبردست امداد و اعانت کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے آپ کی مہتم بالشان خلافت کمیٹی کے ذریعہ کی ہے۔ اور حقیقتاً طرفین اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟ ... ہلال اسلام کی سب سے بڑی سیاسی اور مادی طاقت کا قائم مقام ہے۔ موجودہ نازک زمانہ میں اس طاقت کو مضبوط بنانا جیسا کہ مسلمانان ہند قابل تعریف طریق پر گرم سعی ہیں۔ اسلام کے مقصد کو نہائیت زبردست تقویت دینا ہے۔ جو ایثار نفس کی بہترین مثال ہے۔

مصیبت زدگان سمرنا کے لئے مسلمانان ہند نے مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی کے ذریعہ کئی مرتبہ پارچات بھیجے ہیں۔ حلمی پاشا نمائندہ انگورہ بذریعہ تار مسلمانان ہند کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ انجمن ہلال احمر انگورہ صمیم قلب کے ساتھ مسلمانان ہند کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ پارچات کمبل اور دیگر سامان براہ راست انجمن ہلال احمر سمرنا دسملی اکو بھیجا جائے۔ اور نقد روپیہ شاہی عثمانی بنک سمرنا کی وساطت سے ارسال کیا جائے۔

مارچ ۱۹۲۲ء میں جب ایڈیٹر اسلامک نیوز (مسٹر عبد القیوم ملک) لندن نے غازی بکر سمیع بے

کے ساتھ ملاقات کی ۔ تو غازی ممدوح نے ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق فرمایا ترکوں کے دل میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کی بہت وقعت جاگزین ہے ۔ اور وہ دنیا کے دیگر ممالک کے تمام مسلمانوں سے بے انتہا اخوت اسلامی اور محبت دینی رکھتے ہیں ۔

جلالتمآب فخرالدین پاشا سفیر حکومت انگورہ مقیم کابل نے اہل ہند کی عدیم المثال استقامت و پامردی اور قربانیوں اور سرفروشانہ ہمدردیوں کے جذبات سے متاثر ہو کر روزانہ زمیندار (لاہور) کے نامہ نگار سے اہل ہند کا شکریہ ادا کیا ۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے ۔ میں ۲۰ ستمبر ۱۹۲۲ء کو سفیر حکومت انقرہ کی خدمت میں افواج قاہرہ ترکیہ کی شاندار فتوحات پر مبارکباد کے لئے حاضر ہوا ۔ آپ نے فرمایا ۔ میری طرف سے زوردار الفاظ میں تمام ہندو مسلمانوں اور سکھ بھائیوں تک میرا اسلام پہنچا دیجئے ۔ اور یہ بھی عرض کر دیجئے ۔ کہ ہر ایک ترک مرد و زن ہندوستان کا بے حد ممنون و متشکر ہے ۔ اور ہندوستانیوں کی محبت و الفت کا جذبہ ان کے دل میں موجیں مار رہا ہے ۔ . . . . آخیر میں جناب پاشا نے محترمہ بی اماں صاحبہ (والدہ علی برادران) اور بیگم صاحبہ مولانا محمد علی کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا ۔ اور فرمایا ۔ کہ ان دونوں خاتونوں کی خدمت میں بھی میرا اسلام پہنچا دیا جائے ۔

جب سیٹھ چھوٹانی صاحب بحیثیت صدر مرکزی خلافت کمیٹی مسلمانان ہند کی طرف سے ہز اکسلنسی فرید بے سفیر انگورہ متعینہ پیرس کو ترکان احرار کی فتح پر مبارکباد کا تار بھیجا ۔ تو سفیر موصوف نے جواب میں بذریعہ تار لکھا ۔ مجھے آپ کا تار ملا جس میں متحدہ ہندوستان ۔ مرکزی خلافت کمیٹی اور خصوصاً مسلمانان ہند کی طرف سے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فتح کے متعلق خوشی کا اظہار کیا گیا تھا ۔ میں اس تار کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اور اس بات کو تسلیم کرتا ہوں ۔ کہ ہماری فتح میں ان کا بڑا بھاری اخلاقی حصہ ہے ۔ مجھے یقین واثق ہے ۔ کہ یونانی اناطولیہ سے جلد تر نکال دیئے جائینگے ۔

غازی فخرالدین پاشا سفیر کبیر حکومت عالیہ ملیہ انگورہ مقیم کابل نے کارپردازان اخبار زمیندار (لاہور) کے نام ایک مکتوب بزبان فارسی لکھا ۔ جو ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے زمیندار میں مع اردو ترجمہ

گے چھپ چکا ہے۔ اس میں مسلمانان ہند کے ان دوستانہ حسیات و جذبات کی تعریف کی گئی ہے
جو برادران ترک کے متعلق ان کے دلوں میں جاگزین ہیں۔ پھر افسوس ظاہر کیا ہے۔ کہ مسلمانان ہند
نے دوران جنگ اور نیز جنگ کی ابتدا کے بعد مصائب و حوائج کے زمانہ میں کوئی عملی
شرکت نہ کی بے شک یہ ایک خطا تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ بصرہ برباد ہو گیا۔ پھر موجودہ
ابنائے اسلام کی تحیر خیز بیداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا جو وہ ان تمام نقصانات اور خونریزی
کی تلافی مافات میں امید بخش ہے۔ مکتوب کے آخر میں مسلمانان ہند کے اس انہماک و استغنا
کا ذکر کر کے جو انہوں نے مسئلہ خلافت میں ترکوں کی معاونت و مظاہرت میں ظاہر کیا ہے
لکھا ہے۔ میں کمال محبت و احترام سے آغوش میں لے کر ان کی چشم و جبیں کو بوسہ دیتا ہوں

ترک اور ہندی مسلمان مقیم انگلستان وغیرہ

انگلستان اور دیگر ممالک میں ہندوستان کے مسلمانوں کی
ایک معقول تعداد ہے۔ یوروپ کے طرز عمل پر اعتراض کرنے اور ان اعتراضات اور
اپنے خیالات کو آزادی سے ظاہر کرنے میں انہوں نے ہمیشہ جرأت ایمانی سے کام لیا ہے
اور جہاں تک ان سے ہو سکا ہے۔ انہوں نے ترکوں کی ہمدردی میں پوری اسلامی اخوت
کا ثبوت دیا ہے۔ مسٹر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل نے وزیر اعظم مسٹر لائیڈ جارج کے
عہد و پیمان کے متعلق ٹائمز لنڈن میں ایک مضمون کے دوران میں لکھا۔ مسلمانوں کے
مطالبات کا لب لباب وزیر اعظم کی ۲۰ فروری ۲۲ء کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے۔ جس
میں وہ فرماتے ہیں " بلا امداد مسلمانان ہند ہم ترکی سے ہرگز عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے
پھر بھلا کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہم ان سے عہد شکنی کر سکتے ہیں؟ اور ان کا عقیدہ
مٹا سکتے ہیں؟" لیکن جو کچھ سلوک اپنے ان الفاظ کے ساتھ وزیر اعظم نے کیا ہے۔ ان کو
پیش نظر رکھتے ہوئے اہل مشرق آئندہ برطانوی وعدوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ وعدے
تو کرتے ہو لیکن کسی نہ کسی طرح ان کے توڑنے کے مواقع بھی تلاش کرتے رہتے ہو۔ مختصر الفاظ
میں مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ ایشیائے کوچک۔ تھریس اور دوسرے مقامات
جہاں مسلمانوں کی آبادی کثیر التعداد ہے۔ اور جو جنگ سے پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں

تھے۔ وہ غیر مسلموں کے ہاتھوں سے نکال کر مسلم قبضہ اقتدار میں دیدیئے جائیں۔ جو مقابلہ پوپ اور خلیفۃ المسلمین کا کیا جاتا ہے۔ وہ بالکل لغو اور مبالغہ آمیز ہے۔ بہ خلاف پاپائے روما کے خلیفہ کی روحانی طاقت بہت محدود ہے۔ لیکن وہ محافظ اسلام اور خادم حرمین الشریفین ہے۔ اور اس فرض کو ایک بے طاقت خلیفہ جو دوسروں کے اختیار میں ہو۔ انجام نہیں دے سکتا۔

ایم۔ ایچ اصفہانی معتمد اعزازی لنڈن مسلم لیگ دفتر خارجہ انگلستان (لارڈ کرزن) کے نام ایک طویل مراسلہ لکھا۔ جس کے بعض حصص ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔۔۔ ملک معظم کی مسلم رعایا کے متعلق خواہ کچھ بھی رائے کیوں نہ ہو۔ مگر ہندوستان میں جو ناگوار جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کو دبانے کے لئے لازم ہے۔ کہ یونانیوں اور ترکوں میں کامل انصاف کیا جائے۔۔۔۔ میری کمیٹی خیال کرتی ہے۔ کہ یونانیوں نے سمرنا میں تین سال کے اندر جو وحشیانہ کارروائیاں کی ہیں۔ ان کی تحقیقات بالکل لاحاصل ہوگی۔ کیونکہ مظلوم یا تو زیر زمین محو خواب ہیں۔ یا قسطنطنیہ کی طرف جلاوطن ہو چکے ہیں یا یونانیوں نے ان کو جیل خانوں میں بند کر رکھا ہے۔ ان مظالم کی تفتیش ایک بین الاقوامی کمیشن نے کی تھی۔ مگر اس رپورٹ کو ایسا دبایا گیا۔ کہ آج تک ہوا نہیں لگائی گئی۔ ایک لاکھ سے زیادہ مرد عورتیں بچے جلاوطن ہو گئے۔ ان کے گھر بار تباہ کر دیئے گئے۔ ہزارہا لوگ ہجرت کے دوران میں جان بحق ہو گئے۔ ۶۵ ہزار مفلوک الحال سمرنا سے قسطنطنیہ پہنچے جب تک یونانی مظالم کی تفتیش غیر جانب داری سے نہ کی جائیگی۔ کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوگا۔۔۔۔ میری کمیٹی خیال کرتی ہے۔ کہ قلیل التعداد اقوام کے مفاد کی حفاظت کو اس سے بہت تقویت پہنچیگی۔ کہ یونانی ایشیائے کوچک اور مشرقی تھریس کو خالی کر دیں اور اتحادی فوجیں قسطنطنیہ سے واپس بلالی جائیں۔ جب تک یہ دونوں باتیں نہیں ہونگی۔ عالم اسلام میں جو تلخ جذبات رونما ہیں۔ نہیں دبیں گے۔

رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علی ممبر پارلیمنٹ انگلستان نے بھی کئی بار انگلستان کے نامور اخبارات میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۲۲ء میں برطانیہ سے اپیل کی

کے عنوان سے ایک مضمون لنڈن ٹائمز میں لکھا۔ یہ امر سب پر واضح ہے۔ کہ ہندوستان میں بدامنی کم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اور اس وقت حالات ایک آتش خیز پہاڑ کی مانند ہیں۔ اور اس امر واقعہ کو چھپانے سے چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ کہ مشرق قریب کی بدامنی کی وجہ محض برطانوی طرز عمل ہے۔ . . . . ترکوں نے ایک دفعہ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ دنیا کی آزاد اقوام کے ہم پلہ زندہ رہ سکتے ہیں۔ انہوں نے دشمن کے نہایت ہی زبردست حملوں کو پسپا کر دیا ہے۔ حالانکہ یونانی افواج نہ صرف تعداد میں ان سے زیادہ تھیں۔ بلکہ سازوسامان اور جدید آلات حرب سے بھی مسلح تھیں یونان کے لیے بہترین مفید طرز عمل یہی ہے۔ کہ وہ تھریس اور سمرنا کو خالی کر دے کیونکہ مغربی ایشیا کو مغلوب کرتے ہوئے اسے بار بار زک اٹھانی پڑی ہے۔ اس وقت برطانیہ کے لیے موقعہ ہے۔ کہ وہ ہندوستان کے لوگوں کی رضامندی اور دوستی حاصل کرے۔

اسی طرح شیخ مشیر حسین قدوائی (لکھنؤ)۔ ملک عبدالقیوم (پنجاب) اور بعض ہندی مسلمانان افریقہ و امریکہ نے بھی بارہا اپنے اسلامی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ جن میں مسٹر ملک اور جناب قدوائی سب سے پیش پیش ہیں۔ انگورہ کے لیے ہندی مسلمانوں کی طرف سے ایک فوج کا بھیجا جانا یہ جناب قدوائی کی تجویز ہے۔ جس پر لوگ بکثرت آمادہ ہو رہے ہیں۔ ملک عبدالقیوم نے ایڈیٹر مسلم اسٹینڈرڈ کی حیثیت سے ایک لازوال شہرت حاصل کر لی ہے۔ ہندوستان کے تمام اسلامی اردو اخبار زعمائے احرار کی صحیح اور تازہ خبروں کے لیے مسلم اسٹینڈرڈ کے انتظار ہی میں رہتے ہیں۔ ہز اکسلنسی یوسف کمال بے منسٹر بے نائب سکرٹری سابق مشیر محکمہ قانون ٹرکی ہز اکسلنسی فرید بے اور انگورہ کے دیگر زعمائے احرار سے آپ نے اکثر ملاقاتیں کی ہیں ۱۹۲۲ء کے اوائل کی ایک ملاقات میں یوسف کمال بے نے آپ سے کہا۔ ہم کو یہ سن کر خوشی ہوئی۔ کہ انگورہ کی سرگرمی کا احساس و اعتراف دنیا بھر میں کیا جاتا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہندوستان میں کیا جاتا ہے۔ ہز اکسلنسی نے خلافت کمیٹیوں نظام انڈین نیشنل کانگرس

انجمن خدام کعبہ مسلم لیگ وغیرہ جماعتوں کی کارروائیوں سے اطلاع پاکر فرمایا۔ یہ حالات خواہان ترقی کے لئے باعث افتخار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہندو مسلم اتحاد اور اس کا اعتبار ہندوستان میں اس طرح قائم ہو گیا ہے۔ جس طرح معاملاتِ مصر میں مسلمان اور کاپٹ متحد ہو کر کام کر رہے ہیں۔ ہز اکسلنسی فرید بے نے خلافت کمیٹیوں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان لوگوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ جو خدمات خلافت کی پاداش میں سختیاں جھیل رہے ہیں۔ آپ نے خلافت اور ہندوستان کی دوسری تحریکوں کے متعلق دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے یہ دلی خواہش ظاہر کی۔ کہ ٹرکی اور ہندوستان کے سلسلے قریب تر ہوتے جائیں۔ اور صلح و امن کے ساتھ تعلقات دوستی بڑھتے جائیں

برادران ہنود اور ترکان احرار

حکومت برطانیہ نے جو طرز عمل اسلامی حکومتوں خصوصاً سلطنت عثمانیہ سے روا رکھا ہے اور جس طرز عمل کا اظہار اہل ہند کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں نے آپس میں اتحاد قائم کر لیا ہے۔ یہ اتحاد اس غرض کے لیے ہے کہ ہندوستان میں سلف گورنمنٹ پیدا کی جائے۔ اور ترکوں کے ساتھ یوروپ اور ایشیا میں انصاف کیا جائے۔ اسی اتحاد کا یہ کرشمہ ہے۔ کہ ہندو اور سکھ جوش و خروش کے ساتھ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے اور مولانا محمد علی اور شوکت علی اور دیگر لیڈروں کی جے کے دل ہلا دینے والے نعرے بلند کرتے ہیں۔ اسی اتحاد کی یہ برکت ہے۔ کہ ہندو اور سکھ نہ صرف بڑے بڑے جلسوں میں ترکان احرار کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے اور خلافت کمیٹیوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بلکہ اس وقت کئی ہندو اور سکھ ایسے ہیں۔ جو محض مسلمانوں کی ہمدردی کے اظہار میں اس وقت زندان خانوں میں مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ مسئلہ خلافت اور ترکان احرار کے متعلق یوں تو بڑے بڑے ہندو اور سکھ لیڈروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مگر ہم یہاں صرف موجودہ ہندوستان کے اعظم ترین انسان مہاتما گاندھی کے وہ خیالات پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے قید فرنگ میں جانے سے پیشتر اپنے اخبار

ینگ انڈیا میں سوراج و خلافت کے متعلق لکھے تھے - اور جن میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے کارناموں کا بھی کچھ ذکر ہے -
بعض مسلمان احباب نے کہا ہے - کہ آپ کا پروگرام سواراج کے لئے تو ٹھیک ہے - لیکن تحفظِ خلافت کے لئے یہ پروگرام بہت کمزور ہے یہ مسئلہ خلافت کا چند ماہ میں تصفیہ ہو جائیگا - اور جو کچھ بھی کیا جا سکتا ہے - آج کر لینا چاہئیے" اس سوال پر ایک نظر ڈالنی چاہئیے - الحمدللہ کہ مسئلہ خلافت غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھوں میں محفوظ ہے انہوں نے خلافت کے اقتدار کو اس طرح قایم رکھا ہے - کہ اس زمانہ میں کسی مسلمان نے اسطرح جد و جہد نہیں کی -
میری رائے میں ہندوستان نے روپیہ سے بھی ایسی زیادہ مدد نہیں کی ہے - اگرچہ کچھ نہ کچھ اشک شوئی ہو جاتی ہے - کہ ہندو مسلم اتحاد ایک مضبوط چٹان پر قایم ہو گیا ہے - اور گورنمنٹ سے صاف اور صریح الفاظ میں کہدیا گیا ہے - کہ ہندوستان کو گورنمنٹ سے کچھ سروکار نہ ہوگا - اگر انگلستان نے ترکوں سے مخالفانہ رویہ جاری رکھا - اور ہندوستانی وسائل ترکوں کے خلاف استعمال کئے گئے - تو کامل آزادی کا اعلان کر دیا جائیگا - اس اعلان کی تیاری میں جس قدر قوت کا اضافہ ہوتا رہیگا - اسی قدر زیادہ اسلام کا اقتدار برقرار ہوگا - اور اسی قدر زیادہ مصطفےٰ کمال پاشا کی قوت بڑھتی رہیگی -
بعض لوگوں کا خیال ہے - کہ گورنمنٹ صرف عارضی پریشانی سے جو چند ہزار لوگوں کی وجہ سے ہے - اور جیل جا رہے ہیں - ہمارے مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیگی - ہمیں گورنمنٹ کی طاقت سے تجاہل نہ کرنا چاہئیے - مجھے یقین ہے - کہ گورنمنٹ کے پاس اب بھی اس قدر طاقت ہے - کہ وہ تشدد کی روح کو فناہ کر دے - کسی نہ کسی طرح جیل بھرنا بھی تشدد ہی ہے - خدا ترسی اور خلوص کی بنا پر مصائب برداشت کی جا رہی ہیں - ہندوستان میں جس قدر خلوص اور صفائی ہوگی - اسی قدر وہ طاقت ور ہوتا جائیگا - جو جسمانی اعتبار سے کمزور ہوں - ان کے لئے خلوص ہی ایک حربہ ہے - جو مادی طور پر طاقت ور ہوتے ہیں ان کو بعض وقت اپنی قوت پر گھمنڈ ہو جاتا ہے - اپنے خود فولادی گھونسہ کی وجہ سے خدا کی مقررہ

حدود سے بھی نکل جانا چاہتے ہیں لیکن جب اس فولادی گھونسہ کو اپنی ہی جیسی قوت سے نہیں بلکہ بالکل اپنی ضد سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ تو پھر یہ فولادی گھونسہ عاجز رہ جاتا ہے ایک ٹھوس جماعت دوسری ٹھوس جماعت کے خلاف پیشقدمی کر سکتی ہے۔ آپ شیخ چلیو والی باتیں نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کو اس عیاں صداقت پر غور کر لینا چاہیئے۔ کہ بے ترتیبی کے ساتھ خواہ جیل خانوں میں جا کر یا عمارتیں جلا کر یا پرشور مظاہرے کر کے دنیا میں سب سے زیادہ مستقل مزاج قوم کے "فولادی گھونسہ" کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس خطرناک شوخ چشمی کا مقابلہ عدم تشدد اور عاجزی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مظلوم کی اعانت کرتا ہے۔ ان لوگوں کی نہیں جن کو اپنے اوپر گھمنڈ ہوتا ہے۔ میں ایک غیر مسلم ہوں۔ لیکن مجھ کو تو قرآن سے یہی اعلےٰ سبق ملتا ہے۔ قرآن کی ہر سورہ خدا کے رحمٰن اور رحیم کے اسمار سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے خواہ مادی طور پر ہم کیسے ہی کمزور ہوں۔ لیکن ہم کو روحانی حیثیت سے طاقتور بننا چاہیئے۔ اگر مسلمانوں کو عدم تشدد کے اصول پر یقین ہے۔ تو ان کو اس آزمایش پر پورا اترنا چاہیئے۔ اور ان کے سینوں میں تشدد اور غضب کی آتش نہ بھڑکنی چاہیئے۔ اگر ہم تشدد قوت اور غصہ کے جذبات سے متاثر ہو کر پہرہ داری کریں۔ تو بہت سے لوگ ہم سے اتحاد عمل نہ کریں گے۔ جبکہ مجبوری پر بھی ہم گورنمنٹ سے اتحاد عمل نہیں کرتے۔ تو دوسروں کو اپنے ساتھ اتحاد عمل کے لئے کس طرح مجبور کر سکتے ہیں۔ تو کیا ہم کو "ہرچہ برخود نہ پسندی بردیگراں مپسند" پر عمل نہ کرنا چاہیئے۔

اگر معاہدے سیورے پر ہمارے حسب اطمینان نظر ثانی نہ کی گئی۔ تو ہماری جدوجہد ختم نہ ہو جائیگی۔ یہ حقیقت ہندوستان کے عزم راسخ میں مضمر ہے۔ کہ جو کچھ مطالبات پیش کئے جا چکے ہیں۔ اُن سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹیں۔ مان لیجئے۔ کہ مصطفےٰ کمال جزیرۃ العرب کے تصفیہ کے لئے مصر نہ ہوں۔ تو بھی ہماری جنگ اس وقت تک برابر جاری رہے گی جب تک جزیرۃ العرب مسلمانوں کے حسب دلخواہ ان کو واپس نہ مل جائے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خیال ہے۔ کہ وہ اسلحہ کی قوت سے اپنے مطالبات تسلیم کرا سکیں گے۔ تو وہ ہر حیثیت

سے عدم تشدد کے اتحاد سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ان کو اپنے خیالات۔ الفاظ اور اعمال میں عدم تشدد پر عامل ہونا چاہئیے ان کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ مؤخر الذکر طریقہ سے زیادہ یقینی اور زیادہ سریع الاثر کوئی راہ عمل نہیں ہے۔ کہ جس سے وہ مطالبہ خلافت کو تسلیم کرا سکتے ہوں۔

ستمبر ۱۹۲۲ء کو اواخر میں جو پراونشل کانفرنس سیالکوٹ میں منعقد ہوئی۔ اس میں پنڈت رام بھجدت چودھری بی۔ اے ایل ایل بی وکیل (لاہور) نے ترکان احرار کو ان کی فتوحات پر مبارکبادی کا تار بھیجنے کا ریزولیوشن پیش کیا۔ جو بالاتفاق منظور ہوا۔ اسی طرح آل انڈیا کانگریس کمیٹی الہ آباد نے بھی فتح سمرنا پر ترکوں کو مبارکبادی کا ایک تار بھیجا۔ جس کا جواب ہز اکسلنسی جلال الدین عارف بے سفیر انگورہ مقیم روما کی طرف سے حسب ذیل موصول ہوا۔ آپ کی مبارکباد اور آپ کا پیغام حمایت غازی اعظم کی خدمت میں انگورہ روانہ کر دیا گیا ہے۔ اتحاد مشرقی ہماری آزادی کا ضامن ہے۔ فی الحال مجلس کانگریس اور برادران ہنود کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

باب پنجم

انگورہ اور یوروپ و ایشیاء

دولت انگورہ اور بولشویک (حکومت ماسکو)

بالشویکوں کے متعلق انگورہ کی حکمت عملی

بالشویکوں کے معاملہ میں انور پاشا اور کمال پاشا دونوں آزاد ہیں۔ یعنی کمال پاشا نے حکومت ماسکو (بولشویک) سے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے

کہ اگر کوئی حکومت بالشویکوں کے خلاف ہو۔ تو انگورہ کو بالشویکوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ اسی لحاظ سے بعض مدبّرین سیاست کا یہ خیال ہے۔ کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ کہ ایک خطِ مستقیم پر کمال پاشا اگر بولشویکوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ تو دوسرے زاویہ قائمہ پر وہ انور پاشا کے بھی ہم خیال ہیں۔ جو بالشویکوں سے اپنے خط پر جنگ چھیڑے ہوئے ہیں

بالشویکوں کی امداد انگورہ کو

حکومت ماسکو نے جب دیکھا۔ کہ جنیوا کانفرنس اپنے اجلاس میں فوجی تخفیف اور کسی ملک کی حدود پر کسی حکومت کو دس سال تک حملہ آور نہ ہونے کی قرارداد پاس کرنیوالی ہے۔ تو اس نے سمسون کے بندرگاہ میں اسلحہ جات اور ذخیرۂ جنگ جمع کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ ترکان احرار کو جسقدر مدد ہم دے سکتے ہیں۔ دے سکیں۔ اس پر مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے لکھا بالشویک اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ ٹرکی کا مسئلہ بعینہٖ بالشویکوں کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ دونوں کی حالت یکساں ہے۔ اور اجنبی ممالک دونوں ملکوں کی ہستی کو مٹا دینے کی فکر میں ہیں۔ اگر خدانخواستہ اجنبی حکومتوں کو ان دونوں میں سے کسی ایک پر غلبہ حاصل ہوگیا تو دوسرے کی بھی خیریت نہیں ہے۔ اس وجہ سے بالشویک اپنی پوری قوت اناطولیہ کو بچانے میں صرف کر رہے ہیں۔ اور ترکوں کو پوری فیاضی سے مدد دے رہے ہیں۔ کمالی سپاہ اس وقت مقابلہ کے لئے بالکل تیار ہے۔ اور اس کو روس سے ہر قسم کا سامان پہنچ رہا ہے اور غالباً صامسون پر جو سامان جمع کیا جا رہا ہے۔ وہ ترکوں کی اعانت کے لئے ہے۔ جیسا کہ غازی کمال پاشا کی تقریر سے واضح ہوتا ہے۔ غازی ممدوح نے اپنی تقریر میں بتایا ہے۔ کہ جنگ ناگزیر ضروری ہے۔ البتہ جبکہ یورپ قومی میثاق کو قبول کرے۔ جنگ رد کی جا سکتی ہے۔ جس کی بظاہر امید نہیں ہے۔

حکومت انگورہ میں بالشویک اعلان

بالشویک گورنمنٹ کے وزیر خارجہ (چیچرین) نے ٹرکی (انگورہ) حدود کی توسیع پر اظہار مسرت کرتے ہوئے اناطولیہ کے ہر حصہ میں ایک اعلان شایع کیا جس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ آرمینیا کے شہروں کو قفقاز کی ریاستوں میں تقسیم

کردیا جائیگا - پھر لکھا ہے - کہ روس تمام اقوام وقبائل کے حقوق کا احترام کرتا ہے - اور اس معاہدہ میں جو اس نے انگورہ گورنمنٹ سے کیا ہے - اس کا اعتراف کیا ہے - کہ ترکی خود مختار و آزاد رہے گی - اور اس کے کامل استقلال کا احترام کیا جائیگا - اس کے بعد اس اعلان میں ظاہر کیا گیا ہے - کہ ایران اور افغانستان نے بالشویک طریقہ کو اختیار کرکے معقول فوائد حاصل کئے ہیں - اور مشرق کو بھی اس طریقہ سے بیشمار فوائد حاصل ہوئے ہیں - ایران نے اپنی حدود کو بہت وسیع کرلیا ہے - اور افغانستان نے روس سے معاہدہ کرکے دوستانہ تعلقات قایم کرلئے ہیں۔

ماسکو اور انگورہ میں گفت وشنید کا سلسلہ

بولشویک حکومت جس کا دارالحکومت ماسکو ہے۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے - مصطفےٰ کمال پاشا کے رفقا اور دول متحدہ کے اعیان واکابر میں کوئی سمجھوتہ ہوجائے - بہت گھبراہٹ پیدا ہوگئی - چنانچہ طرفین سے دیر تک باہمی گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا - اور آخر حکومت ماسکو نے ترک احرار کے خیالات وجذبات کی تسکین واطمینان کے لئے نہایت اہم مراعات منظور کرلیں - ان مراعات کے معاوضہ میں غازی کمال پاشا نے حکومت ماسکو کو یقین دلایا ہے - کہ وہ اس سے مشورہ کئے بغیر کسی تصفیہ کو جو لنڈن میں کیا جائیگا - منظور نہیں کریں گے -

مصطفےٰ کمال پاشا کی تقریروں میں بولشویکوں کا ذکر

جمعیت ملیہ انگورہ کی دوسری سالانہ تقریب پر ۲۳ اپریل ۱۹۲۱ء کو جو طویل و پرجوش تقریر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کی - اس میں قفقاز - آذربائیجان - ایران - آرمینیا - جارجیا - افغانستان وغیرہ سے دوستانہ تعلقات کے ذکر کے بعد فرمایا روس سے تو ظاہر ہی ہوچکا ہے - کہ حکومت جمہوریہ روس اور ہمارے درمیان برادرانہ تعلقات ہیں - اور ہماری یہ خواہش ہے - کہ یہ رشتہ اور بھی زیادہ مضبوط ہو - مزید برآن ماسکو کانفرنس میں ہمارے نمایندے شریک ہوں گے - جس سے ہمارے اتحاد پر

خوشگوار اثر پڑیگا"! ایک اور تقریر میں جو غازی ممدوح نے یونانیوں کو شکست دینے اور قوم کی طرف سے "غازی" کا خطاب حاصل کرنے کے بعد انگورہ کی قومی پارلیمنٹ میں کی تھی فرمایا "یہ بھی دنیا کو معلوم ہونا چاہیئے - کہ ہم رُوس کے دوست ہیں - کیونکہ اسی نے سب سے پہلے ہماری آزادی تسلیم کی تھی - اور ہمارے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا تھا - اسی بنا پر روس کو بھی حق حاصل ہے - کہ وہ ہماری مدد پر بھروسہ کرے آج بھی اور کل بھی - اور اس وقت تک جب تک کہ وہ اپنے وعدوں پر قایم ہے" مصطفیٰ کمال پاشا اور مسٹر وایٹ (امریکن ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار) میں ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا - آخر میں غازی ممدوح نے اس امریکن نامہ نگار سے کھلے لفظوں میں کہا "بالشویکوں کے ساتھ ہمارے تعلقات یہ ہیں - کہ ہم دونوں میں محبت و مودت کا معاہدہ ہو گیا ہے - مگر اس میں ایک شرط یہ بھی رکھی گئی ہے کہ بالشویک اپنا پروپگنڈا ہمارے ملک میں پھیلانے کے مجاز نہ ہوں گے -

موسیو لینن اور غازی کمال پاشا کے پیغامات برقی

جب موسیو لینن[۱] صدر بالشویک حکومت نے شمالی قفقاز کی آزادی کو تسلیم کر کے "داغستان" کے نام سے ایک اسلامی آزاد ریاست قائم کر دی - تو مصطفےٰ کمال پاشا صدر جمہوریۂ انگورہ نے اپنی قومی مجلس کی طرف سے بذریعہ

[۱] - پیدائش - ۱۰ اپریل ۱۸۷۰ء - یہ دو بھائی تھے - ایک بھائی ۱۸۸۷ء میں الگزنڈر دوم کے قتل کی سازش میں پھانسی پر لٹکایا گیا تھا - لینن روسی زبان کے علاوہ جرمنی - فرانسیسی اور انگریزی میں بھی کامل مہارت رکھتا ہے - وہ مصنف بھی ہے اس نے سوئٹزرلینڈ کی جلاوطنی کے زمانہ میں روسی کسانوں کی ہمدردی اور روسی سرمایہ داروں کی سنگدلی کے متعلق کئی کتابیں لکھیں - اس نے ایک اخبار بھی اپنے خیالات کے اظہار کے لئے جاری کیا ۱۸۹۵ء میں یہ جرمنی گیا ۱۸۹۶ء میں روس کو واپس آتے ہوئے برادرہڈ پارٹی کا ممبر ہونے کی وجہ سے گرفتار کر کے سائبیریا میں بھیجدیا گیا - ۱۹۰۰ء میں رہا ہو کر سوئیٹزرلینڈ پھر فرانس اور اسپین وغیرہ میں گیا - اور وہاں اپنے ہم خیالوں کی تعداد میں اضافہ کرتا رہا - ۱۹۰۵ء میں وہ پھر روس آیا - لیکن زار روس کی سلطنت نے اسے پھر جلاوطن کر دیا - پھر وہ زیادہ عرصہ سوئٹزرلینڈ میں رہا - ۱۹۱۷ء میں وہ پھر جرمنی وغیرہ سے ہوتا ہوا روس پہنچا - اور پیٹروگریڈ (دار الخلافہ) میں پہنچکر اس نے برائے نام جمہوری حکومت کے خلاف شورش کر کے روس

تار موسیو لینن کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے جواب میں موسیو لینن نے ایک طویل تار بھیجا۔ جس سے ترکوں اور بولشویکوں کے دوستانہ تعلقات پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اس تار کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

روس کی مجلس شوریٰ نے اس پیام کو جو انگورہ کی قومی مجلس نے بھیجا تھا۔ نہایت شوق کے ساتھ سنا۔ روس کی مجلس شوریٰ انگورہ کی قومی مجلس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ کہ اس نے اپنی بے مثل اور پائدار صداقت کا اظہار کر کے روس کو ممنون بنا لیا ہے۔

روس کے مزدور اور باشندگانِ دیہات جنہوں نے اپنے ان دشمنوں کی مساعی کا پوری قوت سے تقریباً ۴ سال تک مقابلہ کیا ہے۔ جو یہ چاہتے تھے۔ کہ روس کو پھر ایک ایسی حکومت کے ماتحت لایا جائے۔ جو مزدوروں کو انقلاب کی برکت سے محروم کر دے۔ ترکی قوم سے اظہارِ عقیدت کرتے ہیں۔ اور اپنی پائدار محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اخوت و محبت جو ترکی اور روسی قوم میں اس وقت پائی جاتی ہے ہمیشہ قائم رہیگی۔ اور باہمی ربط کو مستحکم بنائیگی۔

روس اور ترکی (انگورہ) نے اپنے باہمی معاہدہ میں واضح طور پر شرقی اقوام کے استقلال و آزادی کا اعتراف کیا ہے۔ اور اس معاہدہ کے ذریعہ دونوں قوموں نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ترکی قومی جد و جہد اور روسی عمال کی حرکت دونوں ایک ہی مقصد رکھتی ہیں۔ یعنی دونوں کا مطمح نظر اقوام کی آزادی ہے۔ جو جدید اجتماعی طریقہ پر مبنی ہوگی۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۴۱ - پر قبضہ کر لیا۔ اور بالشویزم کی اشاعت میں نمایاں حصہ لینے لگا۔ لینن بہت بڑا عالم بہت بڑا مقرر اور ساتھ ہی بہت بڑا خونخوار بھی ہے۔ انگریزی جرائد کا بیان اگر درست ہے۔ تو لینن برطانیہ کا بہت بڑا دشمن ہے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ اگر ہندوستان میں کسی طرح سے بے چینی پیدا کر دی جائے۔ تو برٹش حکومت پر فتح حاصل کر لینا اس کے لئے آسان ہو جائے۔ ٹائمز کی یہی رائے ہے۔ اور اس نے کئی بار لکھا ہے۔ کہ سرحد (افغانستان) کی شورش کی خاص وجہ بالشویکوں ہی کے ہتھکنڈے ہیں۔ بہر حال کچھ ہو۔ لینن اس وقت دنیا کی تاریخ کا ایک بہت بڑا اور بے مثل آدمی ہے

روس کی مجلس شوریٰ اس امر کا پختہ اعتقاد رکھتی ہے۔ کہ وہ تعلقات جو روس و ٹرکی (انگورہ) کے درمیان ایسے سخت مصائب و آفات کے زمانہ میں قائم ہوئے۔ جبکہ یاوسی دونوں پر محیط تھی۔ دونوں اپنی قوموں کی کامیابی کے بہترین ضامن ہیں۔ روس کی مجلس شوریٰ اس امر کا اطمینان رکھتی ہے۔ کہ عنقریب کامل فتح حاصل ہوگی۔

روسی وفد انگورہ اور انگورہ کا وفد ماسکو میں

گذشتہ سطور میں لکھا جاچکا ہے کہ بولشویک گورنمنٹ کے وزیر خارجہ چیچرن نے اناطولیہ میں ایک اعلان تقسیم کیا ہے۔ یہ اعلان اس موقعہ پر تقسیم کیا گیا تھا۔ جب چیچرن روسی امور خارجہ کی نمائندگی کے لئے فروری ۱۹۲۲ء میں ایک غیر معمولی روسی وفد لے کر انگورہ آیا تھا۔ اس کے بعد ایک اناطولوی وفد بسرکردگی ڈاکٹر رضا نور بک بولشویک گورنمنٹ سے ایک ایسا معاہدہ کرنے کے لئے جس کی شرائط مارچ ۱۹۲۱ء کے معاہدہ کی شرائط سے زیادہ وسیع ہوں۔ ماسکو روانہ ہوا۔ جس کے متعلق اگست ۱۹۲۲ء کے اخبار اللواء (مصر) نے لکھا ہے۔ کہ وفد مذکور ماسکو پہنچگیا ہے۔ جہاں اس کا شاندار استقبال ہوا۔ رضا نور بے نے روسی وزیر خارجہ سے بہت طویل ملاقات کی۔

بالشویک سفیر کی انگورہ میں تقریر

روسی بالشویک سفیر ارالوف متعینہ انگورہ نے "آزاد یئے مشرق" کے متعلق انگورہ میں ایک تقریر کے دوران میں کہا "ہم اس وقت تک اپنی کمر نہ کھولیں گے۔ جب تک مشرق کے باشندے آزاد نہ ہو جائیں"۔ روسی نمائندہ نے مصطفےٰ کمال پاشا کی ایسی مدح سرائی کی۔ کہ وہ خوشی میں بھر گئے۔ اسی سلسلہ میں اس نے غازی ممدوح کا جام صحت پیتے ہوئے کہا "نیا معاہدہ جو روس (سودیٹ یعنی بالشویک گورنمنٹ) اور ٹرکی (انگورہ) کے درمیان ہوا ہے۔ وہ محض ظاہرداری اور بناوٹ پر نہیں ہے بلکہ حقیقت میں ٹھوس اور گہری بنیادوں پر قایم ہے"۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی جوابی تقریر

بولشویکی سفیر کے بعد غازی مصطفیٰ کمال پاشا کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ وہ روس ہی ہے جس نے سب سے پہلے شہنشاہیت پرستی کے خلاف جدوجہد شروع کر کے برگزیدہ شہرت حاصل کی ہے۔ اسی بانگ جرس نے مشرق کے مظلوم و بیکس باشندوں کو بیدار کیا۔ حتیٰ کہ ٹرکی نے بھی اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ہتھیار سنبھالنے میں روس سے ہی امداد و حمایت پائی تھی۔ ٹرکی نے مغربی شہنشاہیت کے انتہائی حملوں سے بچنے کے لئے روس سے اتحاد کیا۔ پس اے اہل مشرق ہوشیار ہو جاؤ اور مغربی تدابیر و تدبر کے پرپیچ جالوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے کمر کس لو۔

روسی قحط زدگان اور وزارت شرعیہ انگورہ

انگورہ کی وزارت شرعیہ نے جب روسی مسلمان قحط زدگان کے مصائب و آلام کا حال سنا۔ تو مملکت اناطولیہ میں ۱۱ جولائی ۱۹۲۲ء بذریعہ اشتہار و اعلان مسلمانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی۔ کہ وہ دس لاکھ مسلمانان روس کو قحط کی مصیبت سے بچانے کے لئے ہر جائز طور پر مدد دیں۔

معاہدہ روس و انگورہ اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے مجلس عالیہ ملیہ کے تیسرے سالانہ اجلاس کی تقریب میں اور معاملات کے علاوہ خارجی تعلقات کی پالیسی کا ذکر بھی کیا۔ اور روس کے متعلق فرمایا۔ گذشتہ سال ہمارے تعلقات روس کی اشتراکی جمہوریت سے بہت بڑھتے رہے ہے۔ (نعرہ ہائے مسرت) ۱۶ مارچ کو ہم نے اس سے دوستانہ معاہدہ کیا۔ جس سے دونوں ملکوں میں باقاعدہ تعلقات قائم ہو گئے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے وسط ایشیا کی تمام جمہوریتوں سے ہمارے تعلقات قائم ہو گئے ہیں۔

بالشویکی امداد کمالی فوج کو

بالشویک ایک عرصہ سے بے بہا سونا اور سامان اسلحہ وغیرہ انگورہ بھیج رہے ہیں۔ ان میں سے بعض اشیاء

گرجاؤں میں سے لی گئی ہیں۔ بہت سے جرمن افسر بھی بالشویکوں کی معرفت ترکانِ احرار کی فوج میں پہنچ گئے ہیں۔

انگورہ و پولینڈ میں معاہدہ

وارسا (دار الخلافہ پولینڈ) و انگورہ (دار الخلافہ اناطولیہ) کے مابین حال ہی میں بمقام پیرس ایک عارضی مصالحت اتحاد طے پائی ہے۔ جس کی بنا پر ان مواعید کے بالعوض جو مصطفےٰ کمال پاشا نے اس کو سوویٹ روس کے خلاف امداد دینے کے بارہ میں کئے تھے پولینڈ نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ کمالیوں کے دعاوی کی جو قدیم یا جدید روسی مقبوضات سے متعلق ہوں۔ حمایت کرے گا۔ اور نیز ترکوں کے قومی پیمان کے دستور العمل کو تقویت پہنچائے گا۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

۱۔ دربارہ آرمینیا کوئی خارجی مداخلت قبول نہ کی جائیگی۔

۲۔ اتحادی طاقتیں ان تمام معاہدات کو جو حکومت انگورہ سے کرے تسلیم کریں گی۔

۳۔ قومی۔ مالی۔ اور سیاسی امور میں ترکوں کو کامل آزادی رہیگی۔

۴۔ سمرنا بشمول تمام دیگر علاقہ جات جن پر یونان قابض ہے۔ ترکوں کو غیر مشروط طور سے واپس دلائے جائیں گے۔

۵۔ مغربی تھریس میں خود مختار نظام حکومت قایم ہوگا۔

۶۔ ترکوں کو اس قدر فوج اور بیڑہ رکھنے کی اجازت ہوگی۔ جو بیرونی حملوں سے حفاظت کے لئے کافی ہوسکے۔

مندرجہ بالا ملات میں یہ استخفاق بھی شامل ہے۔ کہ ترک اور روسی متحدہ طور سے آبناؤں کی آئندہ حیثیت کی نگرانی کریں گے۔ نیز یونان سے تاوانِ جنگ کا مطالبہ کیا جائیگا۔ اس موقعہ پر یوسف کمال (وزیر خارجہ انگورہ) نے آرمینیوں کو شرف باریابی بخشا۔ اور دورانِ گفتگو میں اس امر پر زور دیا۔ کہ حکومتِ انگورہ دربارہ آرمینیا کسی قسم کی تبدیلی کرنے پر رضامند نہیں۔

انگورہ اور قفقاز کا اتحّاد

قفقاز کا نام تو ہندوستانی اخبارات میں اکثر مرتبہ نظر سے گذرتا ہے۔ مگر اس امر سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ کہ قفقاز کتنا بڑا ملک ہے۔ کس قدر وہاں آبادی ہے۔ کون لوگ وہاں رہتے ہیں۔ اور ان کے حالات کیا ہیں۔ اس لئے پہلے قفقاز کے وسیع ملک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ملکِ قفقاز ۶۵ بڑے شہروں پر مشتمل ہے۔ جس میں سات اضلاع اور پانچ ولائیتیں ہیں۔ اضلاع حسب ذیل ہیں۔ بارکوبہ۔ گنجہ۔ طفلس۔ کرتاپس۔ ایروان مدستاد ردوپول اور باطوم۔ ولائتوں کے نام دون۔ کوبان۔ ہند داغستان۔ اور قارص ہیں قفقاز کی آبادی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ڈیڑھ کروڑ تھی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

مسلمان	۶۷ لاکھ	روسی	۴۰ لاکھ
گرجی	۲۰ لاکھ	ارمنی	۱۰ لاکھ

یہودی وغیرہ ۵ لاکھ

قفقاز میں پانچ جمہوری حکومتیں قائم ہو گئی ہیں (۱) جمہوریت جبلی (۲) جمہوریت آذربائجان (اسلامی) (۳) جمہوریت داغستان[1] (اسلامی)۔ ۴۔ جمہوریت گرجستان (۵) جمہوریت ارمنستان جمہوریت جبلی کا پایہ تخت ارمادیر آذربائیجان کا بارکوبہ۔ داغستان کا تیمر خان شورا۔ گرجستان کا طفلس اور ارمنستان کا ایروان ہے۔ جمہوریت جبلی کے سوا باقی تمام حکومتوں کی آزادی کو حکومتِ روس تسلیم کر چکی ہے۔

---

[1] پچھلے دنوں داغستان کے امیر۔ امیر شامل سے آستانہ کے اخبار "جریدہ مشرق" کے نمائندہ نے داغستان کے مسئلہ پر گفتگو کی۔ امیر ممدوح نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے نمائندہ کو بتایا کہ اس وقت میں مغرب (یورپ) کا سفر کر رہا ہوں تاکہ وہاں جا کر یورپ کی حکومتوں کو داغستان کے استقلال (آزادی) پر آمادہ کردں۔ اور ان سے داغستان کی خودمختاری کا اعتراف کراؤں۔ ہم اپنے ملک (داغستان) کی آزادی کے لئے عرصہ سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور مدتوں سے جنگ میں مصروف ہیں۔ ہم نے گذشتہ چند سالوں میں بالشویکوں سے جو لڑائیاں کی ہیں۔ ان میں اس وقت تک ہم نے بالشویکوں کے پیالیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ ہماری شوروی حکومت کا مرکز "دمیر خان" ہے اور

روس کو قفقاز کی ان سلطنتوں کے داخلی اور خارجی حقوق میں مداخلت کا کوئی مجاز نہیں محض قفقاز کی ریاستیں اپنے خارجہ معاملات میں متفق و متحد ہیں۔ اور امور مابین العمل کو طے کرتی ہیں۔ بعض اشخاص ابھی تک ان ریاستوں کو روس کے زیر سیادت تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر واقعہ نہیں۔ گرجستان کے دفاتر گرجی زبان اور امنستان میں ارمنی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ آذربائیجان میں کہیں کہیں عارضی طور پر دوسری ریاستوں کی زبان استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن اب قطعی طور پر ترکی زبان کو رواج دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ اور اس زبان کو فروغ دینے کے لئے ابتدائی مڈل اور ہائی سکول کھول دیئے ہیں۔

حکومت اناطولیہ روز بروز ترقی کر رہی ہو۔ اس کی شوکت و سطوت سے یورپ میں خوف و ہراس کے آثار پیدا ہو رہے ہوں۔ اور مرکز ایشیا کے ہمسائے قفقازی مسلمان بالکل خاموش رہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا؟ چنانچہ اناطولی حکومت سے باہمی اتحاد اور میل ملاپ پیدا کرنے اور رشتۂ محبت کو مضبوط بنانے کے لئے قفقازیوں کا ایک با اثر وفد جس میں کرمیا۔ باشکرش۔ تاتار اور کرغیز کے وسط ایشیائی نمائندے بھی شامل تھے۔ انگورہ آیا۔ جہاں ان کا اعلیٰ پیمانہ پر استقبال کیا گیا۔ مارشل غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل کرنے کے بعد اراکین وفد نے اپنی اپنی انجمنوں کے پیغامات خصوصی پیش کئے۔ اور سب نے متفقہ طور پر غازی ممدوح کی بہادری شجاعت اور فراست کا دلی اعتراف کیا۔

اس وفد کو قفقازی وفد اور تاتاری وفد بھی کہا جاتا ہے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ نمبر ۱۴۶۔ باوجود اس کے کہ موجودہ حوادث و مشکلات نے ہم کو اور ہمارے شہروں کو بہت پریشان کر رکھا ہے۔ ہم باکو تک اپنا راستہ نکالتے اور ریلوے لائن سے یہاں تک سفر کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بالشویکوں نے اگرچہ ہماری آزادی کو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن ہم کو ان پر اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ روس کے قحط نے اس وقت بالشویکوں کو اس امر پر مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ اپنے ہمسایوں سے دوستانہ تعلقات قائم رکھیں اور ان کے اتحاد سے فائدہ اٹھائیں۔ میں اپنے ملک سے بھیس بدل کر نکلا ہوں اور اس طرح امن و امان کے ساتھ ترکی حدود پر پہنچا ہوں۔ جہاں ترکی محافظ جماعتوں نے ایک حقیقی بھائی کی طرح میرا استقبال کیا۔ ہم اور کمالی دونوں ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور ان جنگوں کا جو ہم دو کر رہے ہیں۔ [illegible]

وفد کریمیا کے صدر صابری الیاف بے تھے۔ ان سے یوسف کمال بے وزیر خارجہ انگورہ نے جو اقتصادی معاہدہ کیا۔ اس میں ایک یہ شرط بھی ہے۔ کہ ۱½ ہزار مسلمان تاتاریوں کو شرقی اناطولیہ کے پانچ صوبوں میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ اس شرط کی وجہ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے آبادی میں خطرناک کمی نظر آرہی ہے۔

حکومت ملیۂ انگورہ کے تیسرے سالانہ اجلاس کی تقریب پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قفقاز کی جمہوریتوں کے متعلق فرمایا۔ ۲۲، اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم نے قارص میں ایک معاہدہ عہد نامۂ ماسکو کے اصول پر کیا۔ جس کی بدولت آذربائیجان۔ جارجیا۔ اور آرمینیا سے ہماری دوستی ہوگئی۔ اس سیاسی ہتھیار کے ذریعہ سے ہم سیورس کے منحوس معاہدہ کو چاک کر کے پھینک سکتے ہیں۔ (نعرہ ہائے مسرت) اور جو ارمن قوم کے نام سے خود مغربی قوموں نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا تھا۔ اسے قارص میں ہم نے بہترین منصفانہ طریقوں سے حل کر دیا۔ (نعرہ ہائے مسرت)

جمہوریہ بخارا و خیوا اور انگورہ

غالب پاشا وزیر بخارا نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اتحاد کا ثبوت دیا۔ یہ ملاقات بہت دیر تک رہی۔ جس میں بہت سے ضروری مسائل زیر بحث رہے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ نمبر ۱۴۶۔ ایک ہی مقصد ہے۔ یعنی آزادی۔ اناطولیہ بھی ہماری ہی طرح پاکیزہ مقاصد کے حصول میں ساعی ہے۔ خوش نصیبی سے مجھے کاظم قرہ بکیر پاشا سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ میں نے ترکی سپاہ کے بہادر سپاہیوں میں بھی گشت لگایا۔ اور ان کی حالت دیکھی۔ ترکی سپاہ کی اخلاقی حالت نہایت اچھی ہے۔ گرجستان (جارجیا) آذربائیجان اور آرمینیا سے ہمارے تعلقات نہایت اچھے ہیں۔ اور میری رائے میں اقوام قفقاز کی سلامتی صرف ایک بات پر موقوف ہے۔ اور نیز ان کا باہمی اتحاد ہے۔ دول حلفاء فوجی کوشش سے بالشویکوں پر اقتدار حاصل نہیں کر سکتے ان کے پروپیگنڈا کو روکنے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ان کے درمیان کسی حکومت کو حاجز و فاصل کر دیا جائے۔ اور روافغانستان اس فرض کو خوبی سے ادا کر سکتا ہے۔

اس ملاقات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جمہوریت بخارا نے اسّاٹھ طلبا کا ایک گروہ انگورہ کی قومی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ جس سے یہ مقصود ہے۔ کہ ہر دو اسلامی ممالک میں برادرانہ تعلقات اور بھی زیادہ وابستہ و محکم ہو جائیں۔ حقیقتاً اس طریقہ پر تاتاریوں اور ترکوں میں زبردست رابطۂ اتحاد قائم ہو جائیگا۔
بخاری طلبا، کے علاوہ خیوا۔ داغستان (قفقازی اسلامی ریاست) اور آذربائیجان کے طلبا بھی اس یونیورسٹی میں شرکت کرنے والے تھے۔
خیوا بھی ایک اسلامی حکومت مسلمان تاتاریوں کی ہے۔ جو بخارا کے متصل واقعہ ہے۔ حکومت خیوا کے تین نمایندے شیخ عباس علی کی سرکردگی میں پیغامات تہنیت لیکر انگورہ آئے۔ اور غازی ممدوح سے مل کر اپنے اتحاد اسلامی کا ثبوت دیگئے۔
غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے مجلس ملیہ کے تیسرے اجلاس میں جمہوریہ بخارا کے متعلق فرمایا۔ جمہوریہ بخارا نے بھی جو روس کی اشتراکی جمہوریتوں کی ایک رکن ہے۔ ایک وفد یہاں بھیجا تھا۔ اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی درخواست کی تھی (نعرہ ہائے مسرت) ہم نے بڑی خوشی کے ساتھ اس خواہش کو قبول کیا۔ اور عنقریب ایک سفارت ہماری طرف سے بخارا جانے والی ہے۔ جس میں ہمارے نہایت اہم افراد شریک ہوں گے۔

آذربائیجان اور انگورہ

"مشرق کی آزادی" کے متعلق جب انگورہ کی مشرقی کانفرنس میں بولشویک سفیر اور افغانی سفیر نے تقریریں کیں۔ تو اسی سلسلہ میں وہ تقریر بھی نہایت اہم سمجھی گئی۔ جو وزیر اعظم آذربائیجان نے اپنی پارلیمنٹ میں ٹرکی کے متعلق کی۔ آپ۔ نے کہا۔ ٹرکی سے میرا مطلب حکومت اناطولیہ ہے۔ یونانیوں کے حملے کے خلاف اناطولیہ کا میدان جنگ تمام مشرقی اقوام کا مشترکہ میدان کارزار ہے۔ جن کے ذمے یہ فرائض عائد ہو رہے ہیں۔ کہ وہ ہر طریقہ سے ٹرکی کی مدد کریں۔ ہماری دلی تمنا یہی ہے۔ کہ خدا ہم کو

وہ دن دیکھنا نصیب کرے۔ جبکہ اس جنگ کا خاتمہ ٹرکی کی فتح و نصرت پر ہو۔
آذربائیجان کی اسلامی حکومت نے اپنے اتحاد کا ثبوت پارلیمنٹ کی تقریروں سے نہیں دیا۔ بلکہ جب غازیٔ انگورہ کی خدمات ملی کے عملی اعتراف میں فرزندان اسلام نے دنیا کے ہر حصہ سے اس کو پیامات تہنیت و تبریک اور تحائف سپاس گذاری بھیجے۔ تو اس میں آذربائیجان نے بھی شرکت اختیار کرتے ہوئے اپنا ایک وفد انگورہ بھیجا۔ جس نے چاندی کا ایک خود جس میں سونا جڑا ہوا تھا۔ اور قرآن مقدس کی ایک زرین جلد جس کو بخارا کے ایک نامور عالم دین نے لکھا تھا۔ غازی ممدوح کو پیش کی۔ اور خدائے قدوس کے حضور میں ترکان احرار کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا مانگی۔
غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے حکومت انگورہ کے تیسرے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر اپنی خارجی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے آذربائیجان کے متعلق فرمایا۔ معاہدہ قارص (قفقاز) کے بعد ہم نے ایک وفد طفلس بھیجا تاکہ آذربائیجان ۔ جارجیا ۔ اور آرمینیا سے تجارتی تعلقات قایم کرلئے جائیں۔ چنانچہ وہ وفد تینوں جمہوریتوں سے گفتگو میں مشغول ہے۔ ابراہیم ابیلاف بے جمہوریہ آذربائیجان کے سفیر بھی ہمارے بڑے دوستوں اور ہمدردوں میں سے ہیں۔ اور ہمیں بڑی خوشی ہے۔ کہ وہ گذشتہ موسم گرما سے ہمارے درمیان ہیں۔ (نعرہ ہائے مسرت)

۱۸۔ دولت ایران اور حکومت انگورہ

ممتاز الدولہ سفیر دولت ایران متعینہ انگورہ اپنی حکومت سے رخصت ہو کر ارکان سفارت کی معیت میں جب انبولی پہنچے۔ تو وہاں آپکے مرتبہ و اعزاز کے مطابق آپکا شاندار استقبال ہوا۔ انگورہ پہنچنے پر علاوہ سرکاری استقبال کے آپ کی آمد کی خوشی میں زبردست سیاسی مظاہرے کئے گئے۔ حتیٰ کہ جہازوں پر بھی یہ الفاظ کندہ تھے۔ "تمام مشرقی اقوام اور مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قایم رہے"۔ آپ کی آمد کی تقریب پر ایک جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں مشرقی حکومتوں کے متعدد نمایندے موجود تھے

سفیر افغانستان دربسلطان احمد خاں نے ٹرکی و ایران کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا۔ تمام مشرقی اقوام کا ایک نصب العین پر جمع ہو جانا اور اس شہر میں جو تمام مشرقی اقوام کی آزادی کے لئے جنگ میں مصروف ہے۔ مشرقی نمائندوں کا اکٹھا ہونا ایک اہم اور عظیم الشان واقعہ ہے۔ اور میں یہ اعلان کرنے میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ کہ ایران اور ٹرکی میں جو کچھ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ان کا قرار واقعی اثر افغانی قوم میں موجود ہے۔ حضرات ٹرکی اسلام کے لیے بمنزلہ سر کے ہے۔ جس کو آج ہم فکر و انتشار سے پریشان پاتے ہیں۔ اور ایران عالم اسلام کے دل کی طرح ہے جس کو آج ہم پریشان اور لرزاں دیکھتے ہیں۔ یاد رکھیئے۔ اگر سر اور دل بیکار ہو گئے۔ تو اس کا نتیجہ عالم اسلام کی موت ہوگا۔ اور یہ موت بہت دردناک ہوگی۔ ایک کروڑ افغانی مصیبت کے وقت ٹرکی و ایران کا ساتھ دینے کو تیار رہیں۔

بعد ازاں ممتاز الدولہ نے تقریر کی مشرقی اقوام کے نمائندوں کا خصوصاً سفیر افغانستان کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس اسلامی اتحاد کو جس کا بنیادی پتھر انگورہ کی سرزمین میں رکھا گیا ہے۔ اسلام کا عظیم الشان مستقبل کا روح افزا پیش خیمہ ثابت کیا۔ اور اتحاد اسلامی کے برقرار رکھنے پر زور دیا۔

انگورہ کی حکومت عظمیہ ملیۂ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ٹرکی فوج کے خارج شدہ ایرانی افسروں کو جنہوں نے دوران جنگ میں بہ حیثیت باضابطہ ترکی افواج کے ارکین کے بیش بہا خدمات انجام دی تھیں۔ ترکی افواج میں مدعو کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ٹرکی قومی افواج کی جماعت میں ایک مضبوط ایرانی عنصر موجود تھا۔ اور اب پھر اس عنصر کی موجودگی و خدمات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

ایرانی سفیر کی آمد پر بالشویک سفیر ”آرلوف“ مقیم انگورہ نے بھی سفیر مذکور کو دعوت

دی - جہاں تمام مشرقی اقوام کے نمائندے موجود تھے - اور خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا بھی تشریف فرما تھے - اس موقعہ پر انگورہ کے وزیر خارجہ یوسف کمال بے نے فرمایا - کہ ترکانِ احرار اس وقت تک جنگ جاری رکھینگے - جب تک کہ ان کے مطالبات تمام و کمال منظور نہ کرلئے جائیں - نیز سفیر موصوف نے یہ بھی بتایا - کہ بالشویک روس اور دول حلفاء کے مابین اگر کوئی معاہدہ ہُوا تو وہ ہرگز قابلِ پذیرائی یا مستحکم نہ ہوگا - البتہ مشرقی اقوام کا باہمی اتحاد ضرور دیرپا اور مؤثر ہوگا -

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے "آرلوف" کو مبارکباد دی - کہ اس نے ایک مقام پر مشرقی نمائندگاں کو مجتمع کرنے کا بہترین و کامیاب طریقہ اختیار کیا - غازی موصوف نے فرمایا - کہ ترکی آئیندہ میدان ترقی میں اور بھی زیادہ سرگرمی سے قدم بڑھائیگی - کیونکہ سابق میں زار روس اور سلطان ٹرکی مشرقی اقوام کے حکمران تھے - جن کی ذاتی خواہشات اور ناعاقبت اندیشانہ پالیسی پر تمام امورات سیاست کا دارومدار ہوتا تھا - مگر ہم نے ان تمام واقعات کو تبدیل کرکے ترکی کی تاریخ میں نیا دَور شروع کردیا ہے - ہمارا یقین ہے - کہ ایرانی وزیر اپنے ذاتی مشاہدات سے ضرور اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا - کہ ترکی فی الواقعہ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے - اور اس کی اس رفتارِ ترقی سے نہ صرف ترکی و ایران کو ہی بلکہ تمام مشرق کو حیرت خیز نفع پہنچیگا -

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے حکومت ملیہ انگورہ کے تیسرے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اپنی خارجہ پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے ایران کے متعلق فرمایا - ہم خصوصیت کے ساتھ دولتِ اسلامیہ ایران سے دوستانہ تعلقات مضبوط کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اسلام کے رشتۂ اخوت کے ساتھ ہی اس سے ہمارے ہمسائگی کے تعلقات بھی ہیں - ہم کو اطلاع ملی ہے - کہ طہران سے ایک سفارت انگورہ کے لئے روانہ ہوگئی ہے - مَیں نہایت مسرت کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں - کہ ہمارے ساتھ

بہت جلد اس دولت اسلامیہ کے دوستانہ تعلقات پیدا ہو جائینگے تو صد امیں انشاء اللہ
انگورہ کے عام جلسہ (ستمبر ۱۹۲۲ء) میں سفیر ایران نے ایک طویل و پر مغز تقریر کے دوران
میں فرمایا۔ کہ ترکوں اور ایرانیوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ فرق ہے۔ تو اس قدر
ہے۔ کہ ترک اور ایرانی دنیا کے مختلف حصص میں آباد ہیں۔ لیکن ان کے دلوں میں
کوئی اختلاف نہیں۔ وہ کلیتہً متحد و متفق ہیں۔ وہ ایک ہیں۔ انہیں ایکدوسرے
سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسا وقت آگیا۔ کہ انگورہ کو کوئی خطرہ لاحق ہوا۔ تو
عزیزان من یقین رکھیئے۔ کہ ایران کے باشندے آپ کے ساتھ ہونگے۔ آپ کے
دوش بدوش مصروف عمل نظر آئیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ
ہماری آنکھوں کے سامنے ترکی سرنگوں نظر آئے۔ کیونکہ ترکی کی اس حالت سے ہماری
اپنی تباہی ہوگی۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ کہ ترکی فوج میں بہت سے ایرانی افسر موجود ہیں
اور ابھی اور بہت سے آرہے ہیں۔ جو شمن کہ دشمن کو پسپا کرنے کے لئے مصروف عمل
ہوں گے۔

حکومت یوکرین اور انگورہ

یوکرین کے حالات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس لئے انگورہ اور یوکرین کے عہدنامہ
کا ذکر کرنے سے پیشتر اس نامعلوم ملک کے کچھ تاریخی حالات بیان کرنے مناسب معلوم
ہوتے ہیں۔

یوکرین کا سلسلہ کوہ کارپیتھن سے بحیرہ اسود اور کاکیشیا تک پھیلا ہوا ہے۔ جرمنی سے
بہت بڑا اور فرانس سے دگنا ہے۔ اس کی آبادی ۴½ کروڑ نفوس کی ہے۔ زمین
بڑی زرخیز ہے۔ تیل۔ کوئلہ اور لوہے کی کانیں بھی اس ملک میں موجود ہیں۔

ہمسایگی۔ مشرقی اناطولیہ اور ولایت انگورہ کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی شیعہ قزلباشوں کی ہے۔ جو سبھی عثمانی رعایا ہیں۔ ادھر ایران کی تقریباً ایک تہائی آبادی خالص ترک ہیں۔ جن کی زبان میں کسی قدر فارسی الفاظ کی آمیزش بھی ہے۔ جو ایران کے حقیقی سرفروشان وطن ہیں۔ مشرقی اور شمالی ایران میں بہت سے ترکی دیہات ہیں۔

یوکرین پر روسیوں کا مدت سے دانت ہے۔ ۲۴ر فروری ۱۹۱۴ء کو روسی پارلیمنٹ میں کہا گیا۔ کہ "یوکرینوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں قومیت کی روح جاری وساری ہے۔ اس کا استیصال تو ناممکن ہے۔ لیکن اسے آگ لگا کر اپنے خلاف کر لینا بہت آسان ہے" زاران روس ان کی قومیت کو مٹانے کی ۱۷۹۰ء سے کوشش کر رہے تھے۔ آخر ۱۸۷۹ء کے ایک اعلان شاہی نے دربار روس سے یوکرین زبان کو نکال دیا۔ ان کے مدارس اور اخبارات بند کر دئے گئے۔ کتابوں کی اشاعت روک دی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن اہل یوکرین کی حب وطنی کے جذبات پر کوئی چیز غالب نہ آسکی۔ حکومت روس نے ان کو سردیا میں جلاوطن کر دیا۔ بعض محبان وطن گلیشیا اور لمبرگ (آسٹریا) میں بھاگ گئے۔ جس کو انہوں نے قوم پرستوں کی تحریک کا مرکز بنالیا۔

اہل یوکرین نے اپنی مادری زبان کی اس درجہ حفاظت کی۔ کہ ۱۹۰۵ء میں جنگ روس و جاپان کے زمانہ میں روسی فوج کے ساتھ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائیٹی کے جو ایجنٹ بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے رپورٹ کی۔ کہ روس میں یوکرینی زبان کا اس قدر رواج ہے کہ ایک بائیبل یوکرینی زبان میں جلد تر چھاپنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ روسی فوجوں میں اس کی اشاعت کی جائے۔

یوکرین کی پارلیمنٹ میں پہلی مرتبہ ۶۳ اراکین منتخب ہوئے۔ انہوں نے یوکرین کی زبان یوکرینی مدارس اور اپنے مدارس اور اپنے دیگر چھینے ہوئے حقوق کا روس سے مطالبہ کیا۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں یوکرین کے کسانوں میں قومی تحریک اس قدر جڑھ پکڑ گئی۔ کہ باوجود اخبارات پر دوبارہ کامل بندش رکھنے۔ بیرونی اخبارات ورسائل کی درآمد کو روکنے اور سرحد پر زبردست نگران افواج مقرر کرنے کے اس تحریک کا استیصال نہ ہوسکا۔

یوکرین اب روس کے شخصی نتیجہ سے آزاد ہے۔ بلکہ آزاد روس نے یوکرین کی جمہوریت کو تسلیم کر لیا ہے۔ دونوں کے تعلقات نہایت اچھے ہیں۔

ایسا ملک جس کی آبادی $\frac{1}{2}$ ۶ کروڑ ہو۔ اور ایسی قوم جو حکومت کی سختیوں کے باوجود

اپنی قومی خصوصیات و روایات کو زندہ رکھ سکے مصطفےٰ کمال پاشا کی دور بین نگاہوں سے کس طرح دور رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی حکومت کی طرف سے جلال الدین عارف ایک مشہور وکیل کو جمہوریہ یوکرین میں اپنا سفیر مقرر کر کے بھیجا۔ جہاں کیف (دار الخلافہ) میں اس کا اعلےٰ پیمانہ پر استقبال ہوا۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر رضا نور بک کی سرکردگی میں ایک خاص وفد کیف میں بھیجا گیا جہاں رضا نور نے اخبار کے ایک نمائندہ سے بیان کیا۔ کہ انگورہ۔ روس اور یوکرین کے تعلقات نہایت اچھے ہیں۔ اور یہ کہ ترک اس وقت ہر طرح تیار ہیں۔ اور ان کو اپنی فتح کا کامل یقین ہے۔

جب ستمبر ۱۹۲۲ء میں تین ہفتوں کی سرفروشانہ جنگ کے بعد ترکان احرار نے یونانیوں کو سمرنا سے نکالدیا۔ تو یوکرین حکومت نے ۲۰ ہزار طلائی روبل ترکان احرار کی امداد کے لئے اس غرض سے منظور کئے۔ کہ اس رقم سے ایک ریڈ کراس ڈویژن ٹرکی کے لئے بھیجا جائے۔

مجلس ملیہ انگورہ کے تیسرے سالانہ اجلاس میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے یوکرین کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ۲۰ جنوری کو ہم نے عہد نامہ ماسکو ہی کے اصول پر انگورہ میں یوکرین کی اشتراکی جمہوریت سے ایک معاہدہ کیا۔ اس جگہ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں۔ کہ اس معاہدہ کی تکمیل کے لئے یہاں کامریڈ (بولشویک اپنے ہر کارکن کو اس نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی ہمدرد و شریک کار کے ہیں) فرونز آیا تھا۔ جو ہم پر اپنی صادقانہ دوستی اور خالصانہ محبت کے گہرے نقوش چھوڑ گیا ہے۔

خلافت اسلامیہ

ترکان احرار اور امیر افغانستان

افغانستان اور انگورہ کے تعلقات

امیر امان اللہ غازی خلد اللہ فرمانروائے کابل ہر چند ابھی بالکل نوجوان ہیں۔ مگر اُن کی ملی و ملکی خدمات۔ حب وطن۔ تدبر و فراست۔ قومی تڑپ اور اخوتِ اسلامی آپ کے کارناموں سے ظاہر ہے۔ کہ وہ موجودہ شاہانِ عالم میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اور مبدءِ فیاض نے ان کو ایک روشن ضمیر اور بیدار مغز فرمانروا پیدا کیا ہے۔
انہوں نے آزادی حاصل کرتے ہی نہ صرف مشرقی بلکہ مغربی ممالک میں بھی اپنے سفیر مقرر کر دیئے۔ بخارا۔ ایران۔ ماسکو۔ انگورہ۔ جاپان وغیرہ کے علاوہ انگلستان اٹلی۔ فرانس۔ امریکہ وغیرہ میں بھی اب وقت افغانی سفیر موجود ہیں۔
ترکانِ احرار کی خدمات ملیہ و وطنیہ کو آپ نے ہمیشہ ایک حقیقی اسلامی تڑپ رکھنے والے مسلمان کی نظروں سے دیکھا ہے۔ اور اس کا عملی ثبوت جمال پاشا[1] کی موجودگی کابل اور مرحوم طلعت پاشا کی رسم فاتحہ خوانی سے ملتا ہے۔
افغانستان نے اپنی اسلامی ہمدردی کے اظہار کے لئے جو اسے ٹرکی اور ترکانِ احرار سے تھی۔ مرحوم کی رسم فاتحہ خوانی ۲۸ر اپریل ۱۹۲۱ء کو کابل میں ادا کی۔ جس میں غازی جمال پاشا۔ روس و بخارا اور ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے علاوہ خود امیر امان اللہ خان بھی موجود تھے۔ امیر ممدوح نے اس موقعہ پر جو تقریر فرمائی۔ اس کا

---

[1] آپ غازی کمال پاشا اور انور پاشا کے دست و بازو تھے۔ شام و فلسطین کی ترکی افواج کے سپہ سالار تھے جب قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہوگیا۔ تو دیگر قوم پرستان ملک کی طرح آپ کو بھی اپنے عزیز وطن سے جدا رہنا پڑا۔ بولشویکوں کے ساتھ رہ کر حکومت انگورہ کو بہت سے فوائد پہنچائے۔ پھر کابل چلے گئے۔ جہاں آپ کی نہایت عزت ہوئی۔ امیر کابل نے افواج کی تنظیم و ترتیب کا کام آپ کے سپرد کیا۔ اور آپ کے آنے سے افغانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی۔ آپ کابل سے برلن اس غرض کے لئے گئے تھے۔ کہ آلات حرب اور سامان جنگ خرید کر واپس افغانستان آئیں۔ کہ جولائی ۱۹۲۲ء میں بمقام طفلس کسی بدنہاد ارمنی کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ جمال پاشا۔ طلعت پاشا اور انور پاشا تینوں گہرے دوست تھے۔ طلعت پاشا کو ۱۹۲۱ء میں بمقام برلن ایک ارمنی نے شہید کر دیا۔ جمال پاشا ۱۹۲۲ء میں بمقام طفلس ایک ارمنی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گئے۔ انور پاشا کے متعلق ۱۲ر اگست ۱۹۲۲ء کو یہ خبر بذریعہ تار ملی کہ وہ بولشویکوں کے ساتھ لڑتے

کچھ خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ غازی طلعت پاشا کی شہادت پر اپنے ملک و ملت کی طرف سے ملتِ عثمانیہ سے ہم اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اور یقین دلاتے ہیں۔ کہ افغانستان ہمیشہ سے خلافتِ اسلامیہ کا بہی خواہ رہا ہے۔ اور آئندہ بھی انشاءاللہ اور زیادہ محبت اور برادری کے تعلقات مضبوط ہوتے جائینگے"۔

سفیر انگورہ افغانستان میں

مصطفےٰ کمال پاشا بھی امیر غازی کے خیالات سے بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے ایسے روشن خیال ہمدرد اسلام اور فدائے ملت مسلمان بادشاہ سے مستقل تعلقات قایم کرنے کے لئے پہلے عبدالرحمٰن خاں صاحب پشاوری کو فرائض سفارت انجام دینے کے لئے بھیجا بعد میں اپنے ایک قابل جرنیل فخری پاشا کو معہ دیگر ترکی افسروں کے کابل روانہ کیا۔ فخری پاشا وہ ترکی کمانیر افسر ہیں۔ جنہوں نے امیر عبداللہ (شاہ عراق) خلف امیر فیصل (شاہ حجاز) سے لڑکر مدینہ پر قبضہ کیا۔ اور ۱۹۱۸ء کے التوائے جنگ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ افغانی ایلچی نے پاشا موصوف کی روانگی سے پیشتر ایک عظیم الشان دعوت دی۔ جس میں اسلامی اتحاد و یک جہتی پر زبردست تقریریں کیگئیں

سفیر افغانستان انگورہ میں

افغانستان نے بھی جدید ترکی یعنی حکومتِ انگورہ سے رابطہ اتحاد مستحکم کرنے کے لئے سردار سلطان احمد خان آغا کو سفارت انگورہ کا عہدہ دیکر اناطولیہ روانہ کیا۔ سردار موصوف وسط فروری ۱۹۲۲ء میں انگورہ پہنچ گئے۔ مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں جب باریابی ہوئی۔ تو آپ نے امیر امان اللہ خان غازی کا ایک دستخطی خط مصطفےٰ کمال پاشا کے نام پیش کیا۔

ہز مجسٹی شاہ افغانستان کا دستخطی خط غازیٔ انگورہ کے نام

یہ خط سب سے پہلے لنڈن کے اخبار مسلم سٹینڈرڈ میں چھپا۔ اس کے بعد دیگر اخبارات میں اس کا ترجمہ ہوتا رہا۔ خط حسب ذیل ہے۔

بخدمت گرامی برادر عزیز مارشل مصطفےٰ کمال پاشا غازی اطال اللہ عمرہٗ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہم اپنے ہاتھ کے تحریر کردہ اس خط کے ذریعہ سے خود اپنی طرف سے اور قوم افغانی کی طرف سے ہز ایکسلنسی جنرل فخری پاشا سلمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے مشن کی آمد پر جو ہمارے ملک کے دار السلطنت میں بمع الخیر پہنچ گئے ہیں۔ دلی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہز ایکسیلنسی اور ترکی فوجی ماہرین کے وفد کی آمد سے جو ہز ایکسلنسی موصوف کی معیت میں ہے۔ دونوں اقوام میں آیندہ ہمیشہ کے لئے اتحاد وارتباط ہو گیا ہے۔ الحمد للہ گذشتہ تیرہ صدی سے ہم میں اور آپ میں روحانی اتحاد قایم تھا۔ لیکن اس اتحاد نے اب باہمی جسمانی رشتہ اتحاد بھی قایم کر دیا ہے۔ مجلس ملیہ عظمیٰ ٹرکی کی حکومت نے جن ممتاز افسران کو ہماری گورنمنٹ کے پاس روانہ کیا ہے۔ وہ نہایت تن دہی سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ جو ہر طرح قابل تحسین ہے۔ اور جو نہایت اہم اور ضروری مقصد ان کے پیش نظر ہے۔ اس کی تکمیل میں کامیابی ہوئی ہے۔ ہم بارگاہ خداوند ذوالجلال والاکرام میں دست بدعا ہیں۔ کہ وہ ہماری امن پسند اور حب الوطنی کے مقاصد کی توسیع میں امداد فرمائے۔ جن سے کہ ہر دو اقوام کی شان وشوکت اور دنیوی احترام وابستہ ہے۔

فقط۔ والسلام۔ امان اللہ خان

افغانی فوجیں انگورہ میں

افغانی رضا کاروں کے دو دستے بھی اخوت اسلامی کا ثبوت دینے کے لئے انگورہ روانہ ہو گئے۔ اخبارات کے بیان کے مطابق انہوں نے نقل وحرکت میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ اور یہ توقع ظاہر کی گئی۔ کہ اسی طرح اور دستے بھی قوم پرور فوجوں میں شامل ہو کر احرار انگورہ کی تقویت کا باعث ہوں گے۔

اکتوبر ۱۹۲۲ء کے مختلف اخبارات سے معلوم ہوا کہ غازی کمال پاشا نے ان افغانی فوجی افسروں کو جو حال ہی میں انگورہ پہنچے ہیں۔ پُر لطف دی۔ اور اسی دوران میں ایک مختصر سی تقریر میں فرمایا۔ تین فوجی افغان افسروں کی انگورہ میں موجودگی اس

امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ اناطولیہ افغانستان کی سپاہ محکوم اقوام و ممالک کو آزادی دلانے کی غرض سے متحد ہیں۔ جنرل ولی محمد خاں صاحب نے جوابی تقریر میں کہا۔ اگر ترکی فوج کو خدانخواستہ اپنے ملک سے دشمنوں کو باہر نکال دینے میں ناکامی ہوئی۔ تو افغانی فوج اس کی مدد کریگی۔ اور نہ صرف افغان سپاہی بلکہ تمام سپاہی بھی جو اس وقت اسلام کے جھنڈے تلے سرزمین مشرق میں لڑ رہے ہیں۔

انگورہ میں سفیر افغانی کی تقریریں

جلالتمآب سلطان احمد خان آغا سفیر کبیر سلطنت خداداد افغانستان نے ترک غازیوں اور یونانیوں کے باہمی رزم و پیکار پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت گرامی میں عرض کیا۔ کہ اگر انگلستان و افغانستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کے جذبات و حسیات کے خلاف بدستور دشمنان دین کی تائید و اعانت کرتا رہا۔ اور اس نے اضلاع اناطولیہ اور تھریس کے متعلق ترکوں کی امیدیں اور آرزوئیں پوری کرنے کی طرف توجہ مبذول نہ کی۔ تو افغانستان۔ انگلستان کے ساتھ اپنے حالیہ معاہدہ کو فسخ کر دینے کے لیے آمادہ و تیار ہے۔ نیز سفیر ممدوح نے فرمایا۔ کہ عالم اسلام پر مصائب و حوادث کی جو تاریک رات مسلط ہو رہی ہے۔ وہ انشاءاللہ جلد صبح امید کی روشنی سے کافور ہونے والی ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے بہادر و غیور افغانوں کے ان جذبات حقہ اور اعلیٰحضرت امیر امان اللہ خان غازی کی اس سچی اسلامی ہمدردی پر امتنان و تشکر کا اظہار فرمایا۔

ایک دوسرے موقعہ پر جبکہ ایرانی سفیر کی آمد پر انگورہ میں تمام مشرقی اقوام کے نمائندے ایک مقام پر جمع ہوئے تھے۔ اور جو بالشویک اور دیگر سفیروں نے اپنے اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ سفیر افغانستان نے بھی ایک زبردست تقریر کے دوران میں فرمایا۔ کہ مغربی اقوام مشرق میں اتحاد و اتفاق کو روکنے کی زبردست کوشش و سازش کر رہے ہیں! سفیر مذکور نے بتلایا۔ کہ مشرق اور بالخصوص اسلامی دنیا میں جنگ عظیم کے دفعتہ سے بیداری شروع ہوئی ہے۔ آپ نے تجویز کیا۔ کہ ایک عظیم الشان شرقی کانگرس منعقد

کی جائے جس میں تمام تفرقات کو طے کرلیا جائے - بالآخر سفیر مذکور نے فرمایا - کہ جنگ ترکی کے متعلق اگر ہمارے آپس میں ذرا بھی نفاق ہُوا - تو ہم یقینی تباہ ہو جائیں گے - یاد رکھو - کہ اگر آج ترکی پر مصیبت نازل ہوئی - تو کل ایران کا نمبر آئیگا - اور پرسوں افغانستان کا ہمیں آپس میں متفق ہو کر یہ ثابت کر دینا چاہیئے - کہ مشرقی اقوام اب زیادہ عرصہ طوق غلامی کو برداشت نہیں کرسکتیں -

افغانی تعلقات پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خیالات

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے مجلس ملیہ انگورہ کے تیسرے سالانہ جلسہ پر معاہدہ افغانستان کے متعلق اظہار خیالات کرتے ہوئے فرمایا - روس اور وسط ایشیا کی اشتراکی جمہوریتوں کی طرح ہم نے مشرق کی دوسری سلطنتوں سے بھی نہایت اچھے تعلقات قائم کر دیئے ہیں - جو ہر حیثیت سے ہمارے لئے مفید ہیں - (نعرہ ہائے مسرت) اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم نے یکم مارچ ۱۹۲۱ء کو دولت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ ماسکو میں ایک معاہدہ کیا (نعرہ ہائے مسرت) اس معاہدے کے مطابق گذشتہ موسم گرما کی ابتداء سے سلطان احمد خاں صاحب افغانستان کی طرف سے ہمارے ہاں سفیر ہیں - جنہوں نے ہمارے دلوں میں اپنی محبت کا گہرا نقش کیا ہے - (نعرہ ہائے مسرت) ہم نے پہلے ہی سے اپنا ایک نمائندہ کابل میں متعین کر دیا تھا - اب ایک سفارت افغانستان کی طرف روانہ کر دی گئی ہے - جس کا صدر ایک بہترین شخصیت رکھنے والا بزرگ ہے (فخری پاشا) اعلیٰ حضرت امیر افغانستان کا وہ خط جو انہوں نے میرے اور تمام ترکی قوم کے نام بھیجا تھا - آپ سب کو اس کے سننے کا شرف حاصل ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ اعلیحضرت ترکی قوم سے کس قدر محبت اور ہمدردی رکھتے ہیں - اور ہمارے لئے کیسے جذبات ان کے دل میں پرورش پا رہے ہیں - (نعرہ ہائے مسرت)

مصر اور انگورہ

مصر کی آزادی کا غلغلہ انگریزی اخبارات اور انگریز مدبرین نے یوں تو تمام اقصائے عالم میں بلند کر دیا۔ اور ہر چند کہ خدیو مصر کو پہلے سلطان مصر اور بعد میں شاہ مصر بھی بنا دیا گیا۔ مگر انگریزی سیادت و سیاست سے نہ پہلے آزاد تھا۔ نہ اب ہے۔ اسی لئے مصر براہ راست انگورہ سے اپنے تعلقات نہ قایم رکھ سکتا ہے اور نہ ان کا سرکاری طور پر اظہار کر سکتا ہے۔

لیکن یہ ناممکن تھا۔ کہ ہندوستان۔ عراق عرب۔ ایران۔ فلسطین شام اور ایشیائے کوچک میں اس قدر واقعات رونما ہوں۔ اور اہل مصر پر ان کا کوئی اثر نہ ہو۔ چنانچہ انہی حالات کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ مصریوں اور ترکوں اور خصوصاً ساکنانِ کے درمیان مذہبی و قومی موانست کا رشتہ پہلے سے بہت زیادہ مستحکم اور طاقتور ہے۔ ٹرکی کے مستقبل اور خلافت کی بقا کے لئے مصریوں کے دلوں میں بھی ایسی ہی تڑپ ہے۔ جیسی تڑپ اور سپرٹ دیگر مسلمانان عالم اپنے اندر رکھتے ہیں۔

باشندگانِ مصر نے بتقاضائے حمیت مذہبی مجروحین اناطولیہ کے لئے کئی مرتبہ عطیات ارسال کئے ہیں ۱۹۲۲ء کی ابتدا میں جب اہل مصر نے اناطولیہ کے مجروحین جنگ و مہاجرین کی اعانت کے لئے پانچ ہزار پونڈ کی رقم ارسال کی۔ تو اس کے شکریہ میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے ایک خط اپنے دستخطوں سے مصر کی انجمن ہلال احمر کے معتمد کو لکھا۔ جس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے " انگورہ کی انجمن ہلال احمر نے تین ہزار دو سو پچاس عثمانی پونڈ (جو پانچ ہزار انگریزی پونڈ کے برابر ہوتے ہیں) آپ کی انجمن سے بواسطہ مرکزی انجمن ہلال احمر آستانہ وصول پائے۔ جو آپ نے ستم رسیدگانِ اناطولیہ کی مدد کے لئے ارسال کئے ہیں۔ میں اس سے واقف ہوں کہ مصر کے بامروت اور ہمدرد ابنائے نوع انسان ہمیشہ ترکی کی مدد کرتے رہے ہیں

اور جب کبھی ٹرکی پر کوئی مشکل آپڑی ہے - تو ان کی طرف سے ہمیشہ دست اعانت دراز کیا گیا ہے - ٹرکی قوم آپ کی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتی ہے -
میں امید کرتا ہوں - کہ آپ اس گراں قدر اعانت کے مقابلہ میں جو آپ نے مہاجرین اناطولیہ اور ستم رسیدگانِ ترکی کے لیے روانہ کی ہے - میرا شکریہ قبول فرمائیں گے - میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں - کہ جو رقم آپ نے ارسال کی ہے - اور جو رقم انگورہ بھیجیں گے - وہ مناسب مصارف میں لائی جائیگی -
مصری مردوں کے علاوہ قوم پرست مصری عورتیں بھی ٹرکی قدیم اور ٹرکی جدید (انگورہ) سے برابر اپنی محبت و مودت کا ثبوت دے رہی ہیں - چنانچہ ایک مصری امیرزادی عزیزہ خانم نے آستانہ (قسطنطنیہ) کے ایک محلہ میں ترک مہاجرین کے خورد و نوش کے لیے ایک باورچی خانہ قائم کیا ہے - جس کے مصارف ایک ہزار پونڈ انگریزی ہیں - اسی طرح سعیدہ آمنہ ایک نیکدل اور مخیر خاتون نے اناطولیہ کے مجروحین جنگ کے لیے ایک ہزار بکس مٹھائی کے بطور ہدیہ روانہ کیے ہیں -
غازی ممدوح (مصطفےٰ کمال پاشا) کی کامرانیوں نے خواتین اسلام کے طبقہ عالی میں بھی حمیت و غیرت کی لہر پیدا کر دی ہے - شہزادی قادریہ حسین نے جو مصر کے شاہی خاندان کی ایک روشن خیال خاتون ہیں - حکومت انگورہ کو ایک ہوائی جہاز نذر کیا ہے - جس کا نام سکاریہ ہے - حکومتِ انگورہ نے اس گرانبہا تحفہ کے لیے اس با حمیت شہزادی کا شکریہ ادا کیا ہے -

اٹلی اور انگورہ

تھوڑے دن ہوئے - ایک معاہدہ باب عالی (حکومت آستانہ) اور اٹلی کے درمیان قرار پایا تھا - انگورہ کی قومی مجلس میں یہ معاہدہ دیر تک زیر بحث رہا - بہت سی گفتگو کے بعد انگورہ گورنمنٹ نے اپنے سفیر (رو ما دار الخلافہ اٹلی) کو اطلاع دی - کہ وہ اطالوی وزارت خارجہ کو آگاہ کر دے - کہ حکومتِ انگورہ کسی ایسے معاہدہ کو

قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جو کسی ایسی اراضی کے متعلق ہو جس پر باب عالی کا قبضہ یا اقتدار نہیں ہے۔

اس کے بعد اطالوی گورنمنٹ نے نمایندگان انگورہ کو مطلع کیا۔ کہ وادی مندریز سے تمام اطالوی فوج ہٹائی جائیگی۔

اٹلی کے اخبارات کی روش بھی ترکان احرار اور باب عالی کے متعلق نہایت معتدل بلکہ منصفانہ ہے۔ چنانچہ ایک اطالوی اخبار مشرق قریب میں امن کے متعلق لکھتا ہے

ہم خلوص قلب سے اس امر کے خواہشمند ہیں۔ کہ ترکی اپنے مقبوضات میں مختار کل ہو۔ اور آزادی سے حکومت کرے۔ ہم تہ دل سے یہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ یورپ ترکی کے اثر و اقتدار کو محسوس کرے۔ ہم اس امر کی تشریح کو بھی غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ تمام امور سے قبل انگریزوں کو یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ ترکی عالم اسلامی پر جو اثر و اقتدار رکھتی ہیں۔ وہ مسلمہ ہے۔ اس کے بعد اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ عام طور پر دنیا میں اس وقت تک امن و سکون قائم نہیں ہو سکتا اور خصوصاً مشرق قریب میں جب تک کہ ترکی کو اس کے طبعی نفوذ پر نہ چھوڑ دیا جائے۔ اس طبعی نفوذ پر جو اس کو عام طور پر حاصل ہے۔ اور خصوصاً عالم اسلامی پر یہ امر کسی طرح بجا اور درست نہیں ہے۔ کہ ترکی کو آزاد زندگی سے محروم کر کے اس کی قطع برید کی جائے۔ اور اس کو ایک جزیرہ کی مانند جو دریا میں گھرا ہوا ہو۔ بنا دیا جائے۔ کہ حوادث کی موجیں اس کو ہر وقت خطرہ میں مبتلا رکھیں۔

۱۹۲۲ء کی پہلی سہ ماہی میں سینیور ٹیوٹیوزی ایک اطالوی نمائندہ اطالوی حکومت کی طرف سے انگورہ گیا تھا۔ وہ ڈیڑھ ماہ تک وہاں رہا۔ اس کے اس سفر کی غرض کیا تھی۔ وہ کیا خیالات لیکر واپس آیا۔ ترکان احرار کے متعلق اس کی رائے کیا ہے؟ ان سب باتوں کا جواب اس کی ذیل کی ایک تقریر سے ملے گا۔

بالکل بے اصل ہیں ۔ میرے سفر کی غرض صرف مکاشفہ اور استکشاف تھی آپ کو معلوم ہے ۔ کہ ہماری گورنمنٹ (اطالوی حکومت) نئے ملکوں ۔ شہروں یا زمینوں کے حاصل کرنے یا قبضہ میں لانے کی خواہش نہیں رکھتی ۔ اس لیئے اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں ۔ کہ ترکی سے ہم جو کچھ معاملہ کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ صرف اقتصادی مصالح اور تعلقات ہیں ۔ اور اس قسم کے تعلقات یا مصالح میں فریقین کے درمیان نہ تو کوئی مشکل پیش آسکتی ہے ۔ اور نہ ایک دوسرے کی وجہ سے مجبور و مضطر ہو سکتا ہے ۔

اطالوی قوم ایک ایسی قوم ہے ۔ جو آزادی اور استقلال کی عاشق ہے ۔ اس نے ایک صدی کامل تک اپنی قومی وحدت کو حاصل کرنے اور آزادی کو پانے کی کوشش کی ہے ۔ اور اس راہ میں بہت سی قربانیاں دی ہیں ۔ جب کہیں اس کو اس کا مقصد حاصل ہوا ہے ۔ موجودہ اٹلی اسی قومی وحدت کا نمونہ ہے ۔ جس کے حصول کی اطالوی قوم نے کوشش کی تھی ۔ چونکہ اطالوی قوم آزادی کی قدر وقیمت سے اچھی طرح واقف ہے ۔ اس لیئے وہ ان قوموں کی جد و جہد کو جو حصول استقلال کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہیں ۔ ہمدردی کی نظر سے دیکھتی ہے ۔

بہر حال میرا یہ سفر کسی سیاسی غرض پر مبنی نہ تھا ۔ بلکہ جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں میری مہم صرف مکاشفہ اور استکشاف پر مبنی تھی ۔ میں نے انگورہ گورنمنٹ پر اطالوی حکومت کی رائے کو واضح کر دیا ۔ اور ان تعلقات کو جو دونوں گورنمنٹیں قایم کرنا چاہتی ہیں ۔ صاف الفاظ میں بتلایا ۔ اور اس کے بعد انگورہ گورنمنٹ کی رائے کو اس کے متعلق معلوم کیا ۔ اور اب میرا صرف یہ کام ہے ۔ کہ میں جس قدر مجھے معلوم ہو سکا ہے ۔ انگورہ گورنمنٹ کی رائے کو اطالوی حکومت کے سامنے پیش کر دوں ۔

فریقین جب ایک دوسرے کی رائے سے کماحقہ واقف ہو جائیں گے ۔ اس وقت دونوں حکومتوں کے درمیان باقاعدہ گفتگو شروع ہو گی ۔ اگر ضرورت اس کی مقتضی

ہوئی - میں نے انگورہ میں کسی قسم کی گفتگو سرکاری طور پر نہیں کی - بلکہ صرف تبادلہ خیالات کیا ہے - لیکن جس قسم کی بھی گفتگو ہوئی ہے - اس میں فریقین نے کمال صداقت اور محبت کو پیش نظر رکھا ہے - اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں - کہ سرکاری طور پر کسی قسم کی گفتگو اس وقت تک شروع نہیں ہوئی ہے - اس لئے میں کہہ سکتا ہوں - کہ انقطاع گفتگو کی جو خبریں مشہور ہو رہی ہیں - وہ بالکل بے اصل ہیں - اور کسی خود غرضی پر مبنی ہیں -

اس کے بعد مسٹر ٹیوٹیوزی نے اناطولیہ کی موجودہ حالت پر ذیل کے خیالات ظاہر کئے - اب کی مرتبہ میں انگورہ سے صامسون کی راہ سے آستانہ آیا ہوں اور یہ راستہ میں نے صرف چودہ روز میں طے کیا ہے - راستہ میں میں نے اکثر شہروں اور گاؤں کو دیکھا - جہاں فوجی و جنگی تعلیم کا عام چرچا تھا - اور لوگ ذوق شوق سے فنون حربیہ کو حاصل کرنے میں مشغول تھے - رہا انگورہ وہ تو آجکل اس کا مرکز ہے - جہاں ایک فوجی روح اپنا کام کر رہی ہے - اور ہر شخص فنون حرب کی تحصیل کا شائق پایا جاتا ہے - انگورہ گورنمنٹ کے ارکان اور قومی مجلس کے ممبر سب کے سب نہایت دانشمند اور صاحب عزم و حوصلہ ہیں قومی مجلس پوری قابلیت سے حکومت کر رہی ہے - اور اس کا انتظام و اہتمام نہایت عمدہ ہے -

انگورہ کی قومی مجلس کے متعدد جلسوں میں مجھے شرکت کا اتفاق ہوا ہے - اور میں نے ان جلسوں میں دیکھا ہے - کہ قومی مجلس کے ممبر ارکان حکومت سے نہایت آزادی کے ساتھ مناقشات و مطالبات کرتے اور ان کی ذرا ذرا سی غلطیوں کا محاسبہ کرتے ہیں - اور یہی وجہ ہے - کہ ارکان حکومت نہایت توجہ سے کام کرتے ہیں - اور ملک کی مصلحتوں اور امور متعلقہ کی نگرانی کے فرائض پوری تن دہی سے انجام دیتے ہیں -

میں کہہ سکتا ہوں - کہ باشندگان اناطولیہ کی مساعی اور جد و جہد رجین کے آثار ہر وقت

ان کے کاموں اور اناطولیہ کے ہر مقامات سے مل سکتے ہیں کبھی ناکام نہیں رہ سکتی۔ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ ترکی قوم بیدار ہو گئی ہے۔ اور اس غرض کو اچھی طرح سمجھ گئی ہے۔ جس پر اس کی آئندہ زندگی اور امن و امان کا انحصار ہے۔
انگورہ کے ترکی مدارس کو بھی میں نے اپنے اس سفر میں دیکھا۔ اور واپسی میں اناطولیہ کے ان شہروں کے مدارس کا بھی معائنہ کیا۔ جو راستہ میں پڑے۔ ہر درسگاہ میں میں نے بیداری اور ترقی کے آثار مشاہدہ کئے۔
میں اس سفر میں بہت سے بڑے بڑے آدمیوں سے بھی ملا ہوں۔ اور بعض دعوتوں میں مجھے مشہور مشرقی اشخاص سے بھی ملاقات کا موقعہ حاصل ہوا ہے۔ ان ملاقاتوں نے میرے قلب میں مشرق اور مشرق کے باشندوں کی خاص محبت پیدا کر دی ہے۔ میں اناطولیہ سے اپنے قلب میں ہمدردی کے پاک جذبات لیکر آیا ہوں۔ اور اناطولیہ و باشندگان اناطولیہ کی محبت میری رگ و ریشہ میں سرائیت کر گئی ہے
جولائی ۱۹۲۲ء میں جریدہ امان افغان (کابل) کے نمائندہ نے مارکوئیس پیٹرتو سفیر اٹلی مقیم کابل سے ملاقات کی۔ اور دوران ملاقات میں عام سیاسی سوالات دریافت کئے۔ انگورہ کے متعلق اطالوی سفیر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "حکومت انگورہ کے بارے میں حکومت اٹلی نے جو امداد کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ دو سال پیشتر جبکہ دُول یوروپ (غازی مصطفےٰ کمال پاشا) کو سرگروہ باغیاں کہتی تھیں۔ اور ان کے نمائندہ کو لنڈن کانفرنس میں قبول و شریک نہیں کرتی تھیں۔ صرف اٹلی کے توسط اور صرف اٹلی کی سعی سے اس کو انہوں نے لنڈن کانفرنس میں شریک کیا۔ اور آئندہ امدادی اعانت کے بارہ میں لنڈن کانفرنس کی رفاقت کی مثل آئندہ بھی اٹلی اظہار محبت کے لئے تیار ہے۔
انگورہ کی حکومت ملیہ کے تیسرے اجلاس کے موقعہ پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اٹلی کے متعلق فرمایا۔ "اٹلی سے ہمارے تعلقات اچھے ہیں۔ اس نے ایک نمائندہ انگورہ بھیجا ہے۔ مگر اسے کسی معاہدہ کے متعلق گفتگو کرنیکے اختیارات نہیں ہیں"

امریکہ و انگورہ

امریکن نامہ نگار اور امریکن سیاح دوسرے ملکوں کی نسبت انگورہ میں زیادہ تعداد میں آتے رہتے ہیں - انہوں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور دیگر ترکان احرار کے حالات امریکن اخبارات میں بکثرت شائع کردئے ہیں - اور ترکوں کی متمدن زندگی اور ان کی فوجی قابلیتوں پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے -

مسٹر ہملٹن بوئی ممبر پارلیمنٹ امریکہ نے سیاحت ٹرکی کے بعد ترکوں کے متعلق یہ رائے ظاہر کی - کہ ترکوں کے عقائد کا کوئی کتنا ہی مخالف ہو - جب تک اس سے ایسا امر صادر نہ ہو - جو ان کی شخصی آزادی کے لئے مضرت رساں ہو - وہ اس کے برخلاف کبھی سرگرم کار نہیں ہوتے - بلکہ وہ اپنے مخالفین کی شجاعت کی قدر و منزلت کرتے اور ان سے محبت کرتے ہیں - ترکوں کو اپنے پاس عہد کا بڑا خیال رہتا ہے - اور یہ ایسی اعلیٰ اخلاقی صفت ہے جو متمدن دنیا کی شریف سے شریف اقوام میں بھی نہیں پائی جاتی -

ایک امریکن لیڈی مسز گینتھ براؤن نے ٹرکی کے موجودہ نظام سلطنت کی تحقیقات کے بعد امریکن رسالہ "ایشیا" میں ترکوں کے متعلق لکھتے ہوئے مصطفےٰ کمال پاشا کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا - کہ یونانی نکتہ نگاہ سے میں مصطفےٰ کمال کو زمین کے اس سب سے اسفل ترین حصہ میں دیکھنا چاہتی ہوں - جہاں مُردوں کی روحیں رہتی ہیں - مگر حقیقت یہ ہے - کہ وہ نہایت بیش بہا خدمات انجام دے رہا ہے - اس کی تحریک نے یوروپ کو ثابت کر دیا ہے - کہ ترک زندہ ہیں -

یونانی خفیہ انجمنیں جو یونان اور دیگر متعصب ممالک کی حمایت پر ترکوں کی بدنامی میں ہر ممکن ذریعہ سے کام لے رہی ہیں - اس قسم کی بے بنیاد داستانیں مشہور کرتی ہیں - کہ صداقت و انصاف کا مجسمہ سر بفہام کے رہ جاتا ہے -

ایسی ہی انجمنوں نے امریکہ کے ہائی کمشنر مقیم قسطنطنیہ کے پاس بیس شکائتیں بھیجیں کہ ترک سمسون میں ہمارے بچوں۔ بوڑھوں۔ اور ہماری عورتوں کو جلاوطن کر رہے ہیں۔ اور ایسی حالت میں ان کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور اس وقت تک دس ہزار یونانی جلاوطن ہو چکے ہیں۔ امریکن ہائی کمشنر نے ۸ ؍ جولائی ۱۹۲۲ء کو مصطفےٰ کمال پاشا کے نام ایک خط میں یہ تمام واقعات لکھے۔ اور آخر میں لکھا۔ عورتوں اور بچوں کو اس قسم کی جلاوطنی جس سے جانوں کی ہلاکت واقع ہوتی ہو۔ آپ کے اور آپ کے لوگوں کے خلاف جذبات کو بھڑکائیگی۔ اس لئے آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ یوسف کمال بے وزیر خارجہ نے مصطفےٰ کمال پاشا کی جانب سے جواب لکھتے ہوئے یونانیوں کی افترا پردازیوں کی دندان شکن تردید کی۔ بلکہ یہ لکھا۔ کہ مغرب کے اخبارات باوجود ترکوں کو متعصب کہنے کے اس قتل عام پر متفق ہیں۔ جو یونانیوں نے اناطولیہ کے اندرونی علاقہ میں روا رکھے ہیں۔ آخر میں لکھا۔
میری گورنمنٹ آپ کی بہت شکر گذار ہوگی۔ اگر آپ گورنمنٹ یونان پر اثر ڈالکر یونانی فوجوں کے ان مظالم کی روک تھام کرادیں۔ اور ترک بھی جو اپنی حیات اور آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہر ایسے شخص کے شکرگزار ہونگے۔ جو کوشش کرکے ان کے عورتوں اور بچوں کی جن کو روزانہ قتل کیا جارہا ہے۔ جانیں بچائیں گے۔
امریکہ کے ایک شہر وننتو میسلہ میں ایک انجمن خیرات قایم ہے۔ جب اس کے اراکین تک یونانی مظالم اور ترکان اناطولیہ کے یتیم بچوں کی دردناک داستانیں پہنچیں۔ تو اس انجمن نے یکم جولائی ۱۹۲۲ء کو چھ ہزار گنی کی رقم انجمن حمائیت اطفال انگورہ کے نام بھیجی۔
امریکہ اور خصوصاً جنوبی امریکہ میں مسلمانوں کی معقول تعداد آباد ہے۔ ان میں ترک اور عرب بھی بکثرت ہیں۔

ارگنٹائین (جنوبی امریکہ) کے ترکوں اور عربوں میں بیداری پیدا ہوگئی ہے۔ ترکوں کی امداد کے لئے ان کے سرگرم اراکین اب تک چودہ ہزار پونڈ چندہ بھیج چکے ہیں۔ جزیرہ فارس کے ہزارہا مسلمان یونانیوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر امریکہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے مظلوم ترکی بھائیوں کی مدد اور اخوتِ اسلامیہ کے عملی اظہار کے لئے شہر ادہیو سے جہاں انکی آبادی بتعداد کثیر ہے۔ ۲۰ ہزار ڈالر انگورہ میں بھیجے ہیں۔
امریکہ میں کریٹ کے کچھ مسلمان بھی آباد ہیں۔ ان کی وہاں ایک انجمن بھی بنام جمعیتہ مسلمانان کریٹ قایم ہے۔ اس انجمن نے تین لیبرہ عثمانی خالدہ خانم محافظ بتامٰے وشہدائے اناطولیہ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔
ٹرکی و امریکہ کے روابط اتحاد کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت مل سکتا ہے۔ جو مسٹر امیر سفیر امریکہ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔
"میں سرکاری طور سے حکومت امریکہ کا نمائندہ نہیں ہوں۔ لیکن اگر میری حکومت ترکوں کی طرف مائل نہ ہوتی۔ اور ان سے ہمدردی نہ رکھتی۔ تو آج میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے یہاں موجود نہ ہوتا۔ یقیناً باشندگان امریکہ نہایت صداقت کے ساتھ ترکوں کے ساتھ ہیں۔ اور مجھے قوی امید ہے۔ کہ اس ملک میں میری موجودگی امریکہ اور ترکی کے تعلقات کو اور زیادہ خوشگوار بنانے کا باعث ہوگی۔ اور یہاں حکومت اور قوم کے جس برتاؤ کا مجھے تجربہ ہوا۔ وہ مجھے زیربار احسان کرنے والا ہے۔ میں یہاں تفریح اور سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ اور جلد نہیں چلا جاؤنگا۔ بلکہ میں اس وقت تک یہاں مقیم رہونگا۔ جب تک میرا مقصد حل نہ ہو جائے اور کام پورا نہ ہو جائے۔ باشندگانِ امریکہ کو ترکی کے حالات و واقعات و جنگ کا حال معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ لیکن یہاں میری موجودگی کے باعث ان کو حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکیگا۔ ترکوں کے صحیح واقعات پہنچاؤنگا۔ اور باشندگان امریکہ کو اس قوم کے اوصاف سے مطلع کرونگا۔

انگورہ و فرانس

اسلامی دنیا میں فرانسیسی مفاد

ترکان احرار کے متعلق فرانس کو برطانیہ سے کسی قدر اختلاف ہے اس لئے نہیں۔ کہ ایم پوائینکارے (وزیر اعظم فرانس) بذات خود ترکوں کے حامی اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ بلکہ اس نے معاہدہ سیورے کو اس لئے تصدیق نہیں کیا۔ کہ اس کے تسلیم و تصدیق کرنے سے اسلامی دنیا میں فرانسیسی مفاد پر کاری ضرب لگتی ہے۔ جس سے اس کو اندیشہ ہے۔ کہ ایک لامحدود جنگ چھڑ جائیگی۔ نیز امریکہ کی سٹینڈرڈ آیل کمپنی جو کچھ عرصہ پیشتر موصل (عراق) کے ذخایر تیل پر نظر جمائے تھی۔ اب اس ساحل پر تاک لگا رہی ہے جہاں باکو کے تیل کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ فرانس ایشیائے کوچک سے یونانیوں کو نکالنے اور درہ دانیال سے برطانوی اقتدار کو زائل کرنے پر کوشاں ہے

فرانس اور انگورہ کا خفیہ معاہدہ

انہی وجوہات کی بنا پر بیان کیا جاتا ہے کہ انگورہ و فرانس کے درمیان خفیہ معاہدہ ہوا ہے۔ گو ہر دو فریق معاہدہ اس کی ہستی سے انکار کرتے ہیں۔ البتہ فرانس نے برطانیہ کو جواب طلبی پر اسے "مقامی گفت و شنید" کے نام سے موسوم کیا ہے اس معاہدہ پر چونکہ برطانیہ و فرانس میں طویل خط و کتابت ہوئی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ برطانیہ کا رویہ ترکان احرار کے متعلق کس قسم کا ہے۔ اس لئے عہدنامہ اور دونوں سلطنتوں کی خط و کتابت ذیل میں درج کی جاتی ہے معاہدہ کی دفعات حسب ذیل ہیں:۔

ضمیمہ الف برائے معاہدہ انگورہ مورخہ ۱۹ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء مابین اعلیٰحضرت۔۔ موسیو ہنری فرینکلن بوئلن سفیر فوق العادت جمہوریت فرانس و یوسف کمال بے سفیر مختار کل و مہتمم امور خارجہ حکومت ملیہ انگورہ

دفعہ اوّل ۔ فریقین معاہدہ وعدہ کرتے ہیں ۔ کہ جب تک ہر دو فریق صریحاً اجازت نہ دیں ۔ یہ ضمیمہ معاہدہ مخفی رکھا جائیگا ۔

دفعہ دوم ۔ چونکہ حکومت فرانس اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتی ۔ کہ اس ضمانت کو باقیماندہ ٹرکی علاقے تک وسعت دے ۔

دفعہ سوم ۔ ذخائر خوراک ۔ سامان حرب ۔ اسلحہ وغیرہ جو واپس جانے والی فوج کے متعلق ہیں ۔ چونکہ ان کی اشیا کی حکومت ملیہ کو ضرورت ہے اس لئے ان کا تعین ایک مخلوط کمیشن کریگا ۔ اور ان کی قیمت دفعہ ذیل کے مطابق مقرر کی جائیگی ۔ سامان جنگ کی ادائیگی کا طریق جو مخلوط کمیشن ادا کریگا ۔ فرانسیسی فوج کے کمانڈر انچیف کو منظور کر لینا چاہیئے ۔

دفعہ چہارم ۔ اس معاہدہ کی رو سے حکومتِ فرانس ٹرکی کو ٹرکی سکہ میں یا اس کے مبادل کسی اور سکہ میں ایک قرضہ دینے کا وعدہ کرتی ہے ۔ جو ٹرکی کی مالی حالت درست کرنے کے لئے کافی ہو ۔ جب تک کہ وہ دولِ متحدہ کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کرے ۔ مگر یہ قرضہ کسی حالت میں ڈہائی کروڑ ترکی پونڈ سے کم نہیں ہو گا ۔ اس قرضہ کی وجہ سے حکومتِ فرانس ٹرکی کو ۵۴ لاکھ ٹرکی پونڈ یا اس کا مبادل غیر ملکی سکہ میں ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے ۔ اس میں سے ۵ الکھ پونڈ تو اس معاہدہ کی تصدیق کے بعد ہی ادا کر دیا جائیگا ۔ باقی ۴۰ لاکھ پونڈ دو اقساط میں ادا کر دیا جائیگا ۔ حکومتِ ملیّہ اس سامانِ حرب اور ذخائر کی قیمت جو فرانس سے لیا گیا ہے ۔ تیسری قسط قرضہ میں ادا کر دیگی ۔ اور سامانِ خرید کی قیمت ایک مخلوط کمیشن مقرر کریگا ۔

دفعہ پنجم ۔ حکومت فرانس وعدہ کرتی ہے ۔ کہ حکومتِ انگورہ کے لئے جنگ ٹرکی دیونان کے متعلق کانفرنس میں مندرجہ ذیل شرائط حاصل کرنے کی کوشش کریگی ۔

۱ ۔ حکومتِ فرانس سلطنت ٹرکی سے اس علاقہ کی علیحدگی تسلیم نہیں کریگی ۔

جس میں کثیر التعداد مسلمان آبادی بستی ہے۔

(ب) حکومتِ فرانس اس معاہدہ کی رو سے وعدہ کرتی ہے۔ کہ وہ معاہدہ سیورے کی شرائط متعلقہ مالی اور فوجی نگرانی منسوخ کرتی ہے۔ مگر اسے حق حاصل رہیگا کہ قسطنطنیہ اور درہ دانیال اور باسفورس کے نظم ونسق کے متعلق گفت و شنید میں شریک ہوگا۔

(ج) حکومت فرانس سلطنت ٹرکی کے ساتھ اپنی خاص محبت کا ثبوت دینے کی خاطر اعلان کرتی ہے۔ کہ ٹرکی کی طرف فرانس کے جو قرضے ہیں۔ ان کو ٹرکی کے مجوزہ طریقہ پر وصول کیا جائیگا۔ تو وہ اس معاملہ پر بحث کر کے طے کرینگے۔

(د) حکومتِ فرانس وعدہ کرتی ہے۔ کہ جو علاقے فرانس کے قبضے میں ہیں اور جو اب اس کے قبضے میں دئے گئے ہیں۔ ان کی اسلامی آبادی کی تنظیم و جماعت میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالے گی۔ اور نہ اسلامی اوقاف کے نظم ونسق میں دخل دیگی۔ جیسا کہ اس کا رویہ اب تک رہا ہے۔ اس کے عوض خلافت عظمےٰ وعدہ کرتی ہے۔ کہ فرانس کے علاقوں میں جو مسلمان آباد ہیں۔ ان کا تعلق فرانس کے ساتھ مضبوط کریگی۔

دفعہ ششم۔ حکومتِ ملیہ انگورہ وعدہ کرتی ہے۔ کہ ٹرکی علاقہ میں جو فرانسیسی کمپنیاں ہیں۔ انہیں آسائیاں دیگی۔ اور اس کے لئے کام کی اجازت دیگی فرانسیسی مدارس کے انتظام میں کسی قسم کا دخل نہ دینگے۔

دفعہ ہفتم۔ یہ ضمیمہ اس وقت تک قایم رہیگا۔ جب تک کہ ٹرکی اور اتحادیوں میں صلح نہ ہو جائے۔ اور امن قایم ہو جائے۔ اور اس کی خلاف ورزی نہیں کی جائیگی۔

دفعہ ہشتم۔ فریقین معاہدہ اپنی عزت وحرمت اور اپنی قدیم روایات کی بنا پر یقین دلاتی ہے۔ کہ وہ اس معاہدہ کے ضمیمہ سے کسی دفعہ کی خلاف ورزی نہیں کرینگی۔ سوائے اس کے دفعہ ہفتم کی رو سے منسوخ ہو جائے۔

دفعہ نہم ۔ حکومت فرانس نہائیت وضاحت سے اور صاف صاف وعدہ کرتی ہے۔ کہ وہ کسی حالت میں کسی طاقت کے زیر اثر یا کسی وجہ سے بھی جس کا اس ضمیمہ میں ذکر نہ آیا ہو ۔ ٹرکی کے خلاف کسی قسم کی فوجی کارروائی میں خواہ وہ کتنی ہی غیر معمولی حالت میں کیوں نہ کی گئی ہو ۔ شریک نہ ہوگی ۔

دفعہ دہم ۔ ٹرکی وعدہ کرتی ہے ۔ کہ رفاہ عام کے کاموں کی تمام مراعات میں (سوائے روس کے) فرانس کی رعایا کو تمام اتحادی رعایا پر تفوق حاصل ہوگا ۔

دفعہ یازدہم ۔ ترکی تمام مقبوضات پر سے جو فرانس کے قبضہ میں ہیں ۔ مگر جن کی ابھی حکومت عثمانیہ نے باضابطہ طور پر تصدیق نہیں کی ہے ۔ اپنے تمام حقوق و مطالبات کی تنسیخ کرتا ہے ۔

دفعہ دوازدہم ۔ ترکی حکومت ملیہ اس معاہدہ کی رو سے تمام حقوق اور مراعات بطور مبادلہ فرانسیسی کمپنیوں کو ترکی میں دینے کا وعدہ کرتا ہے ۔ ضمیمہ ہذا پر انگورہ میں دستخط ہوئے ۔ اور موسیو فرینکلن بوئلن سفیر مختار کل جمہوریت فرانس (دستخط یوسف کمال بے) سفیر مختار کل و مہتمم امور خارجہ حکومت

ضمیمہ ثانی مورخہ ۱۹ ر اکتوبر ۲۱ئہ (۱۳۴۷) مابین ہزاکسیلنسی موسیو فرینکلن بوئلن سفیر فوق العادۃ اور یوسف کمال بے سفیر فوق العادۃ اور مہتمم امور خارجہ دولت ملیہ انگورہ

دفعہ اوّل ضمیمہ اول کی دفعات ایک اور پانچ بمعہ اس کے ملحقات کے اور دفعات ۷ اور ۹ ضمیمہ ثانی میں شامل ہیں ۔ اور موجودہ ضمیمہ میں دہرائے جاتے ہیں

دفعہ دوم ۔ ضمیمہ ثانی جو تھریس کے آئندہ زنبہ اور اس کے نظم و نسق کے متعلق ہے ۔ اور بحیرہ متوسط میں دونوں حکومتوں کے مشترکہ مفاد کے متعلق ہے ۔ دستخط کنندگان ذیل کی مفاہمت کے مطابق اس وقت نفاذ پذیر ہوگا ۔ جب دولت ملیہ ترکی اور حکومت اطالیہ کے درمیان معاہدہ ہو جائیگا ۔ اور ان دونوں سلطنتوں کی طرف سے اس کی تصدیق ہو جائے گی

دفعہ سوم۔ دفعہ بالا میں جن مفاد کا ذکر ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ حکومتِ فرانس وعدہ کرتی ہے۔ کہ وہ ترکی کو ہر قسم کی سیاسی اور انتظامی امداد کریگی۔ جس سے ریاستہائے بلقان اس کے ساتھ کسی قسم کی مخالفت نہ کرسکیں کیونکہ دنیا کا امن اسی پر منحصر ہے۔

(ب) حکومت فرانس اپنے ذمہ لیتی ہے۔ کہ وہ دولت علیہ کے ان مطالبات کی تائید کریگی۔ تاکہ آخرالذکر عثمانی رومیلیا (یوروپین ٹرکی) کی حدود ان حدود تک ہو جائیں۔ جو معاہدہ لنڈن ۱۹۱۳ء (۱۳۳۸) میں مقرر کی گئی تھیں

اس سرحد کے باہر جن علاقوں میں مسلمانوں کی آزادی زیادہ ہے۔ ان میں خود مختار حکومت قایم کردی جائیگی۔ اس امر میں ہر عملی کارروائی کی فرانس تائید کریگا۔

اس قسم کی اعانت اور حمایت دولت علیہ کے مندرجہ ذیل اصول سیاسی پر موقوف ہوگی۔

(ج) دولتِ علیہ شرقی اور مغربی تھریس میں اندرونی طور پر خود مختار نظم و نسق قایم کرنے کو تیار ہے۔ اور اس کی حکمرانی دول عظمےٰ کے شاہی خاندانوں میں سے ایک فرد کے ہاتھ میں دیدی جائیگی۔

(د) دولت علیہ اپنے ارادہ خلوص کے اظہار کے طور پر وعدہ کرتی ہے۔ کہ اس علاقہ میں جو اندرونی طور پر خود مختار ہوگا۔ ایک "نائب السلطان" مقرر کریگی۔ جو حکومت عثمانیہ کا قایم مقام ہوگا۔ جو مسلمان جماعتوں کی نگرانی کریگا۔ اور دول متحدہ کی طرف سے ایک اعلےٰ کمشنر مقرر کیا جائیگا۔ جو قلیل تعداد جماعتوں کی حفاظت کرے گا۔ یہاں یہ واضح کردینا چاہیئے۔ کہ اس علاقہ میں جو خود مختاری قائم کی جائیگی۔ اس کا خطاب خواہ کچھ بھی ہو۔ مگر وہ سلطنت عثمانیہ کے ماتحت اور اس کی زیر حفاظت ہوگا۔ اسی طرح جو حکمران انتخاب ہوگا۔ وہ بھی سلطنت عثمانیہ کی مرضی سے ہوگا۔

۵ - دولت ملّیہ بحیرہ ایجیّن کے جزائر کے بارہ میں دول متحدہ کے فیصلہ کو تسلیم کرنیکو تیار ہے -

دفعہ ۴ - دولت ملّیہ اناطولیہ اور یوروپ کے درمیان بحری تاروں کو جمہوریہ فرانس کے سپرد کئے جانے کو ترجیح دیگی - بشرطیکہ ان کا انتظام دولت عثمانیہ کی نگرانی میں ہو -

دفعہ ۵ - حکومت فرانس وعدہ کرتی ہے - کہ جونہی دولت ملّیہ ٹرکی اور سلطنت اطالیہ کے درمیان معاہدہ ہو جائیگا - وہ سلطنت عثمانیہ کی بحری فوج کو مرتب کریگی - جیسا کہ حالات کے مناسب ہو -

ضمیمہ ثانی پر ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۱ء (۱۲۳۷) کو دستخط ہوئے -

(یوسف کمال — فرینکلن بوئلن)

اس معاہدہ پر برطانیہ کے اعتراضات

فرانسیسی دفتر خارجہ کی اس مصالحت سے دونوں فریقوں کو فائدہ پہنچنے کی توقع بیان کی جاتی ہے - ٹرک تو فرانس سے مالی امداد سامان حرب وغیرہ حاصل کرکے یونانیوں کا مقابلہ کر سکیں گے - اور فرانس کو شام و سلیشیا سے اپنی فوجیں واپس بلانی پڑیں گی - تاہم ٹرکی علاقہ جات میں اپنی تجارت کو فروغ دے کر اُسے اقتصادی مفاد حاصل کرنے کی بہت بڑی گنجائش ہے - گورنمنٹ برطانیہ نے اس کارروائی سے ناخوش ہو کر فرانس پر اس امر کا زور دیا ہے - کہ اسے جداگانہ مصالحت کا کوئی حق نہ تھا - اس لئے معاہدہ انگورہ کو بالکل مسترد کر دینا چاہیئے -

اعتراضات اور برطانوی و فرانسیسی خط و کتابت کا خلاصہ

اس معاہدہ کی اشاعت اور اخبارات کی حاشیہ آرائیوں پر لارڈ کرزن سابق وائسرائے ہند حال وزیر خارجہ

انگلستان بہت چونکے۔ آپ نے وزارت خارجہ فرانس سے طویل خط وکتابت اس معاہدہ کے متعلق کی۔ یہاں ضروری خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ دُول حلفار انگورہ کو مستند سلطنت تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ اتحادیوں کی رضامندی کے بغیر ترکوں سے کیوں معاہدہ کیا گیا۔ انگورہ کی قومی پارلیمنٹ نے عیسائی آبادی کے حقوق کی کوئی ذمہ واری قبول نہیں کی۔ معاہدہ کی شرط دہم خصوصیت سے عراق عرب میں برطانوی مفاد پر ضرب کاری لگاتی ہے۔ فرانس شام کو خالی کر کے ایسے علاقہ سے دستبردار ہو رہا ہے۔ جو لیگ اقوام کی جانب سے حکمبرداری کے لئے اس کے سپرد ہوا ہے۔ سمرنا۔ تھریس کے متعلق ترکان احرار کے مطالبات پورا کرنے اور ان کو فوجی مدد دینے کا پختہ عہد کیا گیا ہے۔ اور فرانس نے علاقہ ٹرکی میں منتظم جند زمنہ کے کامل اختیارات حاصل کر لیے ہیں۔ یہ باتیں اگر غلط ہیں۔ تو گورنمنٹ فرانس دوستانہ طریق پر ہماری غلط فہمی رفع کر دے۔

ان اعتراضات واستفسارات کا جواب ۱۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو لارڈ کرزن کے دفتر میں پہنچا۔ جس میں بتایا گیا۔ کہ معاہدہ انگورہ معاہدہ صلح نہیں۔ بلکہ مقامی گفت وشنید ہے۔ اور وہ ایسی طاقت سے طے پائی ہے۔ جسے گو قانوناً حکومت تسلیم نہیں کیا گیا۔ لیکن وہ درحقیقت مقامی حیثیت سے صاحب اقتدار۔ جوش حب الوطنی سے معمور اور جذبات وفاداری سے پر ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو وعدے اس سے کئے گئے ہیں۔ وہ ان پر پورے طور پر کاربند رہ سکتی ہے۔ گورنمنٹ فرانس برطانیہ کو بوثوق یقین دلانا چاہتی ہے۔ کہ اس معاہدہ کی رو سے غنیم کو کسی قسم کی رعائت یا امداد کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ نہ ان کو کوئی سہولت بہم پہنچائی گئی ہے۔ اور نہ اس معاہدہ سے اس رابطہ میں رخنہ اندازی کا اندیشہ ہے۔ جو فرانس و برطانیہ میں قائم ہے فرانس علاقہ ٹرکی میں اپنا کوئی ذاتی مفاد (سیاسی ہو یا اقتصادی) حاصل نہیں کرنا چاہتا

نہ سمرنا اور تھریس کے متعلق اس نے کوئی وعدہ کیا ہے۔ نہ فرینکلن بوئلن کو سوائے سلیسیا خالی کرنے کے اور کسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اختیار حاصل تھا
لارڈ کرزن کی بیتاب طبیعت نے ۲۰ر نومبر کو اس چٹھی کا جواب لکھتے ہوئے گورنمنٹ برطانیہ کی صدق دلی کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ساتھ ہی لکھا۔ چند باتیں کھٹک رہی ہیں۔ اس لئے مزید تفصیلات سے اطلاع دیجئے۔ تاکہ کسی قسم کی خلش باقی نہ رہے۔ دفعہ نمبر ۱ کے متعلق جو شکوک برطانیہ کو ہیں۔ آپ کے بیان سے ان کی کافی تردید نہیں ہوتی۔ کیونکہ بغداد ریلوے لائن کے معاہدہ اور اتحاد ثلاثہ کی دفعہ ۲ کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ریلوے کے یہ حصص جو پہلے شام میں تھے۔ اب ترکی کو دیدیئے گئے ہیں۔ یہ حصص حقیقتاً اتحادیوں میں بحصہ رسدی تقسیم ہونے چاہیئے تھے۔
اس خط کا جواب لارڈ کرزن کو ۷ر دسمبر کو ملا۔ جس میں بتایا گیا۔ کہ فرانس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے ایک مستند طاقت سے معاہدہ کیا ہے۔ لیکن اتحادیوں نے متفقہ طور پر اسے ایک مستند سلطنت تسلیم کر لیا ہے۔ اور اس کا ثبوت لنڈن کانفرنس میں اس کے نمائندوں کو شامل کرکے دیدیا ہے۔ بلکہ نمائندگان قسطنطنیہ و انگورہ کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کیا۔ اور بعض مواقع پر تو نمائندگان انگورہ کو ہی ٹرکی کی نمائندگی کا حق عطا کیا گیا۔

معاملاتِ انگورہ پر برطانیہ و فرانس میں اختلاف

گورنمنٹ برطانیہ نے ایک مراسلہ کے ذریعہ گورنمنٹ فرانس کو ایک نئی کانفرنس کے قیام کی اطلاع دی۔ جس میں دول حلفا کے علاوہ ٹرکی و یونان کے نمائندوں کو شامل کرنے کی مشروط اجازت تھی۔ اس کانفرنس کا سب سے بڑا مقصد یہ بتایا گیا۔

کہ ۲۶ مارچ کو جو شرائط صلح تجویز کی گئی تھیں - ان کو اب بھی قابل نفاذ تسلیم کیا جائے - مگر فرانس کی یہ رائے تھی - کہ ان تجاویز کو کانفرنس میں ترکوں اور یونانیوں کے سامنے بھی پیش کیا جائے - تاکہ وہ بھی اس پر رائے زنی کر سکیں علاوہ ازیں انگلستان نے یہ بھی درخواست کی تھی - کہ یونانیوں کو ان تمام جہازات کی تلاشی کا اختیار دیا جائے - جو ترکی میں بغرض تجارت جاتے ہیں اس کے متعلق گورنمنٹ فرانس اس وقت اپنی رضامندی کا اظہار کر سکتی ہے جبکہ ترکوں کو بھی اس قسم کے مساوی حقوق عطا کر دیئے جائیں - اور یونانی افواج کے لئے جس قدر سامان حرب جاتا ہے - اس کی بھی اسی طرح ترسیل مسدود کر دی جائے - جیسے کہ ترکی افواج کے سامان کو روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے - نیز تمام سوداگروں کے جہازات پر یہ پابندی یکساں ہونی چاہیئے - آخر میں گورنمنٹ فرانس نے صاف صاف ظاہر کر دیا ہے - کہ اس کانفرنس کا مقصد امن و سکون قائم کرنا ہے - اور یہ صرف اسی حالت میں ہو سکتا ہے جبکہ غیر جانبداری و انصاف کو کام میں لایا جائے - اور ہر دو فریق کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے -

ترکان احرار اور فرانسیسیوں کے تعلقات

فرانس کے طرز عمل میں ترکوں کے متعلق جب سے مصالحت کی جھلک نظر آنے لگی - ان کے تعلقات روز بروز بہتر ہونے لگے انگورہ اور پیرس میں ہوائی ڈاک کے سلسلہ کے قائم ہونے کی خبر بھی پچھلے دنوں آئی تھی - علاوہ ازیں گورنمنٹ فرانس نے پیرس میں جب ایک شاندار مسجد اور ایک عظیم الشان اسلامی دار العلوم کی تعمیر شروع کی - تو انگورہ کی قومی مجلس نے اظہار شکریہ کا تار بھیجنے کی تجویز بزور تائید مسرت اور تالیوں کی گونج میں پاس کی - ۱۹ ؍ جون ۱۹۲۲ء کو جب غازی مصطفےٰ کمال پاشا اسمرنا میں تھے - تو وہاں مشہور فرانسیسی نامہ نگار موسیو کلوڈ فاریر معہ ٹرکی

اخبار توحید افکار کے ایڈیٹر کے اسمد میں آئے۔ اکابرین علاقہ نے گرمجوشی اور تپاک سے اپنے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ نامہ نگار نے غازی ممدوح سے ایک طویل ملاقات کے دوران میں سیاسیات مشرق ادنیٰ کے متعلق اپنے معلومات میں اضافہ کیا۔ اور فرانسیسی داناطولوی تعلقات کو اور زیادہ مستحکم کیا۔

انگورہ میں غازی مصطفےٰ کمال کو فرانسیسی سفیر کی دعوت

فرانسیسی سفیر

کرنل لوکن، نے جو فرانسیسی ترکی معاہدہ کی تکمیل کے لیے انگورہ گئے ہوئے تھے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو ایک دعوت دی تھی۔ اس موقعہ پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے انقلاب ترکی کا تذکرہ فرماتے ہوئے بتایا۔ کہ عارضی صلح کے وقت ترکی پارلیمنٹ پوری سرگرمی سے کام کر رہی تھی۔ مگر اس کو جبراً منتشر کر دیا گیا۔ تاہم قوم نے اس کو پھر ترتیب دیا۔ لیکن اس پر دوبارہ حملہ کیا گیا۔ ترکی کے اندرونی و بیرونی دشمن ترکوں کا وقار زائل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور اس کی آزادی و سوشل اقتصادی اقتدار کی بربادی کے درپے تھے۔ اور انہوں نے ہماری بربادی کا پورا تہیہ کر لیا تھا۔ مگر سمرنا کے قبضہ کے بعد ترکی قوم بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔ اور اس نے ایک زبردست فوج مجتمع کر لی۔ جس کا مقصد محض بغاوت تھا۔ خاصکر تعجب تو اس بات کا ہے۔ کہ اس مشہور تہذیب و تمدن کے زمانہ میں بھی دنیا خاموشی کے ساتھ اس ناانصافی کو دیکھتی رہی۔ جو ترکوں کے ساتھ کی جا رہی تھی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا

حاشیہ صفحہ نمبر ۱۷۸ ؎ مسجد - اس مسجد اور دارالعلوم کے لئے اگست ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ فرانس نے پانچ لاکھ فرانک کا بل پاس کیا ہے۔ اور اس کا کل انتظام ایک اسلامی سوسائٹی کے سپرد کیا ہے۔ دارالعلوم میں ایک لائبریری بھی ہوگی۔ جس میں مغربی اور اسلامی لٹریچر کی بیش بہا کتب مہیا کی جائیں گی۔ اس مساجد اور اس کی متعلقہ عمارات کے لئے ماہرین فنون کی ایک جماعت طلب کی گئی ہے۔ پیرس جیسے روس البلاد کے اندر یہ مسجد بھی گویا عروس المساجد ہو گی :-

کہ ہم نے بغاوت کی۔ کیونکہ یہ ہمارا حق اور فرض تھا۔ اور اس بغاوت کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ آج ترکی میں انگورہ کی پارلیمنٹ اور حکومت برسر اقتدار ہے۔

دول مغربی سے انگورہ کے تعلقات

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے حکومت ملیہ انگورہ کے تیسرے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر "دول مغربی سے تعلقات" پر بسیط روشنی ڈالی آپ نے ان تعلقات کا ذکر کرنے سے پیشتر فرمایا۔

معاہدہ سیورے کے مقابلہ میں جو دراصل ہماری سیاسی اور اقتصادی موت کا مرادف ہے۔ ہم نے جس زبردست مدافعت سے کام لیا ہے۔ اس کی بدولت دول متحدہ کو یہ سمجھ لینا پڑا۔ کہ وہ اپنی پوری قوت سے بھی اس معاہدہ کی تعمیل پر ہم کو مجبور نہیں کر سکتے۔ جب خون کی ندیاں بہنے کے بعد دول پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔ تو انہوں نے لنڈن میں ہمیں بلایا۔ یہ ہماری بڑی فتح ہے۔ کہ ہم جو تھوڑے ہی عرصہ قبل "باغی" کے مکروہ نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ سرکاری طور پر دول کی کانفرنس میں بلائے گئے۔ اس کانفرنس میں ہم پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اپنے مقصد کے ایک جزو کو تو ہم نے حاصل کر لیا ہے۔ یعنی دول سے یہ تسلیم کرا لیا۔ کہ سیورے جیسے شرمناک عہد نامہ کو زبردستی ہم پر مسلط نہیں کر سکتے۔ اب ہم کو صرف دوسرا جز حاصل کرنا باقی رہ گیا۔ یعنی انہیں مجبور کر کے اپنے مطالبات ان سے حاصل کریں۔ لنڈن کانفرنس میں ہم نے تمام دنیا کو بتلا دیا۔ کہ جب تک ہمارے پیمان ملی کے مطابق صلح نہ ہو گی۔ ہم کسی اور صورت کو قبول نہیں کر سکتے۔ اتحادی اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ اس لئے کانفرنس ناکام ہو گئی۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ کس قدر صلح جویانہ پالیسی پر کام کر رہے ہیں۔ اور یونان قوت کے بھروسہ پر کس قدر مغرور رہے۔ کہ مصالحت کے لئے اس کی جانب سے کوئی جھکاؤ نہیں۔ (خدا اس کو غارت کر دے)

اس سال کے دوران میں مبادلۂ اسیران جنگ کے مسئلہ پر فرانس سے جو گفتگو

کی تھی - اس کا نتیجہ ایک ترکی فرانسیسی عہد نامہ کی شکل میں ظاہر ہوا - یہ عہد نامہ ایک نہایت اہم سیاسی حیثیت رکھتا ہے - اس نے دنیا پر ثابت کر دیا - کہ فرانس نے جو اتحاد ثلاثہ کا ایک اہم ستون ہے - خود اتحاد ثلاثہ ہی کے مرتب کئے ہوئے عہد نامہ کو چاک کر کے پھینک دیا - اور اس کے عین برخلاف ہم سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے - فرانس اور ترکی کے اس معاہدہ کی بدولت ہم کو موقعہ مل گیا ہے - کہ اتحادیوں سے اپنے حقوق تسلیم کرائیں - اور وطن کی آزادی کو خطرہ سے بچالیں -

ہمارے بعض خاص دشمن جو ہمارے وطن کے غصب کردہ حصوں کو واپس کرنے پر کسی صورت تیار نہیں ہوتے - ہماری راہ میں ہر قسم کی مشکلات حائل کر رہے ہیں - اور ہم پر کامیابی کے تمام دروازے بند کرنا چاہتے ہیں - انہوں نے فرانس اور ترکی کے معاہدہ کو روکنے کی انتہائی کوششیں کریں - مگر خدا نے ان کی تمام مساعی کو ناکام کیا - انگورہ میں ہمارے اور فرانس کے درمیان معاہدہ پر دستخط ہو گئے - فرانس نے ہمارے وطن کا ایک علاقہ سلیشیا خالی کر دیا - اب پیرس میں ہمارا ایک نمائندہ سفیر کے طور پر مقیم ہے

انگلستان اور انگورہ

برطانیہ کا طرز عمل انگورہ کے متعلق

یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ برطانیہ (انگلستان کے وزیر اعظم جناب لائڈ جارج) یونان کے ہمدرد و ہوا خواہ ہیں - اسی ہمدردی اور بے جا حمایت نے تو ایشیائے کوچک کے معاملہ کو اس وقت تک معلق کر رکھا ہے برطانوی مدبر جن میں وزیر اعظم اور وزیر خارجہ (لارڈ کرزن) سب سے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں - چاہتے ہیں - کہ یونان ترکان احرار سے شکست کھا کر بھی جیت میں رہے - اور اسے ایشیا اور یورپ میں کافی معاوضہ مل جائے - ترک

اس خیال کے اوّل روز سے مخالف ہیں۔ انہوں نے اتحادیوں کی خفگی اور ناراضگی کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ اور خود داری و علو ہمتی سے کام لیکر معاہدہ سیورے کی وہ دھجیاں اڑائیں۔ کہ اب تک یہ کانٹا رہ رہ کر اتحادیوں کے دلوں میں کھٹک رہا ہے۔

اکثر سلطنتوں نے انگورہ کے استقلال کو تسلیم کرلیا ہے۔ بعض سلطنتوں کے سفرا حکومت اناطولیہ کے مستقر (انگورہ) میں موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ برطانوی طرز عمل ہمیشہ ترکان احرار کے خلاف رہا۔ برطانیہ نے یونان وانگورہ کے معاملہ میں جب کبھی لب کشائی کی۔ وہی الفاظ نکالے۔ جن سے مسلمانوں کے کلیجے چھلنی ہو گئے۔ ؎

بات وہ کرکہ ہو جس سے دل وجان کو فرحت
دشمن جان ہوا کیوں تو مسیحا ہو کر

معاہدوں میں خود غرضیاں

حق پسندی وانصاف پرستی کا چراغ مغرب کی خود غرضیوں نے گل کر دیا ہے۔ اور ان بے انصافیوں۔ شرارتوں اور برائیوں کو چھپانے اور ان پر پردہ ڈالنے کے لئے بے نتیجہ کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اور وہ معاہدات تیار کئے جاتے ہیں۔ جن کی بنا بظاہر تو قیام امن وانصاف بتائی جاتی ہے۔ لیکن اصلیت چونکہ خود غرضی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ معاہدے ناقابل عمل ہوتے ہیں۔ مسٹر لائڈ جارج کا رُخ جرمنی کی طرف ہے۔ اس لئے نہیں کہ انگلستان کا سب سے بڑا دشمن تاوان جنگ کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس لئے کہ اگر ان کو تاوان کی ادائیگی پر مجبور کیا گیا۔ تو کہیں موجودہ برسر اقتدار حکومت کی جگہ جرمنی میں پھر شہنشاہیت قائم نہ ہو جائے۔ اور چونکہ بالشویکوں اور جرمنوں کا اتحاد ہو چکا ہے۔ اس لئے نہ صرف یہ خطرہ ہے۔ کہ ایک جنگ عظیم شروع ہو جائے۔ بلکہ مشرقی ممالک

کے قبضہ اور اسلامی ممالک کی حکمبرداریوں سے جو فوائد عظیمہ حاصل ہونے والے ہیں۔ ان کے مفقود ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اُدھر فرانس برطانیہ کے مخالفانہ رویہ سے متاثر ہو کر یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ وہ تنہا ہی تاوانِ جنگ کا تصفیہ اپنی قوت کے بل پر جرمنی سے کرے گا۔ بلکہ موسیو پائنکار سے وزیر اعظم اور دیگر نمائندگانِ فرانس بقول ریوٹر اجلاس کانفرنس سے اٹھکر سیدھے ریل پر پہنچے۔ اور ناراضگی کے جذبات لئے ہوئے بدمزگی کے ساتھ لنڈن سے روانہ ہو گئے۔

برطانیہ کے مسیحی جذبات

مدبرین برطانیہ جب جرمن کی طرفداری کرتے اور یونان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ تو اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جو خطرات جرمنوں کو ناراض کرنے میں ہیں۔ ان سے کہیں زیادہ خطرات ترکوں کے ناراض کرنے میں ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے۔ کہ اپنے سب سے بڑے دشمن جرمنی سے تو ایسی باتیں کی جاتی ہیں جن سے میل ملاپ ظاہر ہوتا ہو۔ اور ٹرکی سے جس نے انگریزوں کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خطرناک دشمن جرمن کا صرف ساتھ دیا اس قدر بغض و کینہ روا رکھا جاتا ہے۔ کہ اُس کے حصے بخرے کئے جاتے ہیں۔ اور یونان کی ایک چھوٹی سی سلطنت کو اس کی چھاتی پر بٹھایا جاتا ہے تاکہ جہاں تک ممکن ہو۔ اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کیا جائے۔ اس سلوک کا سبب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ مسٹر لائیڈ جارج کے تدبر پر مسیحی جذبات غالب آ گئے ہیں۔

یونان کی پشت پر برطانوی حمائت

۴ راگست ۱۹۲۲ء کو اجلاس پارلیمنٹ میں مشرق قریب کے معاملات پر بحث کرتے ہوئے مسٹر لائیڈ جارج نے بعض ان الزامات کا جواب دیا ہے۔ جو برطانیہ پر یونان نوازی کے متعلق لگائے جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہم اس امر سے انکار کرتے ہیں۔ کہ سمرنا میں یونانی قبضہ یا معاہدہ سیورسے کی شرائط برطانی دماغ کا اختراع تھیں۔ یہ سراسر بہتان اور افترا ہے۔ بلکہ پیرس کمیشن ان کی متحرک تھی۔ پھر آپ نے یونان کی امن جویانہ پالیسی کی ان الفاظ میں تشریح کی ہے۔ کہ جدید شرائط صلح اگر گورنمنٹ انگورہ مان لیتی۔ تو یونان بھی قبول کر لیتا۔ دوسرے موقعہ پر لارڈ کرزن نے جو شرائط (التوائے جنگ وغیرہ کی) پیش کی تھیں۔ ان کو یونان نے تو مان لیا۔ مگر انگورہ نے انکار کر دیا۔ حالانکہ قسطنطنیہ کی گورنمنٹ (جو بالکل اتحادیوں ہی کے قبضہ میں ہے) ماننے کو تیار تھی۔ یونان کی اس وکالت کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ یونانیوں کے مظالم جنگی علاقہ میں ضرور قابل افسوس ہیں۔ مگر کمالی فوج کے مقابلہ میں بالکل بے حقیقت ہیں۔ ان خیالات کے بعد آپ انگورہ کو ایک دھمکی بھی دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ ٹرکی کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اگر وہ زیادہ عرصہ تک اڑے رہینگے۔ تو اپنی شرطیں منوا لیں گے۔ حالانکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ پیرس کی شرائط پھر پیش کر دیجائیں۔ یہ الزام بھی غلط ہے۔ کہ برطانیہ یونان کی مدد کر رہا ہے۔ اگر یونان کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ قسطنطنیہ پر چند گھنٹوں کے اندر قبضہ کر سکتا ہے۔ مگر اتحادی اسکو روکے ہوئے ہیں۔

جناب وزیر اعظم کی تقریر نے یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کے ارباب حل وعقد اسلام کشی میں اسی طرح سرگرم اور ترکوں کی معاندت میں اسی جوش و خروش سے لبریز ہیں۔

یونانیوں کی امن پسندی اور ترکوں کی جنگ جوئی کا ذکر کرتے ہوئے وزیر اعظم اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جب تھوڑا عرصہ ہوا۔ ترکوں نے برطانوی وعدہ کی بنا پر کہ بلغاری ان کے علاقہ پر حملہ نہ کریں گے۔ اپنی فوجوں کو واپس بلوا لیا۔ تو بلغاری ترکوں پر حملہ آور ہو گئے۔ اور برطانوی وعدہ بالکل بے اثر ثابت ہوا۔

اب ترکوں کو پھر کہا جاتا ہے۔ کہ یونانیوں سے التوائے جنگ کر دو۔ تا کہ ...
شرائط طے کی جائیں۔ مگر انگورہ گورنمنٹ اپنے پچھلے تجربہ کی بنا پر اس بات پر
اڑی ہوئی ہے۔ کہ جب تک ایشیائے کوچک کو یونانیوں سے خالی نہ کرا
لیا جائے۔ صلح کی گفت و شنید بے سود ہے۔

برطانوی امداد کو غلط بتایا جاتا ہے۔ مگر کیا یہ بھی غلط ہے۔ کہ انگلستان
کے غیر سرکاری حلقوں سے یونان کو ایک کروڑ پچاس لاکھ پونڈ کا قرضہ ملا ہے
اور یہ وہ علانیہ امداد ہے۔ جو صدہا خفیہ کوششوں کے علاوہ ہے۔ اگر
قیام امن کا یہ مقصد ہے۔ کہ سخت جان ترکوں کا وجود بالکل فنا کر دیا جائے
یا کسی آڑ یا پناہ میں ترکوں کے فطری حقوق چھین لیے جائیں۔ تو اس کے
لیے خوب غور سے سن لینا چاہیئے ع آسان نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا۔

وزیر اعظم کی اس تقریر پر یونان میں خوب جشن منائے گئے۔ ایتھنز کے علاوہ
سمرنا اور بعض اور مقامات پر بھی شکریہ کے جلسے ہوئے۔ یونانیوں کا ایک
جلوس برطانوی سفارتخانہ مقیم سمرنا میں اظہار شکریہ کے لیے گیا۔ کیا ان
حالات کو دیکھ کر بھی جن کے متعلق غلط فہمی ناممکن ہے۔ ترک بالخصوص اور مسلمان
بالعموم مشرق قریب میں برطانیہ کی غیر جانبداری کا یقین کر سکتے ہیں۔

انگورہ کے خیالات برطانیہ کے متعلق

جب لنڈن کانفرنس کے موقعہ پر ہز ایکسلنسی
یوسف کمال بے وزیر امور خارجہ انگورہ لنڈن میں مقیم تھے۔ تو ایک لنڈنی
اخبار "اوبزرور" کے نمائندہ نے ہز ایکسلنسی ممدوح سے ملاقات کی۔
آپ نے دوران مکالمہ میں انگلستان و اناطولیہ کے متعلق حسب ذیل الفاظ
بیان فرمائے۔

سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حکومت انگورہ کو برطانیہ
عظمے سے کوئی عداوت نہیں۔ میرے اس قول کا اطلاق سارے اناطولیہ پر ہو سکتا ہے

اور اس میں کمال صبر و انتظار کے بعد یہ موقع حاصل ہوا ہے۔ جس میں ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ترکی اور برطانیہ کے درمیان مصالحت ہو جائیگی۔ اور دونو ایک دوسرے کے دوست ہو سکینگے۔

ہاں ہم جنگ عظیم میں تمہارے ساتھ لڑے۔ اور ہم نے اپنے اس فعل کی سزا یہ پائی۔ کہ عراق اور فلسطین ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور خود قسطنطنیہ تمہاری افواج کی نقل و حرکت کا آماجگاہ بن گیا۔ تم دیکھتے ہو۔ جس قدر نقصانات ہم برداشت کر چکے ہیں۔ وہ اس غلطی کی اصلاح کیلئے کافی ہے ملت ترکیہ نے اپنے قومی معاہدہ میں اس بات کی تشریح کر دی تھی۔ کہ ملل عربیہ کو حق حاصل ہے۔ کہ جیسی طرز حکومت وہ پسند کریں۔ منتخب کریں۔

ہاں ہم ان امور پر رضامند ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم سے وہ اضلاع کاٹ کر علیحدہ کر دیئے جائیں۔ جن کے ترکی ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ تو ہماری رضامندی کا حاصل کرنا ناممکن امر ہے۔ یہ وہ اصل الاصول ہے جس پر معاہدۂ بین الاقوام کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ پس ہمارا مطالبہ تو صرف یہی ہے۔ کہ ہمارے لئے چھوٹی سی آزاد و مستقل ترکی مملکت ہو۔ جس میں ہمارے تمام ہم قوم آباد ہوں۔ باقی رہا آبناؤں کا مسئلہ۔ چونکہ یہ مسئلہ تکمیل صلح کے لئے سنگ راہ ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم اس معاملہ میں انگریزی حکومت کو ہر قسم کی ضمانتیں دینے کے لئے تیار ہیں۔

اخبار کے نمائندہ نے دریافت کیا۔ کہ جب برطانوی تجار اپنے مفاد کی دیکھ بھال کے لئے اناطولیہ میں جائیں گے۔ تو ان کے قیام کا انتظام وغیرہ کیسا ہوگا ہزائکسلنسی نے جواب میں فرمایا۔ کہ "ابھی صلح اس بات کی تصدیق نہیں کرتی اور رسمی پیش بینیاں اس بات کی مقتضی ہیں۔ کہ ترکی و انگلستان کے درمیان حالت جنگ ہونے کی صورت میں حکومت انگورہ تجار کی آمد و رفت کو گوارا نہیں کر سکتی۔ لیکن باوجود اس کے ہر انگریز جو اناطولیہ کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ بڑی خوشی

سے وہاں جا سکتا ہے۔ اسے کامل آزادی ہوگی۔ اور وہاں اس کی عمدہ خاطر و مدارات کی جائیگی"۔ جنگ یونان و ترکی کی نسبت آپ نے فرمایا۔ کہ اس معاملہ میں ترکی کو خود ہی نپٹ لینے دو۔ ہمیں امید واثق ہے۔ کہ صرف تلوار ہی اس جھگڑے کو طے کریگی"۔ انگریزی اخبار "ادورور" اس مکالمہ کو درج کرنے کے بعد رقمطراز ہے۔ کہ دولت انگورہ کے وزیر خارجہ بدرجۂ کمال معاملہ فہم ماہر سیاست اور صاحب حکمت و تدبیر وزیر ہیں۔ اور وہ پیرس اور لنڈن میں نہایت عمدہ اثر چھوڑ کر جائیں گے۔

قط العمارہ کا مفتوح جنرل ٹاؤنشنڈ

برطانوی وزیر اعظم اور ان کے بعض دوسرے وزراء لارڈ کرزن۔ مسٹر چرچل وغیرہ کے اثر و رسوخ سے گو برطانیہ میں ترکان احرار کے متعلق اچھی رائے کا اظہار نہیں ہوتا۔ تاہم اسی انگلستان میں ایک روشن خیال اور انصاف پسند طبقہ ایسا بھی ہے۔ جو حقیقی معنوں میں صلح اور امن کا دلدادہ ہے۔ جو قیام امن ترکوں کے فنا میں نہیں بلکہ ان کے بقا میں دیکھتا ہے۔ جو انگلستان کو بہ بانگ دہل بتا رہا ہے۔ کہ جب تک ترکوں سے صلح نہیں کرو گے۔ یا یونان کو اس کی شرارتوں سے باز نہیں رکھو گے۔ مشرق قریب میں کبھی امن قائم نہ ہو سکیگا۔ اور اس کا اثر ہندوستان اور تمام اسلامی ممالک پر پڑیگا۔ ایسے ہی نیکدل لوگوں میں سب سے ممتاز نام مسٹر چارلس ٹاؤنشنڈ کا ہے۔ جو عراق میں برطانوی جنرل رہے ہیں۔ اور جن سے زیادہ ترکوں کا کوئی دشمن نہ تھا۔ قط العمارہ کی لڑائی میں وہ مغلوب ہو کر ترکوں کی قید میں چلے گئے۔ ترکوں نے جو سلوک اس بہادر دشمن اور اس کے ساتھ دیگر برطانوی قیدیوں سے کیا (جن میں بیشتر ہندوستانی بھی تھے) اسکی بہت کم مثالیں مل سکتی ہیں۔ ترکوں میں ایک عرصہ تک رہ کر وہ ترکی مطالبات سے خوب واقف ہو گئے۔ ترکوں کے حسن سلوک اور ان کی طبعی شرافت

وشجاعت نے ان پر وہ اثر کیا۔ کہ وہ دشمن کی بجائے ان کے دوست ہو گئے اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ جب جنرل ٹاونشنڈ معہ اپنے دیگر رفقا کے ترکوں کی قید سے آزاد ہوئے۔ تو ان کے خیالات میں بہت فرق آچکا تھا۔ انہوں نے واپس آکر برطانیہ کو ٹرکی سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور ترکوں کے فرضی مظالم کے متعلق صاف لکھا۔ کہ وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ نہ برطانوی پبلک اور نہ برطانوی پارلیمنٹ نے اس طرف توجہ کی۔

معاملاتِ ٹرکی میں برطانیہ کی غلطیاں

آخر جنرل ٹاونشنڈ نے پارلیمنٹ میں ترکوں کے خیالی مظالم برطانیہ کی یونان نوازی۔ وزیر اعظم کو مصطفےٰ کمال سے ملاقات اور ترکوں سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے اور برطانیہ کو اس کی سیاسی غلطیاں بتانے کے متعلق ایک طویل اور دھواں دھار تقریر کی۔ یہ تقریر نہایت اہم ہے۔ اور اس سے برطانوی ارادوں پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ ایک ایسے شخص کی تقریر ہے۔ جو برسوں تک ترکوں کا دشمن رہا ہے۔ اور میدان جنگ میں ان سے دست بدست لڑائی لڑتا رہا ہے۔ اس لئے اس کا ضروری حصّہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

جنرل ٹاونشنڈ کی ایک زبردست تقریر

میری رائے ہے۔ اور یہ رائے مطالعہ تاریخ جنگ اور اس کے نتایج پر غور و فکر پر مبنی ہے۔ کہ اگر ہم اس جنگ کو روکنے میں جو اناطولیہ میں آتش فشاں ہے۔ مبادرت نہ کریں گے تو ہم ٹرکی کو سوویٹ روس کے آغوش میں دیکھینگے۔ میں اپنے اس خیال کا ۲ برس سے کیا پارلیمنٹ میں اور کیا باہر برابر اعلان کر رہا ہوں۔ اور مجھے یاد ہے۔ کہ میں اراکین دیوان عام کی ساتھ میں منسلک ہونے سے پیشتر اس کا

اظہار کر چکا ہوں۔ ہاں ہاں! یہ وہ خطرۂ عظیم ہے۔ جس سے ہم ڈرتے تھے۔ اور جو ہزار خطروں کا سا ایک خطرہ ہے۔ کیونکہ جب ٹرکی۔ جرمنی و روس سے اتحاد کرنے پر مجبور ہو گئی۔ تو کوئی شخص اس امر میں شک نہیں کر سکتا۔ کہ یہ معاہدہ اسکو ہماری ہندوستانی، عراقی سلطنت اور کرۂ ارضی کے دیگر تمام مقبوضات پر لشکر کشی کرنے پر مجبور کریگا۔ سلطنت عثمانیہ سے عراق، شام، فلسطین بلاد عرب و حجاز کی علیحدگی کافی سزا تھی۔ لیکن یہ کافی نہ سمجھی گئی۔ گویا کہ ہمارا وزیر سیاست بیس سالہ جنگ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

اناطولیہ میں دور السائس و لوزین کی بنیاد ڈال دی گئی۔ اپنے وزیر خارجہ کے ساتھ جو شخصی مودت و خیرخواہی تھی۔ اس کی بنا پر میں نے یہ معروضات پیش کر دئے ہیں۔ کہ ہرگز ہرگز قسطنطنیہ میں ہماری افواج کو مقیم رکھنے کی موافقت نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ ہماری زبردست حماقت ہوگی۔ غلطی ہوگی اور مجنونانہ حرکت ہوگی۔ اور یہ عظیم الشان سیاسی غلطی ہماری تاریخ پر دائمًا ثابت رہے گی۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ قبل ازیں انسیی ہی ایک قومی گروہ عظیم میں سے مصطفےٰ کمال پاشا کا ظہور ہوا۔ یہ وہ قوم پرست اور زبردست لیڈر ہے۔ جس کو گنہگار جرنیل اور ناقابل عفو باغی کا خطاب دیا گیا۔ حالانکہ اَے حضرات! ہم اس امر کو فراموش نہیں کر سکتے۔ کہ تاریخ کے محکمۂ صفحات میں ایسے بہت سے عاصی جرنیل موجود ہیں کیا تمہارے دلوں سے جارج واشنگٹن کی یاد محو ہو گئی ہے۔

تمہارا بیڑہ قسطنطنیہ کے سمندر میں قصر سلطانی سے ۱۰۰ گز کے فاصلہ پر ہے اور گیلی پولی جیسی جگہ پر تمہاری چھاؤنیاں پڑی ہوئی ہیں۔ تم نے اپنے لشکر بھی وہاں اتارے۔ میں اگر اس بیڑے کا امیر ہوتا۔ تو کبھی کسی برطانی سپاہی کو اسلامی دار الخلافہ میں اترنے کی اجازت نہ دیتا۔ اسلامی دار الخلافہ میں ہمارے لشکروں کا اترنا تھا۔ کہ ترکوں کی رہی سہی امید خاک میں مل گئی

اور وہ انصاف سے مایوس ہو گئے۔ ان میں آتشِ غیرت بھڑک اٹھی۔ ہتھیار پہن لئے۔ صفیں باندھ لیں۔ اور زبردست قومی جماعت بن گئی۔
اب میں عالمِ اسلامی کی طرف آتا ہوں۔ کیا ہماری حکومت اس بات سے بے خبر ہے۔ کہ عالمِ اسلامی مراکش سے چین اور ترکستان سے کیپ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی رسیاں مضبوط اور اس کے بندھن سخت ہیں۔ وہ آج جنبش میں ہے۔ اور اس کے دل میں نئی نئی امنگیں موجزن ہیں۔
دولتِ برطانیہ کے زیرِ نگیں بہت سے اسلامی ممالک ہیں۔ یہی حال فرانس کا ہے۔ لیکن فرانس نے دیکھ لیا ہے۔ کہ اسلام کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیئے۔ اور جرنیل لیوٹی۔ حاکم مراکش نے کہدیا ہے۔ کہ فرانس نہیں چاہتا۔ کہ انگورہ کی وجہ سے اسے ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ جن کا کہ انگلستان ہندوستان میں سامنا کر رہا ہے۔
جب مَیں یونان کی طرف نظر کرتا ہوں۔ تو مجھے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ انہوں نے محض ہماری شہ پر حملہ کی جرأت کی ہے۔ وہ منٹ بھی نہ ٹھہر سکتے۔ کیونکہ ان کو باوجود تعداد و سامانِ جنگ کی کثرت و تفوق کے نہر سقاریہ کے کنارے شدید جنگ کے بعد سخت ذلت اٹھانی پڑی۔
فرانس نے مفروضہ اور بے بنیاد مظالم کی تحقیق میں اس شرط پر شرکت قبول کر لی۔ کہ از سرِ نو یونانی مظالم کی تحقیق پہلے کر لی جائے۔ جس کو وزیر اعظم نے بالکل چھپا رکھا ہے۔ مَیں خود بھی اس تحقیق میں شریک ہوا اور وہ سب کی سب یونان کے مخالف ثابت ہوئی۔ کیا یہ شریف کام ہے۔ دیوان خاص کی تقریر مظالم ترکی کے متعلق بالکل لغو ہے۔ فرانس اور امریکہ نے حقیقت کو پا لیا ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری حکومت ایسے امر کے اقدام سے قبل غور کرے گی۔ جس کا ارتکاب مشرقی و مغربی دنیا کو ہم پر ہنسائیگا۔

مجھے کانفرنسوں پر بہت بھروسہ نہیں۔ لیکن ہمارے وزیر اعظم تو کانفرنسوں کے بڑے حامی ہیں۔ وہ اسمنہ کی مجوزہ کانفرنس پر کیوں نہیں جاتے۔ وہ اٹلی سے ایک جہاز پر سوار ہو کر کچھ وقت بچا کر خلیج کارنث واقع یونان سے خلیج اسمنہ تک کیوں نہیں ہو آتے۔ مصطفےٰ کمال کی ملاقات ممکن تھی اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ اپنے مبالغہ آمیز مطالبات میں تخفیف کر دے میں مصطفےٰ کمال کو نہایت اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور میری خواہش ہے کہ وزیر اعظم اُسے کہیں کہ اے مصطفےٰ کمال خدا کے لئے اپنے مطالبات میں تخفیف کرو۔ ہم صلح و امن کے متمنی ہیں۔ مجھے امید واثق ہے۔ کہ وہ اس بات کو تسلیم کر لیگا۔ لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ ہماری وزارت خود اس کی طالب نہیں۔

ہماری حکومت نے اسمنہ سے بے توجہی کر کے صلح کی تمام امیدوں کو قطع کر دیا۔ تاہم میری رائے یہی رہے گی۔ کہ صلح کی کوششوں کے لئے اب بھی وقت کافی ہے۔

جنرل ٹاؤنشنڈ کا خفیہ سفر انگورہ

جولائی ۱۹۲۲ء میں جنرل ٹاؤنشنڈ نے گرم چشمہ کی بہار سے علاج کرانے کے لئے انگلستان سے ایک پروانہ راہداری حاصل کیا جس پر یہ لکھا گیا تھا۔ مغربی یورپ۔ زیکوسلاکیا اور اٹلی کے لئے" اور یہ الفاظ اس پر خاص طور پر مرقوم تھے۔ "ٹرکی کے لئے ناجائز ہے"۔ لیکن یہ بات پُر اسرار ہے۔ کہ آپ مصر اور شام میں پہنچ گئے۔ اور ۱۷ جولائی کو بیروت دشام سے انگورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ مسٹر ہارسمورتھ نے جنہوں نے پارلیمنٹ میں جنرل ٹاؤنشنڈ کی دھواں دھار تقریر کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔ پارلیمنٹ میں سوال کیا۔ کہ وہ مصر اور شام کس طرح پہنچ گئے۔ اور پھر انگورہ بھی روانہ ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت ان کا انگورہ

جانا جبکہ ٹرکی و یونان کے مابین سمجھوتہ کی گفت و شنید ہو رہی ہے۔ عہد و پیمان کی خلاف ورزی ہے۔ جواب میں مسٹر موصوف سے کہا گیا۔ کہ سر ٹاؤنشنڈ کے پروانہ راہداری پر لکھ دیا گیا ہے۔ کہ وہ سلطنت ٹرکی میں ناقابل استثناء ہے

جنرل ٹاؤنشنڈ انگورہ میں

جنرل ٹونشنڈ انگلستان کی وزارت عظمیٰ اور وزارت خارجہ کی مرضی کے خلاف آخر براہ بیروت و قونیہ انگورہ پہنچ گئے۔ قونیہ کی پبلک نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ انگورہ میں صدر کونسل نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ جنرل مذکور انگورہ پندرہ دن تک قیام کریں گے۔ جنرل نور الدین جو عراق عرب میں ان کے مدمقابل تھے۔ اس عرصہ میں ان کی مصاحبت کی خدمات انجام دیں گے۔ سر ٹاؤنشنڈ نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور وزیر اعظم۔ فوجی افسران اعلیٰ اور دیگر سربرآوردہ ترکوں سے ملاقاتیں کیں۔

جنرل ٹاؤنشنڈ کیوں انگورہ آئے

جنرل ٹاؤنشنڈ پر دارالعوام لنڈن میں جو الزامات اس امر کے متعلق لگائے گئے تھے۔ کہ انہوں نے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور باوجود پروانہ راہداری نہ ملنے کے وہ ٹرکی میں چلے گئے ہیں۔ ان الزامات کا علم انہیں انگورہ میں ہوا۔ جہاں سے انہوں نے ایک برقی پیغام کے ذریعہ اخبار ڈیلی میل کے نام ایک بیان ارسال کیا جس میں وہ لکھتے ہیں۔

اپنے بیان مورخہ ۸ مئی میں میں نے یہ کہا تھا۔ کہ فی الحال میرا ارادہ ترکی جانے کا نہیں ہے۔ میری وہ تقریر دیکھی جا سکتی ہے۔ جو میں نے ۳۰ مئی کو دارالعوام میں کی تھی۔ جس میں میں نے موجودہ ترکی و یونانی جنگ کے بند کئے جانے کی ضرورت پر بحث کی تھی۔ اور جتایا تھا۔ کہ برطانیہ کو اسلامی سلطنت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور وزیر اعظم سے سوال کیا تھا۔ کہ انہوں نے جنیوا

ہیں مصطفےٰ کمال پاشا سے کیوں ملاقات نہیں کی ؟ میری اس تقریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ میں نے اپنا سابق ارادہ کیوں تبدیل کردیا ۔ اور مصطفےٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنے کا کیوں قصد کیا ۔ اس عزم کے محرک چند ارکان دارالعوام بھی ہوئے ہیں ۔ جن میں ایک سر ہنری ولسن بھی ہیں ۔ میں بلحاظ انسانیت اور حفظ مفاد سلطنت اپنا فرض عین سمجھتا ہوں ۔ کہ ترکوں پر اپنا قومی اثر ڈال کر اس ظالمانہ جنگ کو بند کرادوں ۔ جو اگر فوراً بند نہ کی گئی ۔ تو یورپ کے ٹکڑے اڑا دیگی ۔ میں اس مخالفت کا خیال نہ کرکے جو لارڈ کرزن کو میری ذات خاص سے ہے ۔ میں اپنی ان کوششوں سے پھر کام لینا چاہتا ہوں ۔ جس سے میں نے ۱۹۱۸ء میں ترکوں کے ساتھ جنگ بند کرادی تھی ۔ اور جس سے برطانیہ اور فرانس کو بہت کچھ فائدہ پہنچا تھا ۔

جنرل ٹاؤنشنڈ کی انگورہ سے روانگی

۳۰ جولائی کو انگورہ سے لنڈن

رخصت ہونے کے قبل جنرل ٹاؤنشنڈ نے انگورہ کی مجلس ملیہ کا شکریہ ادا کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ میں نے ٹرکی کو قومی اور مستحکم پایا ہے ۔ اور میرے سفر کا مقصد یہ تھا ۔ کہ میں پرائیویٹ طور پر بجائے امن و تکمیل صلح کی کوشش کروں ۔ میرا سفر کامیاب ہوا ہے ۔ اور مجھ کو امید ہے ۔ کہ صلح بہت جلد ہو جائیگی ۔ اگر یونان ایشیائے کوچک کو خالی کردے ۔ اور سمرنا ترکوں کو واپس دے دیا جائے ۔ جب آپ بیروت میں واپس آئے ۔ ڈیلی ٹائمز کے نامہ نگار سے آپ نے بیان کیا ۔ مصطفےٰ کمال پاشا اس شرط پر صلح کے لئے تیار ہیں ۔ کہ یونانی ایشیائے کوچک کو بالکل خالی کردیں ۔ اگر یونان نے ایسا نہ کیا ۔ تو وہ افغانستان ۔ مصر ۔ ایران ۔ ہندوستان سے مشرق وسطیٰ تک اپنی افواج کو پھیلا دینگے ۔ ۲۲ اگست کو آپ پیرس (فرانس) پہنچے ۔ جہاں موسیو پائینکارے وزیر اعظم نے آپ کا خیر مقدم کیا ۔ یہاں بھی آپ نے کہا

کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم ان مسائل کا پورے غور و خوض سے مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اور امید ہے کہ ہم عنقریب قوم اور ملک کی ضروریات پورا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ملک میں عدل و انصاف کے قیام سے بہت سی برائیاں دور ہو گئی ہیں اور ملک کی حالت بہت سدھر گئی ہے۔ اور اب موجودہ قانون کے نفاذ سے پورے طور پر امن امان قائم ہو گیا ہے۔

انگورہ کی بحری اور ہوائی طاقت

انگورہ گورنمنٹ ایک عرصہ سے بحری طاقت کے انتظام میں مصروف تھی مصطفےٰ کمال پاشا کی یہ دیرینہ خواہش ہے۔ کہ برّی طاقت کی طرح بحری طاقت بھی ایسی بنائی جائے۔ جو دشمن کا مقابلہ کر سکے۔

ایشیائے کوچک (اناطولیہ) میں اب بھی بہت سے بندرگاہ انگورہ کے ماتحت ہیں۔ جہاں جہازرانی وسیع پیمانہ پر ہو سکتی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کا سب سے بڑا امیر البحر امیر خیرالدین[1] پاشا اسی اناطولیہ کا رہنے والا تھا تعجب ہوگا۔ اگر اس کے وطن کے زندہ دل بہادر اور ملک و ملت کے شیدائی اپنی بحری طاقت کو مضبوط کر کے اس کی روح کو خوش نہ کر سکیں۔

اناطولیہ کی حکومت نے اب ان تمام ترکی بحری افسروں کو انگورہ میں بلا لیا ہے جو یورپ کی جنگ عظیم میں جرمنی کے جنگی جہازوں پر مامور تھے۔ اور جنہوں نے جرمنی کے بحری بیڑہ میں رہ کر ہر قسم کے بحری تجربات حاصل کئے ہیں۔ اس سے پہلے یہ بحری عثمانی افسر انگلستان میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔

معرکہ ابن آوانی کی شاندار فتح کی یادگار میں انگورہ میں اعلیٰ پیمانہ پر خوشیاں منائی گئیں۔ جنرل فوزی پاشا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور دیگر نامور اصحاب

[1] اس نامور ترک کے مفصل حالات اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔

۸۔ مفتشِ اعظم (یعنی انسپکٹر جنرل) مرکزی حکومت اور مقامی نظم و نسق کے سلسلۂ تعلقات کی درمیانی کڑی کا حکم رکھیگا۔

حکومتِ انگورہ کے انتظامی معاملات

ترکانِ احرار کی مجلس ملیہ کے دوسرے سالانہ جلسہ میں مختلف امور پر بحث کرنے کے بعد انتظامی معاملات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے فرمایا۔ ہماری حکومت کی غرض و غایت یہ ہے۔ کہ ملک کے اندرونی حالات میں نمایاں تغیر ہو۔ اور گذشتہ نقائص کو دور کر کے ہم ملک میں نظام و آئین کا بہترین نمونہ قایم کر سکیں۔ برادرانِ ملت ترکانِ احرار نے اپنے فرائضِ اعلیٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک کے مالی بوجھ کو اپنے شانوں پر اٹھالیا ہے۔ اور ہم بفضلِ خدا امید رکھتے ہیں۔ کہ آئیندہ بھی ملک کی ضروریات مالی کی کفیل قوم ہی ہوگی۔

ہمارے ملک میں اقتصادی مسایل کو اس قدر اہمیت نہیں دی جاتی مگر آپ نے ملک کے وسایل و ذرایع کو کام میں لاکر قوم کا اعتماد حاصل کرلیا ہے۔ عارضی صلح کے بعد ہمارے دشمنوں نے کوشش کی۔ کہ ملک کی معدنیات اور دیگر پیداوار کو اپنے قابو میں رکھیں۔ بلاشبہ قسطنطنیہ میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اور اس سے انہیں جرأت ہوئی۔ کہ اپنا دست آز کو ہمارے ملک کیطرف بڑھائیں۔ دوسری جانب ہم نے معدنیات اور زمین کی پیداوار کو اپنے تصرف میں رکھا۔ ملک کی درآمد و برآمد میں پورا توازن قائم کیا۔ شاہراہوں کی خوب دیکھ بھال کی اور ہر قسم کی آسانی بہم پہنچائی۔ تاہم ابھی تک تعلیم۔ حفظانِ صحت و محکمہ تعمیرات کے متعلق بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ کامیابی حاصل کرتے ہیں مستعدی سے کام کرنے۔ روپیہ فراہم کرنے۔ اور مناسب حالات کے پیدا

حالت درست کرتے جاتے ہیں۔

باب ششم

متفرقات

۱۔ حکومت انگورہ کا نظام آئینی

۲۰؍جنوری ۱۹۲۱ء کو جمعیت عالیہ قومیہ انگورہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں ترکان احرار کی مملکت کے انتظام و انصرام کے لئے مندرجہ ذیل قانون اساسی منظور کیا گیا۔ جہاں اس قانون کی توضیع میں ملک کے نظم و نسق داخلی کے عالمگیر معیار کی ٹھیم و بیش پیروی کی گئی ہے۔ وہاں اس کو یہ بھی شرف حاصل ہے۔ کہ یہ قانون سب قوانین آئینی سے زیادہ جمہوریت کا حامل ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں کی نمائندہ مجلس موجود ہے جس کا تعلق انتظامی حکومت کے ساتھ ہے۔ اس قسم کے منصفانہ اور جمہوریت آمیز قوانین کے باوجود بھی کہا جاتا ہے۔ کہ ترک ظالم ہیں۔

۱۔ اس قانون کے عمل درآمد کا اختیار مجلس منتظمہ کو حاصل ہوگا۔ جو مختلف شعبوں کے وزرا پر مشتمل ہوگی۔ یہ سب انتظام مجلس عالیہ قومیہ کے عطا کردہ اختیار سے ہوگا۔ جس کی میعاد حکومت بالعموم دو سال کی ہوگی۔ لیکن اگر کسی خاص صورت معاملات کے ماتحت اراکین مجلس مناسب سمجھیں۔ تو یہ میعاد بڑھائی جاسکیگی۔

۲۔ تمام ملک جغرافیائی اور اقتصادی وجوہ کی بنیاد پر ولایات یعنی صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ولایات کا زاوں (یعنی قسمتوں) پر مشتمل ہے وہ

قسمتیں اضلاع پر تقسیم کی گئی ہیں۔ جن کو "ناحیہ" کہتے ہیں۔ اس انتظام کے ماتحت جو علاقے سنجاک کہلاتے تھے۔ وہ منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔
۳۔ ہر ولایت میں تقریباً ایک خود مختار مقامی حکومت قایم کی جائیگی۔ اور اس امر کا خیال رکھا جائیگا۔ کہ حتی الامکان اختیارات سلطنت منقسم رہیں مرکزیت پیدا نہ ہونے پائے۔
۴۔ امور داخلیہ و خارجیہ کی عام نگرانی۔ اوقاف کا انتظام۔ عام وضع آئین و قوانین۔ امور فوجی۔ بین الاقوامی اقتصادی امور اور عام اہمیت رکھنے والے معاملات مجلس عالیہ قومیہ کی مجلس کابینہ کے ماتحت رہیں گے۔ لیکن تمام امور تعلیم دینی و دنیاوی۔ شعبۂ زراعت کے انتظامات۔ مقامات تجربی کا انصرام۔ نسل کشی مواشی۔ دیہاتی نمائشیں۔ امور عامہ۔ مقامی حفظان صحت۔ خدماتِ عامہ وغیرہ کے تمام معاملات کا اہتمام ہر ولایت کی حاکم با جلاس کونسل کے سپرد ہوگا۔ اور اس کونسل کے ارکان ہر دو سال کے بعد عام انتخابات سے منتخب کئے جائیں۔
۵۔ کازا (قسمت) کے امور کا انصرام ایک "قایم مقام" کے سپرد ہوگا۔ جو "والی" کے ماتحت کام کریگا۔ اور جس کے کام کی غالب نوعیت یہی ہوگی۔ کہ اضلاع کے انتظامات کی نگرانی کی جائے۔
۶۔ ضلع کا حاکم "مدیر" کہلائیگا۔ اور اس کی مدد کے لئے ضلع کی مجلس عامہ ایک مجلس منتظمہ منتخب کر کے دیگی۔ (مجلس عالیہ ضلع میں خود انتخاب عام کے ذریعہ سے منتخب ہوگی) مدیر معہ اپنی کونسل کے مقامی حفاظت۔ مقامی اخلاق اور عام مقامی امن و امان کا ذمہ دار ہوگا۔
۷۔ جہاں تک ولایات کے باہمی اقتصادی و معاشرتی تعلقات اجازت دیں گے۔ ولایات کو ایک حلقے میں محدود کیا جائیگا۔ اور اس حلقہ کا نام "حلقۂ تفتیش" ہوگا۔

جنگ کے روکنے کے لئے مَیں انگورہ میں گیا تھا۔

انگورہ اور برطانیہ کے تعلّقات

انگورہ اور انگلستان کے تعلقات پر حکومت ملیّہ انگورہ کے تیسرے سالانہ اجلاس میں خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے حسب ذیل الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا "انگلستان سے ہمارے تعلقات نے اگر عملی حیثیّت سے کوئی کار آمد نتیجہ حاصل کیا ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ مالٹا سے ہمارے بھائی چھوڑ دیئے گئے جنہیں سخت ناانصافی کے ساتھ قید کیا گیا تھا۔

مسٹر لائیڈ جارج اور کرزن اور حکومت انگورہ

پیرس کانفرنس کے وقت جب یوسف کمال بے وزیر خارجہ انگورہ۔ لارڈ کرزن وزیر خارجہ انگلستان سے مسائل مصالحت طے کرنے کے لئے ایک وفد لے کر لنڈن گئے تھے۔ تو مسٹر ایں رشاد بے ان دونوں وزیروں کے درمیان ترجمانی کا کام کرتے تھے۔ جب انگورہ کی یہ تجویز کہ آئندہ مشرقی کانفرنس اسمرنا (اناطولیہ) میں منعقد ہو۔ برطانوی حکومت نے مسترد کر دی حالانکہ فرانسیسی اور اٹالین حکومتیں منظور کرنے پر آمادہ تھیں۔ اور یوسف کمال بے واپس چلے آئے۔ تو ان کے آنے کے کچھ عرصہ بعد رشاد بے نے ایک خط برطانوی روش کے متعلق لکھا۔ جس کے چند جملے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-
میرا خیال ہے۔ کہ مسٹر لائیڈ جارج اور لارڈ کرزن یہ سمجھتے ہیں۔ کہ معاملہ کو طول دینے سے ترکوں کی حالت اور خراب ہو جائیگی۔ کیونکہ وہ بارہ برس سے لگاتار جنگ کر رہے ہیں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ برطانیہ کی یہ دوسری غلطی ہے۔ کیونکہ حکومت انگورہ کا وجود دراصل ترکوں کی نئی اور تازہ دم ہستی کا ثبوت ہے۔ آجکل ترکوں کو صرف اپنے اوپر بھروسہ ہے۔ اور خدا کے فضل سے امسال ترکی کی حالت پارسال سے بھی اچھی ہے۔ روز بروز ہم اپنی قوت مستحکم اور اپنی

کہ ترکان احرار کی فوج بہت مضبوط اور طاقتور ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں یونانیوں میں بددلی کے آثار ہیں۔

جنگ ٹرکی و یونان اور جنرل ٹاؤنشنڈ

میجر جنرل سر چارلس ٹاؤنزنڈ ممبر پارلیمنٹ نے سفر انگورہ سے واپس آکر لنڈن میں وقتاً فوقتاً اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور بار بار کمالی فوج کی تعریف و توصیف کی ہے۔ حال میں آپ نے جنگ ایشیائے کوچک کے متعلق خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ افیون[1] قرہ حصار بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ تقریباً یونانیوں کی مدافعانہ لائینوں کا مرکز ہے۔ یہ لائن عسکی[2] شہر کے جنوب میں قرعہ حصار تک جاتی ہے۔ اور وہاں سے مغرب کی طرف کم از کم الا شہر تک پھیلی ہوئی ہے۔ محاذ تقریباً ۷۰ امیل طویل ہے۔ میدان کارزار چونکہ بے انتہا پہاڑی ہے۔ جہاں توپوں کی نقل و حرکت بالخصوص دشوار ہے۔ اور محاذ بھی طویل ہے۔ اس لئے غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے حملہ کا وہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ جو مارچ ۱۹۱۸ء میں ہنڈن برگ اور لوڈین ڈرڈف نے اختیار کیا تھا۔ یعنی دھوکا دے کر گھس پڑنا۔ ترکوں کے اس جارحانہ حملہ کا خوف مجھے اسی وقت سے پیدا ہوا۔ جب وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج کی تقریر[3] نے صلح کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اسی

---

[1] [2] یہ دونوں مقامات ترکوں نے فتح سمرنا کے سلسلہ میں بزور شمشیر یونانیوں سے واپس لے لئے ہیں۔

[3] یہ وہی زہریلی تقریر ہے۔ جس نے عالم اسلام میں ایک مایوسی پیدا کر دی تھی۔ لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند اور وزیر ہند مقیم انگلستان نے اس کی کئی تاویلیں کر کے مسلمانوں کی دل دہی کرنی چاہی۔ لیکن ٹوٹے ہوئے دل خالی لفاظیوں سے کس طرح جڑ سکتے ہیں۔ ع دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ۔ اس تقریر میں یونانیوں کی پیٹھ ٹھونکی گئی تھی۔ اور کہا گیا تھا۔ اگر ان کو اجازت دیدی جائے۔ تو وہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور ترکوں کے لئے اکیلے ہی کافی ہیں۔ اسی تقریر سے مایوس ہو کر اگست ۱۹۲۲ء میں ترکوں اور یونانیوں میں جنگ چھڑ گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ ترک بفضلہ تعالیٰ اسمرنا پر قابض ہو چکے ہیں۔ اور تھریس اور قسطنطنیہ پر بھی ان کا عمل دخل جاری ہے۔ اور ابھی انشاء اللہ اور بہت سی کامیابیوں کی توقع ہے۔

نے تقریریں کیں۔ فوجوں کے ریویو اور ہوائی جہازوں کے کرتبوں نے سفرائے دول اور عام حاضرین پر خاص اثر کیا۔ ہم یہاں ہوائی فوجوں اور ہوائی جہازوں کا ذکر کرتے ہیں۔

رسالوں اور دستوں کے گذر جانے کے بعد تھوڑی دیر حاضرین نے آرام کیا۔ اور چاء وغیرہ کا شغل رہا۔ اس کے بعد ہوائی فوج کا معائنہ شروع ہوا۔ اور ہوائی جہازوں نے اپنے کرتب دکھانے شروع کئے۔ جس سے حاضرین حیرت میں رہ گئے۔ ہوائی جہازوں کے طریق انکشافات اور دشمن کے حالات معلوم کرنے کے طریقوں اور کام کے خطرات کو دیکھکر حاضرین بہت متاثر تھے۔ ہوائی جہازوں نے مثال و نمونہ کے طور پر وہ تمام باتیں دکھلائیں۔ جو میدان جنگ میں اور دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے انہیں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ یعنی جبکہ ہوائی جہاز دشمن کی توپوں میں گھر جائے۔ تو کیا کرے۔ اور جب بہت سی توپوں سے اس پر گولہ باری شروع ہو۔ تو وہ کیونکر ان سے اپنے آپ کو بچائے۔ ان تمام کاموں کو دیکھ کر حاضرین کے چہروں کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور ہوائی جہازوں کے خطرناک کاموں سے وہ گویا سہم گئے۔ جب ہوائی جہازوں کا کام ختم ہو گیا تو حاضرین نے اللہ اکبر کے نعروں اور تالیوں سے جو دیر تک جاری رہی۔ ایک قیامت کا شور برپا کر دیا۔ دو ہوائی جہاز جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف و مقابل تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک عثمانی توپوں کی کارگذاری میں مشغول جنگ رہے اس مقابلہ کا سماں نہایت زبردست تھا۔ لوگ خوفناک نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گویا یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کی عقول سلب ہو گئی ہیں۔ اور آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہے۔ اور وہ مدہوش پڑے ہیں۔

۱۹۲۲ء کے شروع میں مصطفٰے کمال پاشا نے مالیتے کے ہوائی سکول کے طلبا کو دعوت دی تھی۔ کہ وہ انگورہ آئیں۔ اور قوم پرست ترکان احرار

کے ہوائی دستوں میں شامل ہوں۔ اس پُرجوش دعوت کے جواب میں مذکورہ بالا سکول کے ڈیڑھ سو طلبا بیل گاڑیوں اور دیگر ذرائع سے انگورہ آگئے۔۔
ترکانِ احرار کے پاس اس وقت کئی ہوائی جہاز موجود ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ انگورہ سے بحیرہ اسود تک اپنے مفید مطلب لٹریچر لاتے ہیں۔ جہاں سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ خفیہ طور پر قسطنطنیہ پہنچا دیا جاتا ہے۔
اناطولیہ کی حکومت نے یونان کے خلاف بحری کارروائیاں بھی شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے۔ کہ بحر ارجنبیل میں انگورہ کی دو غوطہ خور کشتیاں جو اس کو روس اور یوکرین سے ملی ہیں۔ گشت لگا رہی ہیں۔ اور یونانی حکومت ان کی موجودگی سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوئی ہے۔
ایتھنز (یونانی دارالحکومت) کی اطلاعات ظاہر کرتی ہیں۔ کہ یونان کے جنگی جہازوں کے افسروں نے وزارت بحری کو اطلاع دی ہے۔ کہ انہوں نے ترکی غوطہ خور کشتیوں کو بحر میں گشت لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔ یونانی حکومت کو ترکی غوطہ خور کشتیوں کی موجودگی کا علم سب سے پہلے سمرنا میں ہوا۔ اور اس کے بعد ہی ایک یونانی اسٹیمر جو ساحل بیرہ سے آرہا تھا۔ غائب ہوا۔ ان خبروں اور واقعات نے یونانی حکومت کو مجبور کیا۔ کہ وہ احکام جاری کرے۔ چنانچہ بحری افسروں کو اس کے متعلق جدید احکام مل گئے۔ اور ساحل بیرہ کے محافظ افسر نے جہاز رانوں اور اسٹیمر والوں کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ اپنے جہازوں اور اسٹیمروں کو حرکت میں نہ لائیں۔ اور یونانی حکومت نے جو ہتھیار و آلات ان کے لئے بہم پہنچائے۔ ان سے وہ اپنے جہازوں اور اسٹیمروں کو مسلح کریں۔ اس سے پہلے یہ احکام بھی جاری ہو چکے ہیں۔ کہ بحری میناروں کی روشنیوں کو گل کر دیا جائے۔ اور صرف دن میں سواحل کے اندر جہازات و اسٹیمر داخل ہوں۔
ایتھنز کے ایک اور تار سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یونانی وزیر بحر اور امیر البحر نے یہ تجویز

کیا ہے۔ کہ اسٹیمروں اور جہازوں کی تعداد کو بڑھا دیا جائے۔ تاکہ وہ ترکی غوطہ خور کشتیوں سے کافی تجسس کریں۔ یونانی بحر ارضیل میں ان تدابیر میں مصروف تھے کہ اناطولیہ کے تاروں سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ عنقریب اناطولیہ کی گورنمنٹ اپنے وزیر بحر رؤف بک کو اس تجربہ کا انتظام سپرد کرنیوالی ہے۔

پچھلے دنوں شہزادی قادریہ حسین نے جو مصر کے شاہی خاندان کی ایک روشن خیال شہزادی ہیں۔ حکومت انگورہ کو ایک ہوائی جہاز بھیجا ہے۔ جس کا نام ہز ہائی نس نے دریائے سکاریہ[1] پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی کامیابی کی یادگار میں "سکاریہ" رکھا ہے۔ حکومت انگورہ نے اس گراں بہا تحفہ کو بسر و چشم منظور کیا ہے۔ اور اس کے لئے باحمیت و غیور شہزادی کا شکریہ ادا کیا ہے۔

جنرل ٹاؤنشنڈ انگورہ کے ہوائی جہازات کے متعلق لکھتے ہیں۔ قونیہ کے ہوائی جہاز کے کارخانہ میں میں نے دیکھا۔ کہ یونانیوں سے چھینے ہوئے ہوائی جہازات کی زور شور سے مرمت ہو رہی تھی۔ ترکوں کا بیان ہے۔ کہ دریائے سکاریہ کے معرکہ کے بعد سے وہ چودہ ہوائی جہازات چھین چکے ہیں۔ اور ان کا اب تک صرف ایک ہوائی جہاز چھینا گیا ہے۔ ہوائی جہازوں کے کارخانوں میں ترکی کاریگر جو جرمنی کے تعلیم یافتہ ہیں۔ حیرت انگیز کام کر رہے ہیں۔ اور شہد کی مکھیوں کی طرح ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔

---

[1] معرکہ سکاریہ مصطفےٰ کمال پاشا کے بہترین کارناموں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اپریل ۱۹۲۱ء کا ہے جس میں شاہ یونان کا بھائی ۱۴ اپریل کو میدان جنگ میں مارا گیا۔ یونانیوں نے اجزار ترک پر پوری سرگرمی سے حملہ کیا۔ جس کے جواب میں ترکی فوج کی کمان خود کمال پاشا نے اپنے ہاتھ میں لی۔ دریائے سکاریہ انگورہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں مصطفےٰ کمال پاشا نے پوشیدہ توپ خانہ جن کا عام ترکوں کو بھی علم نہ تھا۔ کئی میل تک قائم کر کے اپنی فوج کو یونانیوں کے حملوں سے پسپا ہونے کا حکم دیا۔ یونانی افواج تعاقب کرتی ہوئی جونہی زد پر آئیں۔ تمام پوشیدہ توپ خانوں کے منہ کھول دئے گئے۔

اس حادثہ سے چند ہی گھنٹوں میں ایک لاکھ کے قریب یونانی تباہ ہو گئے۔

حکومت انگورہ کی مالیات

بدنہاد یونانیوں اور ترکانِ احرار کے بعض اور گرم فرماؤں نے پچھلے دنوں انگورہ کی مالی حالت کو کمزور مشہور کرنے اور اس کی ساکھ گھٹانے کے لئے بہت سی بے اصل باتیں پھیلا رکھی تھیں۔

مارچ ۱۹۲۲ء میں ایڈیٹر اسلامک نیوز لنڈن نے ہز اکسلنسی بکر سمیع بے سے جو وفد انگورہ کی سرکردگی میں لنڈن میں تشریف فرما تھے۔ ملاقات کی دوران میں جب انگورہ کی مالی حالت کے متعلق استفسار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ حکومتِ انگورہ کی مالیات کا میزانیہ ساڑھے پانچ کروڑ پونڈ (بیاسی کروڑ پچاس لاکھ روپیہ) ہے۔ اور اسی تخمینہ کے مطابق موجودہ مصارف عمل میں لائے جا رہے ہیں۔

سال ماسبق میں انگورہ کی قومی مجلس نے جو بجٹ منظور کیا۔ اس کی میزان ۸۰ لاکھ پونڈ ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل بتائی گئی ہے:۔

۱۔ مصارف جنگ بشمول اخراجات مدرسہ جنگی پچاس لاکھ

۲۔ تعلیم و دیگر مدات ۳۰ لاکھ۔

نہ صرف مندرجہ بالا امورات ہی یونانیوں اور دیگر کرمفرماؤں کی دروغ بافیوں کے تار و پود الگ کرتے ہیں۔ بلکہ اس بات سے بھی ان کی تردید ہوتی ہے۔ کہ حکومتِ انگورہ نے ماہ اپریل ۲۲ء کی تنخواہیں یکم مئی ۲۲ء کو ادا کر دیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ حکومتِ قسطنطنیہ کی طرف سے جو جوان ترک طلبا یورپ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اور جن کو حکومت آستانہ وظائف دے رہی تھی۔ ان کے وظیفے بند کر دیئے گئے جب انگورہ میں یہ خبر پہنچی۔ تو وہاں کے محکمۂ تعلیم نے یہ وظائف اپنے ذمے لئے۔ چنانچہ اب وہ طلبا اپنی تعلیم آزادی و فارغ البالی کے ساتھ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔

ترکانِ احرار کی فوج ظفر موج

قومی فوج کا قیام ترکانِ احرار (انگورہ) کا سب سے بڑا اور قابل فخر کارنامہ ہے اور ہر ترک مرد۔ عورت اور بچہ اس فوج کا ممنونِ احسان ہے۔ کیونکہ اس فوج نے ترکوں کو آج بھی دنیا کی عظیم الشان اور آزاد قوموں کی صف سے پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ انگورہ کی فوج میں دو لاکھ سرفروش و جانباز مجاہد موجود ہیں۔ اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ بہت جلد یہ تعداد اڑھائی لاکھ تک پہنچا دی جائے۔ فوج کی کمان ان سرگرم و مخلص افسروں کے ہاتھ میں ہے۔ جنہوں نے میدانِ جنگ میں ملک و قوم کی ممتاز اور شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے علاوہ انگورہ کی عظیم الشان فوجی درسگاہ سے روزمرہ بیسیوں بہادر اور پُرجوش نوجوان فارغ التحصیل ہو کر نکل رہے ہیں۔ جن کے دلوں میں حب قومی اور حرارتِ اسلامی کا دریا لہریں لے رہا ہے۔

یہ اسی فوج کا صدقہ ہے۔ کہ آج جمعیتہ عالیہ انگورہ اس وسیع علاقہ پر حکومت کر رہی ہے۔ جو ولایت بغداد اور دیوان کی حدود سے شروع ہو کر بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کے ساحلوں تک منتہی ہوتا ہے۔ اور جس میں وہ وہ خوشحال دولتمند اور مطمئن لوگ رہتے ہیں۔ جنہوں نے آزادی حاصل کرنے اور آزاد رہنے کا عزم مصمم کر رکھا ہے۔

ڈیلی اکسپریس ترکانِ احرار کی فوج کے متعلق لکھتا ہے۔ اس وقت ایشیائے کوچک کے مختلف محاذات پر ایک لاکھ ستر ہزار جانباز مسلمان سپاہی موجود ہیں۔ اور اگر کسی وقت حکومتِ انگورہ نے دیگر جماعتوں میں سے بھرتی کرنا بھی ضروری خیال کیا۔ تو یہی تعداد چار لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھائی جا سکتی ہے۔ اللھم زد فزد

جب معرکہ اینِ آوانی کی یادگار میں انگورہ کی قومی مجلس نے ایک عظیم الشان جلسہ

۱۹۲۲ء میں کیا۔ تو اس جلسہ میں علاوہ تقریروں اور ہوائی جہازوں کے کرتبوں کے عثمانی سپاہ کا ریویو بھی ہوا۔ جس کی کچھ کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے
تمام اشخاص کے جمع ہو جانے پر پُرجوش تقریروں کا تبادلہ ہوا۔ اور پھر فوجی باجوں میں قومی گیت گائے گئے۔ جن سے تمام حاضرین نہایت متاثر ہوئے۔ باجوں کی دلکش آواز اور پُرجوش قومی نظموں نے حاضرین پر اس قدر اثر ڈالا تھا۔ گویا کہ وہ ایک نئی زندگی پا گئے ہیں۔ اور موت و ناکامی یا مایوسی و حرمان نصیبی کے بعد ان کو حیات تازہ اور کامیابی و شادمانی نصیب ہوئی ہے۔ اس کے بعد فوجیوں کے رسالے اور دستے حاضرین کے سامنے سے گزرے۔ سپاہیوں کی حمیت و غیرت اور قومی جوش سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ اکثر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں سفرائے دول اور اخبارات کے قائم مقام بھی بہت متاثر تھے۔ اور ترکی سپاہیوں اور افسروں کا جوش شجاعت دیکھ کر حیرت سے بے خود تھے۔۔ اس تاثیر کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ایک اجنبی نامہ نگار اپنے تاثر کو ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔
سپاہیوں کی پُرجوش فوجی آواز اس بات کا پتہ دیتی ہے۔ کہ ترکوں کے قلوب میں جنگ کا بہت زیادہ شوق و شغف ہے۔ اور ہر لمحہ وہ جنگ میں شریک ہونے کے لئے اپنے کو بیچین پاتے ہیں۔
اس اجتماع میں غیر ترکی حاضرین پر ترکی غیرت و حمیت کا بہت زیادہ اثر تھا جب کوئی رسالہ سامنے سے گذر جاتا۔ تو وہ یہ خیال کرتے۔ کہ شاید یہ آخری رسالہ ہے۔ لیکن اس کے بعد اور رسالہ آتا۔ اور پھر اس کے بعد اور بہت سے دستے گذرتے۔ پھر سواروں کے رسالے برہنہ شمشیر لئے ہوئے سامنے آتے اور حاضرین ان کی چالاکی و چستی سے مسرور ہو کر بے اختیار صدائے مسرت بلند کرتے اور تالیاں بجاتے تھے۔

غیر ملکی اور وطنی لوگوں کو سب سے زیادہ تعجب کُرد سواروں کے دستہ کو دیکھکر ہُوا۔ جو ترکی سپاہ کے ساتھ شریک ہے۔ اس رسالہ کے گذرنے کے بعد انجنیروں اور فوجی کارکنوں کی جماعت گذری۔ پھر انجمن ہلال احمر کی مختلف جماعتیں جن میں ہندوستان۔ افغانستان۔ ایران۔ اور قفقاز وغیرہ اسلامی ممالک کی ہلال احمر انجمنیں تھیں گزریں۔

فوجی ریویو کے بعد مصطفےٰ کمال پاشا نے فوج کی ترتیب و تشکیل کے متعلق فرمایا۔ غرض اس سے صرف یہ ہے۔ کہ دائمی امن و امان قایم کیا جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب حقداروں کو ان کے حقوق واپس دیئے جائیں اگر حقداروں کو ان کے حقوق نہ دیئے گئے۔ تو سمجھ لیجیئے۔ کہ اس وقت تک صلح ناممکن ہے۔ جب تک کہ یہ تمام لشکر بلکہ اس جیسے سینکڑوں ترکی لشکر تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اور ترکی سرزمین کے غیرتمند فرزند اپنی ہستی کو خاک میں نہ ملادیں۔

اگست ۱۹۲۲ء میں شیران انگورہ نے یونانی روباہ بازیوں کا پھر سدِ باب شروع کیا۔ عسکی شہر۔ افیون قرہ حصار۔ تلنبار۔ بیزلی۔ عبدین۔ سوما کے علاوہ اور کئی مقامات اپنے قبضہ میں کر لئے۔ ۱۲ ستمبر کو دس ہزار سپاہی اور چارسو یونانی افسر ترکان احرار نے قید کر لئے۔ اس وقت غازیٔ انگورہ نے اپنی افواج قاہرہ کے نام حسب ذیل حوصلہ افزا اعلان شائع کیا:۔

"افیون قرہ حصار اور تلنبار کی عظیم الشان لڑائیوں نے دشمن کی افواج کے اہم عناصر کو فنا کر کے تم نے اپنے وطن کی آبرو رکھ لی ہے۔ آج ترکی قوم کے پاس ایسے وجوہ دلائل ہیں۔ جن سے آپ کا شاندار مستقبل روشن نظر آ رہا ہے۔ غالباً اناطولیہ میں ابھی جنگ جاری رہیگی۔ بہادر سپاہیو! تمہارا پہلا کام یہ ہے۔ کہ سمندر تک پہنچ جاؤ۔ بڑھے چلو۔ اور پیشقدمی کئے چلو" ۔

اُمنڈ چلا آرہا ہے لشکر خونخوار انگورہ چھپیں گے اب کہاں اعدا تنہا ہی انگورہ
عساکر کا ترے کیا پوچھنا لشکر کی ترا سالار ہے جب خالد جرار انگورہ
مسلمانوں کا اقبال ایکدن پھر اوج پر ہوگا ترے صدقے ہیں اے شمشیر جوہر دار انگورہ

فتح سمرنا (۸ ستمبر ۱۹۲۲ء) کے بعد جنرل ٹاؤنشنڈ نے کمالی فوج کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کمالی فوج کی جنگی قابلیت کے متعلق کچھ واقفیت نہیں رکھتی۔ ان کی اخلاقی حالت حیرت انگیز ہے۔ سپاہی بالکل متحد اور متفق ہیں۔ ان کی خوراک اور وردیاں عمدہ ہیں۔ گولہ بارود کی افراط ہے۔ سابقہ جنگ میں ان کے پاس جو توپیں اور بندوقیں موجود تھیں۔ اسی قسم کی اب بھی موجود ہیں۔ ٹرکی جنرل اور افسر ہوشیار اور تجربہ کار ہیں۔ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قبل جنگ جو حالت تھی۔ اس کے مقابلہ میں اب ترکوں میں عظیم الشان تغیر رونما ہو چکا ہے۔

غازی مصطفٰے کمال پاشا نے جمعیت ملیہ کے تیسرے سالانہ اجلاس کی تقریب پر جو معرکتہ الارا تقریر کی۔ اس میں فوجی نظام اور جنگی کارروائیوں پر بالوضاحت روشنی ڈالی۔ فرمایا۔

دوستو! ان تمام تفصیلات کے بعد مجھے آپ سے اپنی بہادر فوج کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ جس نے ہماری قومی تاریخ میں سب سے زیادہ فداکارانہ خدمات انجام دی ہیں۔ (نعرہ ہائے مسرت)

ہماری مشرقی فوج نے اپنے پہلے قومی سال میں نہایت کامیابی کے ساتھ اس فرض کو انجام دیا۔ جو اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس کی کامیابیوں کی بدولت مشرقی ہمسایوں سے انہی شرائط پر ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ جو ہم چاہتے تھے۔ اب یہ فوج کامل امن و سکون کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ اور فن جنگ کی مشق اور تعلیم میں مصروف ہے (نعرہ ہائے مسرت)

حدود عراق اور حدود شام وغیرہ پر ہماری فوجوں نے ان فرائض کو بہت اچھی طرح ادا کیا ہے۔ جو ان کے سپرد کئے گئے تھے۔ اور اب بھی انہی کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔
مگر سب سے زیادہ شاندار اور یادگار خدمات ہماری مغربی فوج نے انجام دی ہیں۔ انی ابونو کی پہلی جنگ کے بعد ہماری فوج نے اپنے آپ کو ایسی حالت میں پایا۔ جس کی اصلاح ضروری تھی۔ چنانچہ ہم نے اپنی فوج کو اس خوبی کے ساتھ منتظم اور مضبوط کر لیا۔ کہ ہمارے دشمنوں کو اس کی بالکل خبر نہ ہو سکی۔ اسی زمانہ میں لنڈن کانفرنس ہو رہی تھی۔ یونانیوں نے سمجھا تھا۔ کہ وہ اس کانفرنس میں ہمیں دھوکا دیکر بہت فائدے اٹھا سکیں گے۔ مگر ہم نے ان کی تمام چالوں کو سمجھ لیا۔ آخر انہوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ اور جنگ کے اچھے موسم یعنی وسط مارچ کا انتظار کرنے لگے۔۔
چنانچہ ۲۳ مارچ کو انہوں نے ہر طرف سے ہم پر حملہ کردیا۔ اور اس میں دول عظمے جو ہمارے وطن پر اس وقت مسلط ہیں۔ ان کی سرپرست اور حامی تھیں (خدا انہیں غارت کرے) اگرچہ کچھ دن تک اپنی فتح کی جھوٹی خبریں اڑانے کے بعد انہوں نے تسلیم کر لیا۔ کہ وہ ایک خطرناک کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ انی لوکو کی دوسری جنگ تھی۔ طوبی یونار میں آخری معرکہ ہوا۔ اور اس میں ہمیں زبردست کامیابی ہوئی۔ اس جنگ نے دنیا میں ہماری قومی روح اور ہمارے مقصد کی اہمیت کو روشن کردیا۔۔
یونانی فوج کو اس زبردست شکست نے یونان میں ہلچل برپا کر دیا۔ اور شاہ قسطنطین نے اپنی اس ذلت کا بدلہ ان غریب ترکوں پر ظلم کر کے لینا شروع کیا۔ جو بدقسمتی سے اس وقت ان کے قبضہ میں ہیں انہوں نے اپنی فوجی قوتوں کو ننھے بچوں اور بوڑھوں پر آزمانا شروع کیا۔ آج ہر شخص جو حقیقت حال معلوم کرنا چاہتا ہے۔ یہاں آکر یونانیوں کی تباہ کاریوں

کے حسرتناک مناظر دیکھ سکتا ہے۔ ادنیٰ یونانی سپاہیوں نے نہیں۔ بلکہ
ان کے جرنیلوں اور شہزادوں تک نے بیدست وپا مسلمانوں کی جان
ومال اور عزت پر حملے کر کے اپنے جذبہ انتقام کو ٹھنڈا کیا۔ (صدائیں۔ خدا
انہیں غارت کرے) انہوں نے یہ دیکھکر کہ ان ہولناک مظالم کا چھپنا مشکل
ہے۔ تمام عالم کو دھوکا دینا شروع کیا۔ کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ محض
جنگی ضروریات کی بنا پر ہے۔ مگر گیا وہ یہ توقع کرتے ہیں۔ کہ دنیا کا کوئی شخص
اس سے دھوکے ہیں آجائیگا۔
اس طرح ہماری فوج نے دشمن کی نظروں سے چھپ کر اپنے نظام کو اس
قدر مکمل کر لیا ہے۔ اور ایسی زبردست ترقی کر لی ہے۔ کہ مسلسل کئی معرکوں
میں اس نے یونانی فوجوں کو شکستیں دی ہیں۔ اور دنیا پر اپنی قابلیتوں کو روشن
کر دیا ہے (نعرہ ہائے مسرت) آنیوالے واقعات بتلائیں گے۔ کہ ہماری فوج کس
قدر زبردست اور منتظم ہے۔ (صدائیں۔ انشاء اللہ)
اپنی فوج کا ذکر کرتے ہوئے ہیں آپ کو یہ بھی بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہم نے اس کی
تنظیم اور سازو سامان کی تکمیل کے لیے کیا کیا کوششیں کی ہیں۔ ہم نے اپنے
ملک میں سامانِ جنگ طیار کرنے کے جس قدر کارخانے قائم کئے ہیں۔ ان کا
کام بالکل قابلِ اطمینان ہے۔ ہم نے اس سال میں اپنی تمام صنعتی کمزوریوں
کو دور کر دیا ہے۔ اور آج ہم اپنی اکثر ضروریات کو خود پورا کرنے کے قابل ہو
گئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ سامان جنگ کی صنعت میں تو ہم نے اس قدر
ترقی کر لی ہے۔ کہ ہمارے جدید فوجی کارخانے ہر قسم کا سامان تیار کر رہے ہیں
شیل۔ بم۔ گولے۔ کارتوس۔ توپیں۔ بندوق اور تمام حربی ضروریات ہمارے
ہاں تیار ہوتی ہیں۔ ہم نے ایک کارخانہ بے تار برقی اور اس قسم کے دیگر جدید
ترین آلات خبر رساں تیار کرنے کے لیے قائم کیا ہے۔ اور اس کا کام بالکل
قابل اطمینان ہے۔ ہمارے پاس جدید قسم کے استحکامات قائم کرنے والے انجن

بھی کافی تعداد میں ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ فوجی وردیوں اور جوتوں کے لیے بیرونی امداد کے محتاج نہ رہیں۔ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اس سال ہر قسم کے کارخانے قایم کر لینگے۔

ہماری فوجیں اور ان کی صحت بہت اچھی ہے۔ عام طور پر زمانہ جنگ میں فوجیں جن بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ہماری افواج ان سے بڑی حد تک محفوظ رہیں سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ متعدی بیماریاں ہماری فوج میں نہیں پھیل سکیں۔ جنگ کی حالت میں ہمارے ہاں زخمیوں کو مدد پہنچانے کا کام بہت اچھے پیمانے پر کیا گیا۔ اور پہلے کے مقابلہ میں اب ہم نے اور زیادہ ترقی کی ہے۔ انی اونو کی پہلی جنگ میں جب کہ ہماری فوجوں کا نظام بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ ہمارے حربی شفاخانے قابل اطمینان حالت میں نہ تھے۔ اور ہر طبی جماعت کے پاس صرف ۲ گاڑیاں اور ۲ چارپائیاں ہوتی ہیں۔ مگر اب ہم ہر رجمنٹ کے ساتھ ایک پورا شفاخانہ مکمل سامان اور زخمیوں کو پہنچانے والی موٹروں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ میں اس جگہ انجمن صلیب احمر کی ان خدمات کا اعتراف کرتا ہوں۔ جو اس نے ہمارے زخمیوں کی اعانت میں انجام دی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین تحسین)

ہماری وزارت حربیہ میں جو محکمہ جنگی نقشے طیار کرنے کے لیے قایم کیا گیا ہے اس نے ہماری فوج کو ہر قسم کے نقشے اور جنگی مواقع کے متعلق ضروری معلومات مہیا کر دی ہیں مجھے پوری توقع ہے۔ کہ اس سال یہ محکمہ ہماری تمام فوجوں کو ملک کے کندہ کاری کیے ہوئے نقشے مہیا کریگا۔

ہمارے سواحل کی وسعت اور بحری ذرایع کی قلت کے باوجود ہماری وزارت بحریہ نہایت قابل تعریف کام انجام دے رہی ہے۔

فوج کے متعلق اپنا بیان کرنے سے قبل میں اس زبردست جوش اور فداکارانہ روح کی تعریف کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس سے قوم کی ہر جماعت نے ہم کو

دفاع وطن میں مدد پہنچائی ہے۔ اور جس کی وجہ سے آج ہماری فوج اس بلند درجہ تک پہنچ چکی ہے۔

حکومتِ اناطولیہ میں شراب کی قطعی ممانعت

مسٹر ہوائیٹ (ایک امریکن اخبار نویس) جب اناطولیہ کے صحیح حالات دیکھنے کے لیے انگورہ آئے۔ اور یوسف کمال پاشا سے ملے۔ تو بہت سی باتوں کے بعد غازی ممدوح نے ان سے کہا۔ افسوس ہے۔ حریص قومیں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ اس لیے ہم کو بھی جنگ جیسی ناگوار بات جاری رکھنی پڑتی ہے اس لیے کہ اگر ہم ہتھیار رکھدیں۔ تو ہمیں ڈالے جائیں۔ یہ تلوار ہی ہے۔ جو ہمارے حقوق ملکی کی حفاظت کر رہی ہے۔ لیکن ان حالات میں بھی ہم ملک کی حالت سدھارنے کی طرف سے غافل نہیں ہیں۔ ہم نے شراب نوشی کا قطعی انسداد کر دیا ہے۔ اب ہماری تمام قلمرو شراب کی لعنت سے پاک ہو گئی ہے۔ اور قمار بازی و بدچلنی کا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے۔

چنانچہ مسٹر واڈپرائیس ایک انگریز نامہ نگار قسطنطنیہ سے اخبارات لنڈن کے نام وسط اکتوبر ۱۹۲۲ء میں تار دیتا ہے۔ کہ حکومت انگورہ ممنوعات شریعت کو ارتکاب پر سخت سزائیں دیتی ہے۔ بروصہ کا ترکی حاکم قرآن مجید کے احکام کی سختی سے پابندی کر رہا ہے۔ اور جدید ترکی روح قومیت کی یہ بھی ایک علامت ہے۔ کہ جو شخص شراب پیتا ہوا پکڑا جائے۔ اس کو ۲۹ تازیانوں کی سزا دی جائے۔

ڈاک۔ تار اور ریلوے

برقی پیام رسانی کے انتظامات کے سلسلہ میں ۲۰ ہزار کیلومیٹر (تقریباً ۱۳ ہزار میل) تک اناطولیہ میں سلسلہ تار قایم ہو چکا ہے۔

اخبار الہلال جو سمسون سے شائع ہوتا ہے ۔ کمالی حکومت میں لاسلکی تلغراف کے متعلق لکھتا ہے ۔ محکمہ ڈاک وتار کی انجمن مالیات نے لاسلکی تلغراف (بے تار کے برقی پیام) کے سامان کی خرید کے لئے جو ۳۵۰۰ کیلومیٹر (۲۱۶۶ میل) کی مسافت پر خبر پہنچا سکے ۔ ایک لاکھ پچاسی ہزار زر کی اشرفیوں کی منظوری دی ہے ۔

دولت انگورہ نے سمسون اور سیواس کی ریلوے لائن پر از سر نو کام شروع کر دیا ہے ۔ اور بوزنطائن اور اطنہ لائن پر آمد و رفت بھی شروع ہو گئی ہے ۔

"میگر روم" نے اس تفصیلات کو شائع کیا ۔ جو اہل امریکہ نے ریلوے وغیرہ کے متعلق مشرق میں مراعات حاصل کرنے کے سلسلہ میں کوششیں کی ہیں ۔ امریکہ کی کمپنی "کونیڈلیشن" انگورہ سے خط و کتابت کر رہی ہے ۔ جن میں ان دو ریلوے لائینوں کے متعلق مراعات پر گفتگو ہے ۔ اس میں وہ معمولی کیلیمبر کی ضمانت کا مطالبہ نہیں کرتی ۔ ان ریلوں میں سے پہلی ریل سمسن ۔ سیواس ۔ ارض روم اور رواں ہوتی ہوئی سرحد ایران پر جا لگے گی ۔ دوسری ریلوے خلیج سکندریہ کے قریب ہوتی ہوئی اور میچ ہو کر شاید یہ بھی سرحد ایران پر ختم ہو گی ۔ چونکہ امریکن کمپنی ریلوے لائن کے متصل تیل کے چشموں کے متعلق مراعات حاصل کرنا چاہتی ہے ۔ لہٰذا ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ امریکہ "مقابلہ" میں مصروف ہے ۔ اور سمسون لائن ارض روم کے امید افزا تیل کے علاقوں اور جنگلوں تک پہنچ گئی ہے ۔ یہ ہی مراعات امریکن کمپنیاں ایران میں حاصل کر رہی ہیں ۔ اور وہاں مالی و اقتصادی حالت میں امریکہ کا عمل دخل ہے ۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے ۔ کہ حکومتِ ایران نے تین امریکن کمپنیوں سے کوئی معاہدہ کیا ہے ۔ ایک سے تیل کے متعلق دوسری سے مالی و صنعتی امور کے متعلق اور تیسری سے تعمیر ریلوے کے

متعلق امور طے ہو گئے ہیں۔
انگورہ کے اخبارات لکھتے ہیں۔ کہ ان ریلوے لائنوں کے بنانے سے بغداد ریلوے کی مزاحمت مقصود ہے جسے آج کل برطانیہ اور فرانس استعمال کر رہے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ چاہتی ہے۔ کہ اس قوم کی مزاحمت کی جائے۔ جو جہان بھر میں ۵۰ فیصدی مٹی کے تیل کی مالک ہے۔ ابھی ارض روم کے تیل کے چشموں سے ایک بوند بھی نکلی ہے۔
ریلوے کے علاوہ موٹروں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ جو موٹر لاریاں مسلسل باربرداری کی خدمات انجام دیں گی۔ ان کو محصولات سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہے۔
حکومت انگورہ کے ایک خاص اجلاس میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے محکمۂ تعمیرات کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ذرائع آمد و رفت طریقۂ رسل و رسائل۔ سڑکوں۔ ریلوں اور بندرگاہوں وغیرہ کی تعمیرات کا بھی ذکر کیا۔ اور فرمایا۔ ہماری موجودہ ریلوے لائن نہایت کامیاب رہی ہیں کیونکہ انہوں نے ہماری افواج اور سامانِ حرب کے لانے لے جانے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ دشمنوں نے دورانِ جنگ میں جو حصص تباہ کر دئے تھے۔ پھر تیار ہو گئے ہیں۔ انگورہ سیواس لائن کی خاص خاص سرنگیں بھی مکمل ہو گئی ہیں۔ ارض روم۔ انزرنجان لائن بہمہ وجوہ اب مکمل ہے۔ کوکورتھی۔ کہنو راڈینی کی شاخ بھی تیار ہو گئی ہے۔ سیمسون لائن کے ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں۔ پیمائش ختم ہو گئی ہے۔ کوچ حصار نومیہ شمنجیگ۔ اٹھیہ۔ اربعہ۔ نیک حصار۔ کالکیت لائن کی بھی پیمائش اب ختم ہے۔

زراعت اور صنعت و حرفت

انگورہ میں بیرونی سرمایہ داروں کی کمپنیاں بھی آزادی کیساتھ تجارت کا کام میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ایک فرانسیسی کمپنی ۳۰ ملین فرانک کے سرمایہ سے بندرگاہ رسینی پر کام کر رہی ہے۔ لیکن ان کے علاوہ ایک درجن سے زیادہ خالص ترکی کمپنیاں بھی وجود میں آچکی ہیں۔ جن کا مجموعی سرمایہ ۲½ لاکھ ترکی پونڈ ہے۔ جن میں ایک ترکی کمپنی "ایگریکلچرل کواپریٹو سوسائٹی" ۱½ لاکھ ترکی پونڈ کے سرمایہ سے ترتیب دی گئی ہے۔ جس کا یہ مقصد ہے۔ کہ وہ کسانوں کو روپیہ بہم پہنچائے اور تمام قسم کی زراعتی مشینیں وغیرہ مہیا کرے۔

بیلن یا ہموار کرنے کے آلے وہ چیزیں ہیں۔ جن کے لئے حکومت انگورہ بڑی خواہشمند ہے۔ انگورہ کے محکمہ زراعت نے بہت سی فرموں کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ زراعتی آلات کے نمونے برائے آزمایش ارسال کریں۔ چند کمپنیوں نے جواب اثبات میں دیا ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے۔ کہ براہ اسمد داہنی پولی یہ آلات انگورہ پہنچائے گئے ہیں۔

مجلس عالیۂ ملیہ کے تیسرے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر غازی مصطفٰے کمال پاشا ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی تقریر دلپذیر میں کاشتکاروں کے متعلق اپنے طویل خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ترکوں کی قوم کو خالص کاشتکاروں کی قوم بیان کیا۔ غازی ممدوح کی تقریر سے زراعت۔ صنعت و حرفت اور اقتصادیات کے حالات چونکہ بالتفصیل معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اس کا ضروری ملخص یہاں درج کیا جاتا ہے۔

حضرات! ہماری قوم کاشتکاروں کی قوم ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے۔ کہ موجودہ اقتصادی تدابیر پر کاربند ہو کر قوم کی زراعتی کوششوں سے غایت منفعت حاصل کریں۔ ہماری زراعتی حکمت عملی کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ہم کاشتکاروں کے کام کو علے الخصوص اس کے اپنے مفاد کے لئے بہت زور سے چلائیں۔ سب سے پہلے کاشتکار کو اپنی محنتوں کا۔ اپنی مساعی

کا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ لہذا ہمارے لئے ضروری امر یہ ہے۔ کہ ہم زراعت کے متعلق تمام علم کو مکمل کرلیں۔ اور اسے عمومیت کا جامہ پہنا دیں۔ ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں۔ اور کاشت کاروں کے سامان اور اوزاروں کو اس درجہ مکمل کرلیں کہ وہ بہتر کام کرنے کے قابل ہو سکے۔ اور ہم ایسی تدابیر سوچیں۔ جن سے کاشتکار کو اس کی محنتوں کا پورا فائدہ مل سکے۔

موجودہ قابل افسوس حالت کا موجب موجودہ ذرائع رسل و رسائل ہیں۔ ہمیں اس کا انداوا کرنا چاہیئے۔ ساتھ ہی ہمیں اپنے کاشتکاروں کے راستہ سے تمام مشکلات ہٹا دینی چاہیئے۔ مثلاً خاص خاص غلط اصول مبادلہ ہیں جن سے کاشت کاروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور قانون بھی ایسا ہے۔ جو ان کی محافظت کے قابل نہیں ہے۔ میں آپ حضرات کی توجہ اس قابل افسوس حرکت کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ جسے جلب فلوس کہتے ہیں۔ شکر ہے۔ کہ آج یہ سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ ورنہ ہمارے کاشت کاروں کے لیے کوئی جائے پناہ ہی نہ تھی۔ ممالک غیر سے وہ چیزیں آجاتی تھیں۔ جو ملک میں پیدا ہوتی تھیں اس لئے ہمارے ملک کی پیداگر وہ اشیا کی محافظت نہیں کی جاتی تھی ایسی ایک حرکت میں قوم اور ملک کی اقتصادی بربادی کا راز مضمر ہے۔ اور اس میں وہ اقتصادی مصیبت عیاں ہے۔ جس کی وجہ سے آج ملک پر غم و رنج کے بادل چھا رہے ہیں۔ آپ کو علم ہے۔ کہ ملک اپنی گرد و پیش کے واقعات اور اپنی اقتصادی انجمنوں کی وجہ سے کس حالت میں ہے۔ یہ بھی آپ جانتے ہیں۔ کہ ہم میں ابھی انفرادی اقتصادی قیمتوں کو یہ درجہ ارتقا نصیب نہیں ہوا۔ کہ مقابلہ میں کامیاب اتر سکیں۔ مزعومہ آزاد مبادلہ کا دور جو "تنظیمت" کی وجہ سے شروع ہوا تھا۔ ختم ہو گیا۔ اس نے ہمارے پاؤں میں اقتصادی بیڑیاں پہنا دی ہیں۔ حالانکہ ہمارے ملک کی پیداوار غیر ملک کے سامان سے مقابلہ کرنے میں اپنی محافظت کے ناقابل تھی۔ اپنے اقتصادی

نظام اور انفرادی طور پر کام کرنیوالوں کی اجرت کے رو سے غیر ممالک والوں کو
ہم پر تفوق حاصل ہے۔ اس لئے وہ منڈی پر قابض ہیں۔ اور بڑھے چلے جا رہے
ہیں۔ انہیں اجازت نامہ حاصل کرنے کے لئے کچھ ادا نہیں کرنا پڑتا۔ محاصل
میں بھی انہیں برتری حاصل ہے۔ جس وقت موزوں خیال کرتے ہیں۔ سوداگری
کا سامان ہمارے ملک میں لے آتے ہیں۔ جو گراں قیمت اور چند شرائط عائد
کرنے کے بعد ہمارے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔ اسے عارضی اور ہنگامی حالات ہی
کی مہربانی سے انہیں یہ معراج نصیب ہوا ہے۔ کہ وہ ہماری اقتصادی
سرگرمیوں پر حاوی ہو گئے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے ہم سے جو مقابلہ کیا ہے
وہ بہت غیر دوستانہ اور تکلیف دہ تھا۔ اس طریق سے ہمارے رقیبوں
نے ہماری ترقی کے ذرائع کو معدوم کرنے کا انتظام کیا ہے۔ انہوں نے ان
تمام باتوں کے علاوہ ہماری زراعت تک پر مہلک حملے کئے ہیں۔ انہوں
نے ہمارے اقتصادی اور مالی چمن میں زبردستی کاشتکاری کی ہے۔ اور اس اثمار
سے متمتع ہوئے ہیں۔
ترقی کے راستہ میں اقتصادی سرگرمیوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے
جو تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ ان میں ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم ایسے طریق بھی اختیار
کریں۔ جو ہماری زراعت کے ذرائع میں نئی جان پیدا کر دیں۔ اور اس طرح
اپنی ابتدائی صنعت اور اولین حرفت کو موجودہ آلات سے لیس کر دیں۔ جسے
ہم نے اپنی غفلت سے یوروپ والوں کے ہاتھوں تباہ ہونے دیا (غرباء)
انشاء اللہ) خیالات کے اس ضمن میں ہمیں اپنے جنگلات کی دولت کو فراموش
نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسے ہماری زراعت سے تعلق عمیق حاصل ہے
ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اس کی اس طرح نگہداشت کریں۔ کہ زیادہ سے زیادہ
بالواسطہ اور بلاواسطہ منافع کر سکیں
ہم اپنی معدنیات کے ذخائر و خزائن کو نکال سکتے ہیں۔ جو اب تک زمین کی

تر میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور بندرگاہوں کو قوم کے براہ راست فائدے کے لئے کھول سکتے ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے۔ کہ ہمیں سرمایہ داروں کو ہر قسم کی سہولت بہم پہنچانی پڑے گی۔ جو معدنیات کے کھودنے تعمیرات اور دیگر کاموں میں اپنا روپیہ لگانا چاہتے ہوں۔ لیکن یہ بھی قدرتی بات ہے۔ کہ ہم اس قسم کے سرمایہ کو اپنے قوانین کے ماتحت کرلیں۔

اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے۔ کہ ہمارے ملک کی اقتصادی بنیاد زراعت اور اس کے محاصل پر قایم ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے۔ کہ ہم اپنے ملک کی قدیم صنعتوں کو زندہ کرنے اور انہیں قایم رکھنے میں بھی مصروف ہوں گے۔ کپڑے کی صنعت درجہ اوّل پر ہے۔ اب ہمارا آئندہ طرزِ عمل یہ ہونا چاہیئے کہ ہم خاص خاص مقام پر نئی صنعتیں شروع کرائیں۔ وزارتِ اقتصادیات قومی ایک سال سے اس طرف متوجہ ہے۔

ان سپاہیوں کے خاندانوں کی مدد کے لئے جو میدان جنگ میں مصروف کارزار ہیں۔ اور حاجتمند اصحاب کے لئے تقسیم تخم اور زراعتی بنکوں کے ذریعہ سے واجبی قیمت پر زراعت و قلبہ رانی کے آلات واجبی قیمت پر تقسیم کئے جائیں گے۔

حفظانِ صحّت

انگورہ میں محکمہ تعمیرات۔ اقتصادیات اور دیگر محکموں کے ساتھ محکمہ حفظان صحت بھی قایم ہے۔ رضا نور بے اس محکمہ کے وزیر اور رشاد بے نائب وزیر ہیں۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے حکومت ملیّہ کے تیسرے اجلاس میں اس محکمہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ صحتِ عامہ کی نگہداشت کے لئے حکومتِ انگورہ جس کی عمر تین سال

سے زیادہ نہیں ہے۔ کس قسم کی مساعی جمیلہ کا اظہار کر رہی ہے۔ غازی ممدوح اپنی تقریر کے دوران میں فرماتے ہیں۔
حکومت کا مقصود اولیٰ یہ ہی رہا ہے۔ کہ ایسے طریقے سوچے جس سے قوم کو امن و عافیت کی زندگی نصیب ہو۔ اور ملک میں اقبال اور مرفہ الحالی کو دخل حاصل ہو۔ اس لئے ہر ممکن طریقہ سے اس مسئلہ پر غور و بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ صحت عامہ کی نگہداشت اور اس کی ذمہ داری کا بار اس کے کاندھوں پر بھی ہے۔ اس کا بھی فرض ہے۔ کہ معاشرتی برائیوں اور مجلسی بدبوں کے استیصال کے لیے کوشش کرے۔ اور وہ ذرائع استعمال کرے جو بحالات موجودہ اس کے دائرہ امکان سے باہر نہیں ہیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس ملک کی ضروریات کو محسوس کر کے مساعی بلیغ کی گئی۔ کہ ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کیا گیا ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) میں اناطولیہ میں صرف دو سو ساٹھ ڈاکٹر تھے۔ سال گذشتہ میں ان کی تعداد تین سو بارہ ہو گئی۔ اس وقت یہ مسئلہ پیش نظر اور زیر غور ہے۔ کہ پچاس اور ڈاکٹر متعین کیے جائیں۔ جو قصبات میں طبابت شروع کریں۔ کیونکہ اس حصہ میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔
ہم نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس سال متعدی امراض کے استیصال کی کوشش کی جائے۔ جن متعدی امراض کا علم ہو چکا ہے۔ ان کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے۔ اب انشاءاللہ ان کی صورت بھی دیکھنے میں نہ آئیگی۔ ہمیں خاص خاص قسم کی "ویکسین" کی اشد ضرورت ہے۔ ہم اپنے ملک میں وہ مواد تیار کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں ہمیں جس قدر کی کامیابی ہوئی ہے۔ اس کے متعلق آپ کی خدمت میں عرض کرنے کے لئے صرف یہ بیان کر دینا کافی ہو گا۔ کہ سیوآس میں چیچک کے لیے "ویکسین" کی تین لاکھ ٹیوبیں تیار ہو چکی ہیں۔ جن علاقوں میں موسمی بخاروں کا دور ہے۔ وہاں کونین کی مقدار کثیر تقسیم کی جا چکی ہے۔ آتشک کی وبا کو دور کرنے کے لیے ہم نے بہت سی

مالی قربانیاں کی ہیں۔

امورِ دینیہ و اوقاف

بعض لوگوں کو شاید خیال ہوگا۔ کہ حکومت انگورہ محض ایک فوجی حکومت ہے اور اس کا مقصد محض یونانیوں کا استیصال اور قسطنطنیہ کا دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ اور دنیوی جدوجہد میں وہ اس قدر مصروف ہے۔ کہ اس کو شریعت اسلامیہ اور امورات مذہبی کا مطلق خیال نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حکومت انگورہ ایک خالص آزاد اسلامی حکومت ہے۔ اگر یورپین سلطنتیں ترکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ تو وہ اپنے ملک کو آزاد کر کے اسلام کا نام روشن کر سکتے ہیں۔ لیکن یورپین سلطنتوں کی ریشہ دوانیاں ان کو ایک لمحہ بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتیں۔ چنانچہ تین سال سے حکومت انگورہ قائم ہے اب تک غازی انگورہ اور اس کی فوجیں دشمنوں کی مدافعت ہی سے فارغ نہیں ہو سکیں۔ باینہمہ نظام سلطنت۔ خارجی تعلقات۔ آزادیٔ پریس۔ زراعت وحفظان صحت۔ تعلیم وغیرہ امورات کے متعلق جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ ہزار غنیمت ہے۔ بلکہ انگورہ کو جن لوگوں نے دیکھا ہے۔ وہ اس تین سالہ سلطنت کو مہذب و شائستہ سلطنتوں میں شمار کرتے ہیں۔

امور مذہبیہ کے متعلق حکومت ملیہ کے تیسرے سالانہ جلسہ میں خود غازی ممدوح نے اپنے خیالات کا جو اظہار فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس شیر مرد غازی کو اسلامی اوقاف کے بہترین استعمال کے علاوہ مسلمانوں کی روحانی و اخلاقی زندگی کا کس قدر خیال ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

میں نے اپنی حکومت کے محکمہ امور مذہبیہ کے کاموں کو بہت غور اور خاص دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے نتیجہ میرے لئے بہت اطمینان بخش تھا۔ میں اس محکمہ کے تمام کارکنوں کو ان کے حسن خدمات پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور

ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ اصولاً ہم امور دینیہ کے انتظام پر کسی قسم کی رائے زنی نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ وہ کلیتہً قرآن کریم کے احکام پر مبنی ہیں جن میں نہ ہماری رائے کو کوئی دخل ہو سکتا ہے ۔ اور نہ کوئی نکتہ چینی ممکن ہے ۔ البتہ میں صرف ایک بات آپ سے عرض کرتا ہوں ۔ اور وہ یہ ہے کہ مساجد کے منبر مسلمانوں کی روحانی و اخلاقی زندگی کو درست کرنے کیلئے سب سے بہتر ذریعہ ہیں ۔ اس لئے وزارت امور دینیہ کے اہم فرائض میں سے ایک یہ بھی ہے ۔ کہ جمعہ کے خطبات ایسے مرتب کرے ۔ جو عامہ مسلمین میں خالص مذہبی روح پیدا کریں اور ان کی ہر طرح اصلاح کریں ۔
شہروں سے لوگوں کو ان ہی کی زبان میں خطاب کرنے سے عوام کے خیالات درست ہوں گے ۔ ایمان مضبوط ہوگا ۔ اخلاقی حالت میں اصلاح ہوگی ۔ اور ان کی مادی زندگی بھی روحانیت سے مجلا ہو جائیگی ۔
مگر اس کے لئے ضرورت ہے ۔ کہ ہمارے خطیب صحیح معنوں میں عالم ہوں ۔ یعنی علوم دینیہ سے پوری واقفیت رکھتے ہوں ۔ اور دنیا کے عام حالات اور مسائل جاریہ پر بھی پوری طرح اطلاع رکھتے ہوں ۔ مجھے امید ہے ۔ کہ وزارت امور دینیہ اس کام کو انجام دینے کے لئے خطیبوں اور واعظوں کی تعلیم کا ایسا بندوبست کریگی ۔ جس سے وہ صحیح معنوں میں قوم کے بہترین خادم ہو جائیں ۔
اوقاف کے متعلق مجھے آپ سے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ۔ کہ ملک کی دولت کا ایک بڑا حصہ ان کی جائداد پر مشتمل ہے ۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں ۔ کہ جناب وزیر امور دینیہ کو اس اہم شعبہ کے انتظام پر ویسی ہی توجہ کرنی چاہیئے ۔ جس کا وہ مستحق ہے ۔ ضرورت دراصل یہ ہے ۔ کہ اوقاف کی آمدنی سے ملک کو وہ فائدہ پہنچنا چاہیئے ۔ جو حقیقتاً اوقاف سے مقصود ہے ۔ اور جو شریعت اسلامیہ کی رو سے صحیح ہے ۔ وزارت دینیہ کو پوری مجلس الوزرا بلکہ پوری مجلس ملیہ سے مشورہ کرکے ایسے ذرائع اختیار

کرنے چاہئیں - جن سے اوقاف کی آمدنی فضول مدوں میں ضایع ہونے اور نااہل لوگوں کے قبضہ سے برباد ہونے کی جگہ مفید کاموں میں استعمال کی جا سکے - (صدائیں بالکل صحیح ہے)
اگر آپ اوقاف کی اصلیت پر غور کریں - تو آپ کو معلوم ہوگا - کہ اس کی غرض غربا و مساکین کی پرورش - علوم دینیہ کی اشاعت اور خیراتی اور دینی کاموں میں مالی مدد ہے - پس آمدنی کا مصرف خیراتی مسافر خانے شفاخانے - کاروان سرائے - حمام - کنوئیں - کتب خانے - مدارس اور اسی قسم کے دوسرے عام فائدے کے کام ہونے چاہئیں - (صدائیں بالکل صحیح ہے)

انگورا کے اخبارات اور پریس

کسی ملک کے تہذیب و تمدن اور کسی قوم کی آزادی و آزاد خیالی کا بہترین اندازہ اس ملک اور اس قوم کے پریس کی طاقت سے ہو سکتا ہے - جو ملک پریس نہیں رکھتا - جہاں اخبارات کا وجود نہیں ہے - یا ہے تو اخبارات قانونی شکنجوں میں جکڑے ہوئے ہیں - کہ حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی سطر نہیں لکھ سکتے تو وہ ملک کبھی زندہ و متمدن ملکوں میں شمار نہیں ہو سکتا -
انگورہ کی حکومت ایک بالکل جدید حکومت ہے - اس کی عمر تین چار سال سے زیادہ نہیں ہے - لیکن اس نے اپنی وسیع مملکت میں جس قسم کی آزادی پریس کو دے رکھی ہے - وہ اور ملکوں کے لئے قابل تقلید ہے - تمام دنیا جانتی ہے - کہ مصطفےٰ کمال پاشا نئی ٹرکی یعنی حکومت اناطولیہ کا بانی ہے - اس کو یہاں تک اقتدار حاصل ہے کہ وہ چاہتا - تاج زر اپنے سر پر رکھ سکتا تھا - لیکن اس نے وہاں

جمہوریت قایم کرکے اپنی وسیع الخیالی - نیکدلی - اور اصلی اسلامی سپرٹ کا ثبوت دیا ہے - ایسے زبردست شخص ایسی نمایاں و برگزیدہ ہستی کے بعض خیالات سے انگورہ کے اخبارات اور جمہوریہ کے بعض ممبروں کا اختلاف ظاہر کرنا اور باوجود اس اختلاف آراء کے مصطفےٰ کمال کا بدستور خدمات ملیہ میں سرگرم رہنا اور مکدر و کبیدہ خاطر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے - کہ انگورہ کی حکومت اناطولیہ کے لئے ابر رحمت ہے - اور وہاں کا پریس آزادی کی نعمت سے مالامال ہے -

چنانچہ حکومت ملیہ انگورہ کے تیسرے سالانہ اجلاس پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے آزادیئے مطابع کے متعلق جو تقریر کی - وہ انگورہ کے اخبارات و مطابع کی آزادی کی شاہد حال ہے - وہو ہذا -

دوستو ہر قوم جذبات اور عام احساسات کا ایک متحدہ خزانہ رکھتی ہے - ہر قوم کے درجہ تہذیب اور اس کے علوئے ذہنی اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے - کہ یہ جذبات اور عام احساسات کس نوع کے ہیں - اس لئے ہر قوم کو ضرورت ہے - کہ اس کی آرا و افکار ساری دنیا کو معلوم ہوں - اور دنیا کے عام خیالات و واقعات سے وہ باخبر رہے اقوام کی اس ضرورت کو جو شے پورا کرتی ہے - وہ اخبارات ہیں - جو قوم کی آواز کو بلند کرتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) ایک قوم کو روشن خیال کرتے اس کی ذہنی و دماغی قوتوں کو تازہ غذا پہنچانے - اس کے اندر ترقی کا احساس اور دوسروں کی برابری اور ان پر تفوق کا شوق پیدا کرنے اور رائے عامہ کو تربیت دینے کے لئے پریس ایک قوت ہے - ایک معلم ہے - اور ایک راہنما ہے پریس کی ان قوتوں اور اس کے ان فوائد سے انکار کرنا حقائق اور مشاہدات کو جھٹلانا ہے - میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں - کہ اس مجلس عالیہ کے دیگر فرائض میں سے ایک یہ بھی ہے - کہ وہ پریس کے معاملہ کو پوری اہمیت

دے - اور اس کی خدمات کو پوری قدر کے ساتھ دیکھ کر اس کو اس قدر ترقی کا موقع دے - کہ وہ بہترین اصول پر ملکی ترقی میں ہماری مدد کرنے کے قابل ہوں (نعرہ ہائے مسرت وتحسین)

انگورہ میں ایک پریس ایسوسی ایشن بھی قایم ہے - جس نے مجلس ملیہ عظمیٰ انگورہ کو اپنی ایک قرارداد کے مطابق لکھا - کہ وہ قسطنطنیہ - یونان اور بعض بیرونی ممالک کے اخبارات اور نمائندگان اور نامہ نگاروں کو دعوت دی جائے کہ وہ اناطولیہ میں آئیں - اور ترکان احرار کی فوج کے ساتھ میدان جنگ میں رہیں - ان کی نقل وحرکت اور خورد ونوش کے تمام اخراجات میدان جنگ کی افواج کے کوارٹر ماسٹر جنرل کے ذمہ ہوں - حکومتِ اناطولیہ نے پریس ایسوسی ایشن کی اس تجویز کو شرف قبولیت بخش کر ڈیڑھ سو سے زاید آدمیوں کو سرکاری طور پر اناطولیہ میں مدعو کیا ہے - ان کے علاوہ بیرونی سینما کمپنیوں کے نمائندوں کو بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے بغیر کسی فیس وغیرہ کے دعوت دی گئی ہے -

ان تمام نمائندوں کا صدر مقام اصمد ہوگا - جہاں ایک مخصوص ٹرین ٹیلیفون - لاسلکی اور ڈاک وغیرہ سے تیار رہا کریگی - یہ ٹرین ان کے حوالے کردی جائیگی - نیز موٹر کاروں کا ایک بیڑا بھی ان کی ضروریات کے لئے مقام چینی پر جو مارشل عصمت پاشا کا ہیڈ کوارٹر ہے - موجود رہیگا - پریس ایسوسی ایشن کا وجود ظاہر کرتا ہے - کہ انگورہ میں اخبارات کی بھی کافی تعداد ہوگی - اور وہاں پریس بھی بہت ہوں گے - مگر جن اخبارات کا نام ہندوستان کے بعض اخبارات میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے - وہ تین چار ہی ہیں - یہ اخبارات ملک وملت کے تحفظ اور اپنے وطن کی آزادی و ترقی کے نشہ میں کسقدر سرشار ہیں - اس کا اندازہ دکھانے کے لئے دونوں ہر ایک اخبار کا ایک ایک مضمون نہایت مختصر طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

اخبار ملی گوزٹ اپنے مضمون میں مسلمانان ہند کی مساعی انگورہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔
مسلمانانِ ہند کی ان مساعی نے جو تحفظ خلافت واحیاء ترکی کے متعلق انہوں نے کی ہیں۔ انگریزوں کے دلوں پر کافی اثر پیدا کیا ہے۔ اگر انگریزوں کو ہندوستان میں اپنی حکومت قایم رکھنی منظور ہے۔ تو وہاں کی رعایا کے جذبات اور حقوق کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ وزرائے یوروپ سے گفتگو کے دوران میں لارڈ جارج و مسٹر مانٹیگو نے ہندوستان کے حالات کے متعلق گفت وشنید کی تھی۔ اس وقت ہندوستان میں حکومت سے ترک موالات کا جو سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں منقطع ہو سکتا ہے۔ اور انگریزوں کی پریشانی اسی وقت رفع ہو سکتی ہے۔ جبکہ انگریز ترکوں سے صلح کریں۔ اور مسئلہ خلافت اور ترکی کے متعلق انصاف کریں۔ اور ہمارے حقوق میں کسی طرح دست اندازی نہ ہونے دیں۔
حاکمیت ملت نے اپنے ایک پُرجوش مضمون میں لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وطن پرست ترک کے خلاف سارے ممالک اسلامیہ میں زبردست پروپگنڈا شروع کرنیوالے ہیں۔ اس کے بعد اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ ایک جماعت جو تعداد میں بہت تھوڑی ہے۔ ابھی تک یہ امیدیں کئے بیٹھی ہے۔ کہ انگلستان کا ترکوں سے اتفاق ممکن ہے۔ پھر اس نے لکھا ہے۔ کہ آج ترکی حکومت تمام دنیا کے مسلمانوں کی حامی ہے۔ اور انگریزوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہمارے پاس ایسے وسائل موجود ہیں۔ کہ ہم سارے مشرق میں بغاوت کی آگ بھڑکا دیں۔ اس سے پہلے البتہ ہم اس کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ لیکن آج ہمیں اس کی پوری قوت حاصل ہے۔ انگریزوں کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ آج مشرقیوں میں جو صبر وسکینت پائی جاتی ہے۔ وہ صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ ابھی ان کی

امیدیں بالکل ساقط نہیں ہوئی ہیں۔ لیکن اگر مل ترکی مایوس ہو جائے۔ تو ساری دنیائے اسلام اس کے ساتھ ہو جائیگی۔ اور دنیا کا امن و امان خطرہ میں پڑ جائیگا۔ انگریزوں کو ہم آگاہ کئے دیتے ہیں۔ کہ انگورہ گورنمنٹ قدیم ترکی حکومت نہیں ہے۔ اور ہم نے واضح طور پر یہ ثابت کر کے دکھا دیا ہے۔ کہ ہم اپنے استقلال کی مدافعت کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور اس وقت تک کیسے کامیاب طریقہ پر اپنے حقوق کی مدافعت کی ہے

اگر ہم کو آئندہ مجبور کیا گیا۔ یعنی ہم جنگ کے لئے مجبور کئے گئے۔ تو انگریزوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ سارے مشرق میں بغاوت پھوٹ پڑیگی۔

انگورہ کے اس نامور اخبار نے معرکہ این آونانی کی یادگار میں اپنا ایک خاص نمبر نکالا۔ جو ترکان احرار کی تصاویر میدان جنگ کے نقشوں حریت آموز مضامین اور اپنی اعلےٰ طباعت کی وجہ سے نہایت شاندار تھا۔

انگورہ کے ایک اور قوم پرست اخبار نے جس کا نام صاف طور پر نہیں پڑھا جا سکا ترکی عزائم کا پُرجوش ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اناطولیہ میں یونان کا داخلہ یونان کے لئے محض ایک سرگزشت و قصہ ہے لیکن ہمارے لئے حیات و ممات کا مسئلہ ہے۔ یونان اگر مغلوب ہو جائے۔ اور ہمارے ملک و وطن سے مجبوراً خارج ہو جائے۔ تو کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ اور اس ملک کے مادہ حیات کو نقصان نہ پہنچیگا۔ وہ تو محض ہمارے وطن کے تصرف کے ہوس خام اور خیال باطل میں ہمارے مقابل آیا ہے۔ اگر مغلوب ہو جائیگا۔ تو خیال تصرف دو ہم مملکت کو خیرباد کہدیگا۔ لیکن ہماری حالت اس سے بالکل ہی مختلف ہے۔ یہ خاک (اناطولیہ و ایشیائے کوچک) ہمارے اجداد و امہات کا گھر ہے۔ اور ہمارے استقلال وجود کی تکیہ گاہ ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم مغلوب ہو گئے۔ تو ہمارے ہاتھ سے وہ چیز نکل جائے گی۔ جو ہمارا وطن ہے۔ جو ہمارا

سرمایۂ حیات ہے۔ جو ہمارے استقلال ملیہ کا سامان ہے۔ ہماری اور یونان کی حالتوں میں فرق عظیم ہے۔ اور چونکہ ہماری فتح و ظفر کے آثار ہویدا ہیں۔ اور ملک سے دشمن کا اخراج ہمارے لئے لازمی ہے۔ پس ہم جس قدر جلد شاہد مقصود سے ہمکنار ہوں۔ اور اپنے عزیز بھائی بہنوں کو یونانی مظالم سے بچائیں۔ اور اپنی مملکت کے منافع کے مالک ہو جائیں۔ اسی قدر بہتر ہے۔

اس وقت ہماری مملکت کا ایک بہترین حصہ سمرنا یونان کے دست غضب میں آگیا ہے۔ اور دشمن کی تخریبات و اثرات جنگ سے وہاں بہت زیادہ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اختتام جنگ کے بعد ہمارا فرض ہو گا۔ کہ اپنی مملکت کی آمدنی کو عمران بلاد و رفاہ عام میں صرف کریں۔ جس وقت سمرنا کو دشمن کے پنجے سے ہم نکال لیں گے۔ اور اس کی چیرہ دستی کو روک دیں گے۔ اس وقت بعض مالیات (ٹیکس) جو اس وقت ملک و ملت پر عاید ہیں۔ اُٹھا دیے جائیں گے

الہلال" نام کا ایک اخبار ہمستون سے بھی شایع ہوتا ہے۔ انگورہ کا کوئی اخبار براہ راست ہندوستان میں نہیں آتا۔ یا شاید نہیں آسکتا۔ ان کے کچھ اقتباسات انگریزی و مصری اخبارات میں شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہاں سے ہندوستانی جرائد میں نقل کئے جاتے ہیں۔

ترجمان انگورہ نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں اس کمالی مشن کا ذکر کرتے ہوئے جو سال رواں (۱۹۲۲ء) کے ابتدا میں اتحادیوں کے دارالخلافوں کا دورہ کر رہا تھا۔ لکھا ہے۔ دول مغربی پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ روس قابل اعتماد ہے۔ برطانیہ کی پالیسی پر حملہ کرتے ہوئے اخبار مذکور نے لکھا۔ اس امر کی کافی شہادت موجود ہے۔ کہ کمالی گورنمنٹ نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ایک اور مہم سر کرنے کے لئے میدان میں کود پڑے۔ خواہ کیسی ہی ڈپلومیٹک کوششیں کیوں نہ کیجائیں۔ وطن و اسلام کی عزت برقرار رکھنا ہمارا فرض آولیں ہے۔

انگورہ میونسپلٹی

بلدیہ انگورہ نے دو جدید طرز کی کلیں منگائی ہیں۔ جن سے سڑکوں پر پانی چھڑکا جاتا ہے۔ اور صفائی کی جاتی ہے۔ ایک غیر ملکی کمپنی نے انگورہ میں نالیوں کی تعمیر کے طرز جدید کا ایک خاکہ بھی پیش کیا ہے۔

محکمۂ تعلیم

مصطفےٰ کمال پاشا نے انگورہ میں استحکام کے بعد تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ کی ہے۔ جابجا مدارس کھول دیئے ہیں۔ اور جہاں تک اقتصادی حالت مدد دیتی ہے۔ روز بروز نئے مدرسے کھلتے جاتے ہیں۔ سیمسون میں ایک بحری کالج بھی کھولا گیا ہے۔ وزیر تعلیم پہلے ادیبہ خالدہ خانم تھیں اب حمد اللہ صبحی بے ہیں۔ جو پچھلے دنوں بخارا اور ترکستان کے دورہ پر وسط ایشیا کے مسلمانوں کی تعلیم کا معائنہ کرنے کی غرض سے گئے تھے۔ علاوہ ازیں انگورہ کے بڑھتے ہوئے بیرونی تعلقات کی وجہ سے جمعیتہ ملیہ عظمیٰ نے جامع ملیہ (یونیورسٹی) انگورہ کے ماتحت مشرقی علوم کی ایک عظیم الشان درس گاہ قائم کی ہے۔ جس میں اسلامی و نصرانی مشرقی اقوام کی زبانیں پڑھائی جائیں گی۔ جن میں مشرقی قوانین کی تعلیم بھی لابدی ہوگی۔

گذشتہ ایام میں اطالوی حکومت کا نمائندہ سنیور بٹوٹیوزی سیاحت انگورہ کے لیے گیا تھا۔ جہاں وہ ڈیڑھ ماہ تک مقیم رہا۔ اس نے اپنے سفر کیحالات بیان کرتے ہوئے انگورہ کے ترکی مدارس کے متعلق بیان کیا "انگورہ کے ترکی مدارس کو بھی میں نے اپنے اس سفر میں دیکھا ہے۔ اور واپسی میں اناطولیہ کے ان شہروں کے مدارس کا معائنہ بھی کیا ہے۔ جو میرے رستہ میں آتے تھے میں نے ہر درس گاہ میں بیداری اور ترقی کے آثار مشاہدہ کیے"۔

مجلس عالیہ ملیہ انگورہ کے تیسرے سالانہ اجلاس کی تقریب پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے تقریر کرتے ہوئے مکاتب و مدارس کا بھی ذکر کیا - اور فرمایا - کہ ہماری اقتصادی حکمت کے ابتدائی اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے - کہ ہم مکاتب اور اقتصادی کارخانوں کو قومی بنالیں - جو مفاد عامہ سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا - بہرحال ہمارے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کا خواہ کوئی طریقہ ہو - مگر ایک چیز ان کو ضرور آنا چاہیئے - اور وہ وطن کی حفاظت کے لیے لڑنا اور حریت و استقلال کی راہ میں جان دیدینا ہے - (نعرہ ہائے تحسین) دنیا کی موجودہ حالت اور اقوام عالم کے دستور کو دیکھتے ہوئے مجھے اس حقیقت پر یقین کامل ہو گیا ہے - کہ ایسے افراد کے لیے استقلال بلکہ زندگی ناممکن ہے - جو تنازع للحیات کی جنگ میں ہر قسم کے اخلاقی و مادی ہتھیاروں سے مسلح نہیں ہیں - اور ظاہر ہے - کہ پھر ایسی قوموں کے لیے زندگی کا حق کیوں کر رہ سکتا ہے - جو ناقابل افراد سے مرکب ہوں - (صدا ہائے احسنت احسنت)
مشہور فرانسیسی مصنف فلوڈ فادر نے جولائی ۱۹۲۲ء میں انگورہ کی سیاحت کی - تمازیئے انگورہ - ٹرکی قوم کے اتحاد - ترکان احرار کی فوج میں حیرتناک تغیر کا ذکر کرتے ہوئے مدارس انگورہ کا بھی ذکر کیا - اور لکھا صرف ایک ضلع کا یہ حال ہے - کہ اس میں دولت انگورہ نے ۳۶۵ مدارس جاری کر رکھے ہیں - ابھی وحشیان یونان نے اناطولیہ کے اکثر حصے تباہ کر دیئے ہیں - ورنہ اور بھی رونق ہوتی -

انگورہ میں یوم گیلی پولی

اپریل ۱۹۲۲ء کو اتحادیوں کے تخلیہ گیلی پولی کی سالانہ تقریب انگورہ میں نہایت دھوم دھام سے منائی گئی - غازی مصطفےٰ کمال پاشا جو اس جنگ کے بھی

روح رواں تھے۔ اس موقعہ پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے باچشمِ نم ان افسروں و سپاہیوں کی غیر معمولی جرأت و ہمت کا ذکر کیا۔ جو انہوں نے غازی موصوف کے زیر کمان ظاہر کی تھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ انہیں اس امر پر فخر و ناز ہے۔ کہ اس وقت ان کے گرد بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے بھوک اور فاقہ کشی کی تکالیف برداشت کی ہیں۔ اور پھر اس کے بعد جنگ دُرہ دانیال کے سر کرنے کا سہرا انہیں کے سر باندھا گیا۔ انہوں نے اس اعلان کا اظہار کیا۔ کہ قوم پرور فوج کے ممبران اپنے افعال سے دلیری اور جرأت و شجاعت کی ان شاندار روایات کو قایم و برقرار رکھینگے۔ جو انا فارطہ کے ہاں اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

شہر اطہ بازار کی واپسی پر اظہار مسرّت

یہ شہر بھی جو خالص ترک کی آبادی سے مملو ہے۔ اطنہ وغیرہ کی طرح جنگ یوروپ میں دشمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ اس کی واپسی کی سالانہ تقریب پر یہاں کے باشندوں نے نہایت مسرّت اور جوش کا اظہار کیا۔ "خوشی کا دن" یہی وہ مبارک دن ہے۔ جب ہمارے مجاہدین نے دشمنانِ دین کے میمنہ پر جبکہ وہ ہٹ رہا تھا۔ شیر کی طرح حملہ کیا۔ اور شہر کو واپس لے لیا۔ اس مبارک تقریب پر تمام دوکانیں بند تھیں۔ ہر گھر۔ ہر گلی کوچہ اور ہر مقام پر

لہ - ایڈریانوپل کے ماتحت ہے قسطنطنیہ سے جنوب کیطرف ۲۱۲ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے مردم شماری قریباً ۲۵ ہزار ہے۔ سب سے پہلا یوروپین شہر ہے۔ جس پر ترکوں نے اول ہی اوّل ۱۳۶۱ء میں اپنی فتوحات کا جھنڈا نصب کیا۔ یہاں ریشم۔ غلّہ۔ اون۔ کھال کی تجارت بکثرت ہے۔ خوش نما عورتوں اور پرفضا باغوں نے اسے نمونہ جنت بنا رکھا ہے پانچ سالہ عالمگیر جنگ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں یہاں ایک خون ریز معرکہ ہوا تھا۔ جس میں اتحادیوں اور ترکوں کے بلا مبالغہ لاکھوں آدمی مارے گئے تھے۔

قومی پھریرہ خوشی اور مسرت سے ہوا میں اٹھکھیلیاں کر رہا تھا۔ اس مبارک تقریب پر مصطفےٰ کمال پاشا بذاتِ خود تشریف لائے تھے۔ استقبال کے لیے سٹیشن اور اس کے تمام راستے ہر طبقہ کے لوگوں۔ مدارس کے طلباء اور لڑکیوں سے جن کے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے تھے۔ بھرے ہوئے تھے سردارِ قوم نے اس اژدحام اور مجمع کثیر میں فوج کا معائنہ کیا۔ اسی حالت میں مدرسہ کے ایک استاد نے ایک فصیح و بلیغ عبارت میں فوج و وطن کی نصرت و کامیابی کے لیئے دعا مانگی۔ اور دستِ بدعا ہوا۔ کہ وہ ذاتِ باری سمرنا اور ادرنہ کو بھی اطہ بازار کی طرح جلد واپس دلا دے۔

۲۵ شوال ۱۳۴۰ھ کو غازی مصطفےٰ کمال معہ سکرٹری وزارت جنگ و ہوم سیکرٹری و دیگر اعلیٰ اراکین بذریعہ سپیشل ٹرین ایلی کے میدان جنگ سے ہو کر بذریعہ موٹر اطہ بازار پہنچے۔ جہاں ازمیت کے کمشنر اور معززین شہر اور تمام قوم نے بڑی گرمجوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ اطہ بازار میں آپ نے دو دن قیام فرمایا۔ اور نماز جمعہ پڑھکر ازمیت کی طرف روانہ ہو گئے۔

پیرس کانفرنس اور احرارِ انگورہ

ترکی و یونانی معاہدہ

یونانیوں اور ترکوں میں تصفیہ اور ہنگامی صلح کے لیئے مدبرین انگلستان و پیرس وغیرہ نے فروری ۱۹۲۲ء میں پیرس میں ایک کانفرنس منعقد کی۔ جو پیرس کانفرنس کے نام سے موسوم ہے انگورہ کیطرف سے اس کانفرنس میں یوسف کمال پاشا شریک تھے۔ اتحادیوں نے بہت سی گفت و شنید اور بحث مباحثہ کے بعد ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء کو ترکی و یونانی ہنگامی صلح کی میعاد تین ماہ مقرر کی۔ چنانچہ اس معاہدہ کی تفصیلات و شرائط حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ترکی و یونانی ہنگامی صلح کی میعاد تین ماہ کے لیئے ہے۔ میعاد گذرنے کے بعد

یہ صلح از سر نو قابل تجدید ہوگی۔ جب تک کہ مبادیات صلح منضبطہ ہو جائیں۔
۲۔ اگر یونانی و ترک اس تجویز پر رضامند ہو گئے۔ تو یونانی، ترکی کمانڈروں اور اتحادیوں کے افسروں کی ایک کانفرنس بمقام قسطنطنیہ منعقد ہوگی۔ جو یونانیوں سے ایشیائے کوچک کے تخلیہ کی شرائط کا بندوبست کریگی۔
۳۔ ترکوں کو اجازت دی جائے گی۔ کہ وہ سمرنا پر اقتدار قائم رکھیں۔ لیکن گورنر یعنی حاکم سمرنا کا تقرر لیگ اقوام یا اتحادیوں کی منظوری سے ہوگا۔

یونانیوں نے شرائط منظور کر لیں

بقول بعض ولایتی اخبارات یونان کی دلی خواہش تھی۔ کہ جنگ کسی طرح ملتوی ہو جائے۔ چنانچہ اٹلی اور لارڈ کرزن (انگلستان) سے اس نے اسی قسم کی استدعا بارہا کی ہے۔ چنانچہ ۲۶ مارچ کا ایتھنز (پایہ تخت یونان) کا تار مظہر ہے۔ کہ یونان نے اتحادیوں کی پیش کردہ شرائط کے متعلق التوائے جنگ منظور کر لی ہیں۔

یہ شرائط کیوں منظور کی گئیں

جب یونانیوں نے شرائط صلح ماننے کی آمادگی ظاہر کی۔ تو ایک مبصر جنگ نے لکھا۔ جو قوم سمرنا کے قابض رہنے پر بارہا اصرار کر چکی ہو۔ وہ یکا یک التوائے جنگ پر راضی ہو جائے۔ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہے چنانچہ اس نے بتایا کہ یونان کی منظوری مندرجہ ذیل امور میں سے ایک کا اعتراف ہے۔ ۱۔ یونانی سپاہ دوبارہ جنگ کے لئے تیار نہیں ہے۔ ۲۔ یونان کی اندرونی حالت اتنی خراب ہے۔ کہ وہ جنگ کی طرف اپنی توجہ نہیں رکھ سکتی۔ ۳۔ یونان کی مالی کمزوریاں اسے آئندہ جنگ جاری رکھنے کی مانع ہیں۔ ۴۔ یونانی سپاہ کے افسر اعلیٰ کو متواتر تحقیقات سے اس کا ثبوت پہنچا کہ ترکی سپاہ کی تیاریاں یونانی سپاہ پر فوقیت رکھتی ہیں اور یہ کہ ترکی سپاہ تعداد میں بھی یونانی سپاہ سے زیادہ ہے۔ اور سامان اسلحہ جنگ بھی اس کے پاس کافی تعداد میں ہے

نمائندگان انگورہ کا دم خم

۲۷/ مارچ کے بعد یوسف کمال پاشا پیرس سے انگورہ چلے گئے۔ تاکہ اتحادی مدبرین سے جو گفتگو ہوئی ہے۔ اس کے نتائج انگورہ گورنمنٹ کے سامنے پیش کر سکیں۔ ۲۰/ اپریل کو یہ خبر برقی رَو کی طرح تمام دنیا کے اخبارات میں پھیل گئی۔ کہ ترکان احرار صلح کانفرنس کی تجویز تو منظور کرتے ہیں۔ مگر دول متحدہ کی تجاویز عارضی صلح ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تمام اناطولی اخبارات نے بھی اپنی حکومت کا ساتھ دیا اور لکھا کہ اتحادیوں نے جان بوجھ کر ایسے شرائط پیش کئے ہیں۔ جنہیں مسترد کرنے کے لئے ترک مجبور ہو جائیں۔ اور پھر وہ دنیا کے سامنے ترکوں پر الزام لگائیں کہ یہ جنگجو قوم صلح کی خواہشمند نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جب تک تھریس اور ادرنہ ترکوں کو نہ ملے۔ اور ان علاقوں پر بلا شرکت غیرے ان کے واحد اختیارات نہ ہوں۔ ان کے جائز مطالبات پورے نہیں ہو سکتے... احرار انگورہ صلح کے خواہشمند ہیں۔ لیکن وہ ایک منصفانہ اور عزت و وقار کی صلح چاہتے ہیں۔ ہنگامی صلح کے ڈورے ڈالنے سے مطلب یہ ہے۔ کہ یونان کو جس کا کچومر نکل چکا ہے۔ پھر ایک مرتبہ سنبھلنے کا موقعہ دیا جائے۔ تاکہ تین ماہ کے بعد وہ تازہ دم ہو کر پھر ترکوں کے مقابلہ پر آ جائے۔

مجلس ملیہ عظمےٰ (پارلیمینٹ) انگورہ

انگورہ میں مجلس قومی کا قیام

جب شہر قسطنطنیہ پر[۱] اتحادی افواج نے انصاف و عدل کا خون کرتے ہوئے زبردستی قبضہ کر لیا۔ اور جب بقول غازی مصطفےٰ کمال پاشا "قسطنطنوی پارلیمینٹ پر جو ایک نہایت ہی مقدس مقام شمار ہوتا ہے۔ اور تمام دنیا کی قومیں بھی اس کو ایسا ہی سمجھتی ہیں۔ عین بھرے اجلاس میں حملہ کیا گیا۔ اور ترکی قوم کے نمائندے انگریزی پولیس کے ہاتھوں سے بدمعاشوں کی طرح

۱؎ یہ واقعہ ۱۶/ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کا ہے۔

زبردستی گھسیٹ کر گھروں سے باہر نکالے گئے۔ ارکان مجلس۔ ڈپوٹی۔ جنرل علماء وغیرہ کو ان کے گھروں میں گرفتار کیا گیا۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں۔ اور ان کو جلاوطن کیا گیا۔ اور اس بنا پر کہ قوت ہی کا نام طاقت ہے۔ بندوقوں اور سنگینوں سے ہمارے سرکاری اور خانگی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ ترکی قوم اپنے تمام حقوق کو پامال ہوتے اور اپنی سلطنت پر ضرب شدید پڑتے ہوئے دیکھ کر اپنے نمائندوں کے حکم سے انگورہ میں جمع ہوئے جہاں اس نے ایک انتظامی کمیٹی قائم کر کے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا"

مجلس ملیہ کا اجلاس اوّل

جب ٹرکی کے دارالخلافہ پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا۔ اُن دنوں مصطفےٰ کمال پاشا مشرقی ترکی فوج اناطولیہ کے کمانڈر تھے۔ فداکاران ملت جو خدمت وطن کے لئے سربکف تھے۔ متحد ہو کر آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اتحادیوں نے مصطفےٰ کمال پاشا کی آزاد ہستی کو اپنے لئے خطرناک سمجھا۔ ان کی تحریک سے ٹرکی کی مجبور و پابند اور برائے نام حکومت نے مصطفےٰ کمال پاشا کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً آستانہ میں حاضر ہوں۔ یا اپنے آپ کو فوج کی کمان سے بالکل علیحدہ کر لیں۔ لیکن پاشائے ممدوح نے جو جانتے تھے۔ کہ اس حکم کے پردہ میں استادان ازل تار ہلا رہے ہیں۔ حکومت ٹرکی کا حکم ماننے سے انکار کر دیا مصطفےٰ کمال پاشا کی زیر سرپرستی قومی تحریک انگورہ میں نشو و نما پانے لگی مجلس کے تین سو پچاس منتخب ممبر مقرر کئے گئے۔ جن میں صرف قسطنطنیہ کے ایک سو ازسٹھ فدایان ملت شامل تھے۔ اس مجلس کا پہلا اجلاس ۲۳ر اپریل ۱۹۲۰ء کو انگورہ میں منعقد ہوا۔ جس میں اس امر کا اعلان کیا گیا۔ کہ ترک اپنے ملک کی قسمت کا خود فیصلہ کریں گے۔ اور بغیر کسی بیرونی دست اندازی کے ملکی اور خارجی قیود کی زنجیروں کو توڑ دینگے۔

مجلس ملیہ کا دوسرا اجلاس

ترکان احرار کی قومی مجلس کی دوسری سالگرہ ۲۳؍ اپریل ۱۹۲۱ء کو منائی گئی

مصطفےٰ کمال پاشا نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ اس قومی مجلس کے افتتاح کو آج دو سال گذر چکے ہیں۔ روز قیام سے لے کر اس وقت تک چودہ اجلاس منعقد اور چالیس قوانین پاس ہو چکے ہیں۔ مَیں آج پھر بانگ دہل اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہم اپنی زندگی۔ اپنی عزت اور اپنے ملک کو بچانے کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں گے۔ ہمارے گرد اس فوج سے بھی بہتر فوج ہے۔ جو قسطنطنیہ میں ہم دیکھتے تھے۔ یہ فوج ہمارے دشمن کو دنداں شکن جواب دینے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتی ہے۔ اسی فوج کی بدولت ہمارے مرد عورتیں اور بچے اطمینان سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمارا نصب العین جنگ نہیں۔ بلکہ قومی آزادی ہے۔

ترکان احرار کے اس لشکر جرار کی مدد سے ہم نے آرمینیوں کو مشرق میں شکست فاش دی۔ یونانیوں کو مغرب میں ناک چنے چبائے اپنی عظیم الشان فتوحات کا نتیجہ تھا۔ کہ ان ممالک پر جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ دوبارہ ہمارا تصرف ہو گیا۔ مَیں باشندگان انگورہ کی مدح سرائی کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جنہوں نے مصیبت کے وقت بہت ہمت و استقلال کا ثبوت دیا۔ اور اپنے شہر کی حفاظت میں ایسی شجاعت و مردانگی کا اظہار کیا۔ کہ زمانہ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

ہم نے معدنیات اور زمین کی پیداوار کو اپنے تصرف میں رکھا۔ ملک کی درآمد برآمد میں پورا پورا توازن قائم کیا۔ شاہراہوں کی خوب دیکھ بھال کی۔ اور ہر قسم کی آسانی بہم پہنچائی۔ تاہم ابھی تک تعلیم۔ حفظان صحت۔ محکمہ تعمیرات کے متعلق بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

عہد نامہ سیورے ہمارے لئے پیغام اجل تھا۔ مگر برادران قوم باوجود دشمن کی مسلسل کوششوں کے آج عہد نامہ سیورے کا کوئی وجود نہیں ؎

ہمارے دشمن ہم پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔ اور ایسی وحشیانہ حرکات کا مرتکب ارتکاب کرتے ہیں۔ کہ مغربی تہذیب کو اس پر شرم آنی چاہیئے۔ بخلاف اس کے ہماری حکومت میں ہر مذہب و ملت کے لوگ امن و آسائش سے رہتے ہیں۔ اور اپنے حقوق سے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور یہی اسلامی سلطنت کا شیوہ ہے۔

مجلس ملیہ کا تیسرا اجلاس

اس مجلس قومیہ کی تیسری سالانہ تقریب کا جلسہ ۳ر مارچ ۱۹۲۲ء کو ایک بجکر تیس منٹ پر منعقد ہوا۔ اعیان انگورہ۔ ممبران مجلس۔ فوجی و سول عہدیدار اور سلطنت اناطولیہ کے معزز نمائندے موجود تھے غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کامل دو گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ پارلیمنٹ اور سرکاری محکمہ جات کی گذشتہ کارروائیوں کو بیان فرماتے ہوئے داخلی حکمت عملی کے متعلق فرمایا۔ ترکی کاشتکار ملک کا مالک اور سردار ہے اس بنا پر ہماری حکومت کا خاص مقصد یہ ہوگا۔ کہ اپنی جماعت کاشتکاراں کی راحت و خوش حالی کا تیقن بہم پہنچائیں۔ ہمارے ملک کی موجودہ نزاکت حال کا واحد سبب یہ ہے۔ کہ اس بنیادی و اہم اصول کا زمانہ گذشتہ میں احساس نہیں کیا گیا۔ کُل سات صدیوں تک ہم نے کاشتکاروں کا خون بہایا۔ ہم نے اُن سے ان کی محنت اور ان کی کفایت شعاری کا ثمرہ لے لیا۔ اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ ہم نے اُن کے پُر ایثار خدمات کے صلہ میں ناسپاسی کا برتاؤ کیا۔ برخلاف اس کے آج میں اس جماعت کاشتکاراں کے روبرو کھڑا ہوں۔ جن کو اگرچہ ہم نے اپنے طرز عمل سے غلام بنا دیا ہے۔ لیکن جو انسانیت کے نقطۂ خیال سے جو دراصل صحیح نقطۂ خیال ہے۔ اور جو ان کی تمام مسرتوں کو مقصد اوّلین قرار دیتا ہے۔ ملک کے حقیقی مالک ہیں۔

ہماری قومی تعلیم کی پالیسی کا اصل الاصول یہ ہے۔ کہ جہالت کا استیصال ہو جائے۔ حکومت کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ قانون و انصاف کا نفاذ کرے۔ لیکن ہم دین و ملت کا احیا اسی وقت کر سکتے ہیں۔ جب عام فہم اصطلاحات میں قانون کی تشریح کردیں۔

ہماری خارجی حکمت عملی کا بنیادی اصول ہمارا "قومی پیمان" ہے۔ ان لوگوں کو جو اس پیمان کو قبول کرتے ہیں۔ ہم اپنا محب صادق سمجھتے ہیں۔ روس کی سوویٹ جمہوریہ سے ہمارے برادرانہ تعلقات کا استحکام ہماری خارجی حکمتِ عملی کا لازمی شعبہ ہے۔

ہر اس قوم کے ساتھ جو ان اصولوں کے مطابق ہماری مکمل آزادی کو تسلیم کرتی ہے۔ ہم دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سردست مشرق کی تمام اقوام کے مابین مکمل برادرانہ تعلقات قائم ہیں۔ آذربائیجان۔ افغانستان۔ بخارا۔ ایران اور ہم لوگ اس میں شامل ہیں۔

دوسرے ممالک سے بھی ہمارے تعلقات خوشگوار ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ ہم کو ایک ایسی صلح کے قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ جس سے ہماری خود مختاری کا تیقن نہیں ہوتا۔ اگر ان کا یہ خیال ہے۔ کہ ہم جنگ سے تھک گئے ہیں۔ تو سخت دھوکے میں ہیں۔ ہماری جرار افواج نے جن کا وجود ہماری قومی زندگی کے لئے نہایت اہم و ضروری ہے۔ دشمن شدید جنگ کے بعد غلبہ حاصل کرلیا ہے۔ اور آیندہ آنے والے واقعات اس کی قوت و جبروت کو کافی طور سے ثابت کردیں گے۔

مجلسِ ملّیہ کا چوتھا اجلاس

اس اجلاس میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے داخلہ حکمت عملی اور نظم و نسق عیسائی قلیل التعداد آبادی کے حقوق۔ ملک کی داخلی حالت۔ حفظانِ صحت۔ آزادیٔ مطابع زراعت اور صنعت و حرفت۔ امور دینیہ۔ پناہ گزینوں کی مدد وغیرہ کے

متعلق اپنے بیش قیمت خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان میں سے حفظان صحت۔ زراعت اور محکمہ تعمیرات وغیرہ کا ذکر مناسب مقامات پر درج ہو چکا ہے۔ یہاں ہم غازی ممدوح کے وہ الفاظ درج کرتے ہیں۔ جو خداوند کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو عجز و نیاز کا نادر تحفہ لیکے جاتے ہیں۔ اور قوم کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ تو جوش و خروش کے جذبات سے اُچھل اُچھل پڑتے ہیں۔ اجلاس کا افتتاح کھتے ہوئے آپ نے فرمایا"

اس کامیابی کے لئے میں سب سے پہلے مالک الملک فاطر السموات والارض کے حضور میں گردن نیاز خم کرتا ہوں۔ ان مخلصانہ مساعی کا بھی مرہون ہوں۔ جن سے اس مجلس کی سرگرمیوں کو جوش اور ترقی نصیب ہوئی۔ جن کی بدولت گذشتہ بارہ ماہ میں ملت کا۔ فوج کا۔ مجلس ملت کا ستارہ اقبال درخشاں تر ہوتا گیا۔ ہم پر ہر روز نت نئی جنگ کا بادل چھایا رہا۔ لیکن ہر سال جنگ کی واقعات و حوادث کے باوجود حریت کا جذبہ۔ آزادی کی روح لچک لچک کر ابھری۔ دبی اور بھڑکی۔ قوم کے ہر گھر سے ہر فرد ملت کے سینہ سے ہر شہر کے باشندے کے دل سے حریت کا جذبہ ٹپکتا رہا۔

عیسائیوں کے حقوق کے متعلق فرمایا۔ مسیحی جو ٹرکی (اناطولیہ) کی آبادی میں بہت قلیل حصہ رکھتے ہیں۔ اپنے حقوق حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے حقوق کی توثیق ہو چکی ہے۔ انہیں ان اصولوں پر حقوق عطا کئے گئے ہیں۔ جو اوّل ائیتلاف اور بعض احباب اور مخالفین نے ان قلیل التعداد آبادیوں کو دلائے ہیں۔ ہماری حکمتِ عملی اور ملکی نظم و نسق کا ناقابل استردا د اصول یہ ہے۔ کہ تمام باشندوں کی جان اور مال عزت و اقبال کی حفاظت کی جائیگی۔ ان میں قلیل التعداد اقوام بھی شامل ہیں۔

مجلس عالیہ ملیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اب میں قوم کے سامنے ان کارروائیوں کا ایک مجمل خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں

جو مجلس عالیہ ملیہ نے اپنی زندگی کے دوسرے سال میں انجام دی ہیں۔ کام کی تفصیلات اس رسالہ میں درج ہیں۔ جو آج ہی آنریبل ممبروں کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ سال زیر بحث میں مجلس ملیہ نے ۱۶۷ جلسے کئے۔ جن میں ۳۵۹ نشستیں (اجلاس) منعقد ہوئیں۔ ان نشستوں میں ۲۷۱ بالکل عام تھیں۔ ۶۹ خفیہ اور ۱۹ ایسی جو ایک حد تک عام تھیں اور ایک حد تک خفیہ۔ سال پیوستہ میں صرف ۷۱ قانونی تجاویز اور مسودے مجلس ملیہ کے سامنے پیش ہوئے تھے۔ مگر اس سال جو ابھی ختم ہوا ہے۔ ۳۵۵ پیش ہوئے۔ اور دس رپورٹیں غور و بحث کے لیے پیش کی گئیں۔ تمام مسودات اور اہم کاغذات جن پر اس مجلس میں بحث ہوئی ہے۔ ۴۴۵ تک پہنچتے ہیں۔ جن میں سے ۴۹ قوانین کی شکل میں پاس ہوئے۔ ۶۵ رد کر دیئے گئے۔ ۹۰ مجلس الوزرا کی طرف منتقل کر دیئے گئے۔ ۱۵ کو خود محرکوں نے واپس لے لیا۔ ۱۰ کو موجودہ قوانین میں شامل کر لیا گیا۔ اور ۱۸ کو مجلس الوزرا نے منظور کر لیا۔ اس طرح ان تمام قوانین کی تعداد جو مجلس کی منظوری حاصل کر چکے ہیں ۳۳۸ تک پہنچتی ہے۔ بقیہ ۱۰۶ ابھی مجلس میں پیش ہیں۔ اور اس سال کے لیے جو اب شروع ہو رہا ہے۔ ۲۰۷ تجاویز تیار ہیں۔

مجلس ملیہ کے چشم دید حالات

ایک انگریز نے پارلیمنٹ انگورہ کے چشم دید حالات لکھے ہیں اس میں بتایا ہے۔ کون کون لوگ وہاں آتے ہیں۔ اجلاس میں کیا ہوتا ہے۔ لوگ کس طرح بیٹھتے ہیں۔ انہیں حالات کی ذیل میں وہ لکھتا ہے۔ ... اسمبلی ہال میں تماشائیوں کی گیلری میں سے میں ان چھوٹے سلطانوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو ایک نئی ٹرکی کی تعمیر کے درپے ہیں۔ انگورہ کی مجلس ملیہ عظمیٰ مغربی پارلیمنٹوں سے بہت مختلف معلوم ہوتی تھی۔۔ انجمن اتحاد و ترقی کے دفتر کی عمارت میں یہ پارلیمنٹ اپنا اجلاس کرتی ہے

اس کے عظیم الشان کمرہ میں اسمبلی کا اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں صدر کے لئے ایک بلند چبوترہ ہے۔ اور اراکین کے لئے ڈسک اور بنچیں۔ اراکین کے اجتماع سے مختلف رنگوں کا ایک عجیب گلدستہ تیار ہوجاتا ہے۔ کہیں سرخ قمیض۔ بالدار ٹوپیاں۔ رنگدار عمامے۔ خوش رنگ رومال۔ کھلے کپڑے اور کلابتونی صدریاں اور کہیں کہیں یوروپین کوٹ۔ یہ تھا نقشہ جسے میں دیکھ رہا تھا۔ شہروں اور بندرگاہوں کے سوداگر جو دیوانوں پر بیٹھنے کے عادی ہیں۔ ان سخت چوبی بنچوں پر بیٹھنے میں قدرے تکلیف محسوس کررہے تھے۔ اور اپنے قسطنطنیہ کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ پہاڑی کرد جن کے یوروپین لباس ان کے کرخت خط وخال سے مل کر عجیب تضاد پیدا کررہے تھے۔ فراخ چہرہ۔ اناطولوی کسانوں کے ساتھ کھوا سے کھوا لگاکر بیٹھے۔ کہیں کہیں مسلمان امام بھی نظر پڑتے تھے۔ اور بعض جگہ سبز پٹہ ظاہر کرتا تھا۔ کہ حاجی صاحب تشریف فرما ہیں۔ کسی موضوع پر بحث ہورہی تھی۔ سٹیج پر ایک رکن کھڑا کمال متانت اور زور سے بول رہا تھا۔ دیگر حاضرین ہمہ تن گوش سُن رہے تھے۔ اور جب وہ اپنی تقریر ختم کرچکا۔ تو زور شور سے تالیوں کی آواز اٹھی دوسرے مقرر نے کم درجہ کے ہردلعزیز جذبات کا اظہار کیا۔ ایک شور ناپسندیدگی اٹھا۔ جس نے مختصر نویسوں کو جو سٹیج کے پاس نیچے بیٹھے تھے سننے سے معذور کردیا۔

امن قائم کرنے کے لئے ڈاکٹر عدنان بے نے جو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی غیرحاضری میں فرائض صدارت انجام دیتے ہیں۔ زور سے گھنٹی بجائی شور آہستہ آہستہ بند ہوا۔ اور مقرر نے سلسلہ تقریر پھر شروع کیا۔

اس انگریز نے صرف مجلس ملیہ کا جلسہ دیکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ایک ممبر پارلیمنٹ سے بھی ملا جس کو بے کا خطاب حاصل تھا اس نے

انگریز کے ایک سوال کے جواب میں کہا ۔ ہماری قوم اب سلطان کو مطلق العنان
نہیں بننے دیگی ۔ ۱۹۱۰ء میں آئینی سلطنت کے قیام کے بعد بھی وہ
اس پارلیمنٹ کے توسط سے جسے وہ منتخب کرتا تھا ۔ جو چاہتا تھا ۔ حکم
دیتا تھا ۔ ہم جمہوریت کے اعلان کی خواہش نہیں رکھتے ۔ مغربی اقوام
سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ہم نے اعلان کر دیا ہے ۔ کہ ہماری
جمیعت نہ صرف ایک مجلس قانون ساز ہے ۔ بلکہ ایک مجلس عدلیہ و
انتظامیہ بھی ہے ۔ قومی پارلیمنٹ کے گیارہ وزرا جمیعت کے اراکین
ہیں ۔ جن کے نام صدر تجویز کرتا ہے ۔ مگر جن کا انتخاب اسمبلی کی کثرت
رائے سے عمل میں آتا ہے ۔ ان میں ہر ایک شخص اس مجلس کے
آگے جواب دہ ہے ۔ جو صحیح معنوں میں ٹرکی کی آواز ہے ۔ انگریز کہتا
ہے ۔ میں نے کہا ۔ مگر حکومت قسطنطنیہ بھی تو ٹرکی کی نمائندگی کی
مدعی ہے ۔

بے نے گرمجوشی سے جواب دیا ۔ یہ دعوے بالکل لغو ہے ۔ اس نے معاہدہ
سیورے پر دستخط کر کے غداری کی ۔ اور ٹرکی کو دشمنوں کے حوالے کر دیا ۔ قومی
رائے کی خلاف ورزی کی ۔ علاوہ ازیں اس کو حکومت ہی کون کہتا ہے ۔ وہ تو
مجبور ہے ۔ اور بے بس ہے ۔ اصل حکومت وہاں اتحادیوں کی ہے ۔

انگریز ۔ تم اس حکومت کو نابود کر کے کیا قسطنطنیہ پر سے اپنا دعوے نہیں ہٹا رہے ہو ؟

بے ۔ کسی طرح بھی نہیں ۔ جمیعتہ ملیہ انگورہ ٹرکی کی بھی نمائندہ ہے ۔ اس لئے کہ
تمام عثمانی ذکور رعایا جس کی عمر بیس برس یا اس سے زائد ہو ۔ خواہ وہ ٹرکی میں ہو
یا اناطولیہ میں ۔ رائے کا حق رکھتا ہے ۔ ہمارا آئین یہ ہے ۔ کہ وکلا خاص اضلاع
کے نمائندے نہیں ہوتے ۔ بلکہ ساری قوم کے نمائندے ہوتے ہیں ۔ خاص اناطولیہ
کے نمائندے تو نصف سے بھی کم ہیں ۔ باقی سب قسطنطنیہ ۔ تھریس ۔ سمرنا اور ان
صوبوں سے آتے ہیں ۔ جن پر دشمن کا عارضی قبضہ ہے ۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں جب اتحادیوں نے قسطنطنیہ کی جمعیت ملیہ پر دست درازی کی ہے تو اس کے اراکین بھاگ گئے۔ اور وہ قریباً سب یہاں موجود ہیں۔

دولتِ خداداد انگورہ کے وزرأ

انگورہ کی قومی پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش ہونے والی تھی۔ کہ جدید وزراء کو مصطفےٰ کمال پاشا اور موجودہ وزرا منتخب کریں۔ لیکن یہ تجویز مسترد ہوگئی۔ اور غازی کمال پاشا کی مرضی کے خلاف مجلس عالیہ ملیہ نے وزرا منتخب کرلئے۔

اس پر یورپ کے اخبارات حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ کہ حامیان مصطفےٰ کمال پاشا کمیٹی اتحاد ترقی کی غیر متوقع کامیابی سے پریشان ہوگئے ہیں۔ کیونکہ اس سے مصطفےٰ کمال کی قوت یقیناً کم ہوجائیگی۔ پھر آگے بھی اخبارات لکھتے ہیں لیکن لازمی طور پر یہ نتیجہ نکالنا مشکل ہے۔ کہ اس واقعہ سے انگورہ کی پالیسی میں کوئی عظیم تغیر بھی واقعہ ہوگا۔

یورپ حکومت انگورہ کی کامیابیوں کو مہربانی کی نظر سے نہ دیکھے۔ اور ان باہمی اختلاف آرا کو جن سے آزاد خیالی کی جھلک نظر آتی ہے۔ شک وشبہ کی صورت میں اسلامی دنیا پر ظاہر کرے۔ مگر عالم اسلام اس بات کو خوب جانتا ہے۔ کہ غازی کمال پاشا اور ان کے لفٹنٹوں نے ملک کو عملی تباہی و غلامی سے بچالیا ہے۔

نئی وزارت رؤف بے سابق وزیر بحریہ کے زیر ریاست عمل میں آئی ہے۔ مجلس نے بغیر کسی کی نامزدگی کے اپنے ممبروں میں اس وزارت کا انتخاب کیا۔ جدید وزرأ کے نام حسب ذیل ہیں

رؤف بے جدید وزیر اعظم

عبداللہ عزمی آفندی صدر الصدور امور شرعیہ (شیخ الاسلام)

فوزی پاشا وزیر جنگ

کاظم پاشا وزیر مدافعت وطن
جلال الدین عارف بے وزیر عدالت
یوسف کمال بے وزیر امور خارجہ
وہبی بک وزیر تعلیمات
حسن فہمی بے وزیر مال
فتحی بے وزیر داخلہ
عطا بے نائب وزیر داخلہ
محمود اسعد بے وزیر اقتصادیات
رضا نور بے وزیر صحت
رشاد بے نائب وزیر صحت

یہ انتخاب جولائی ۱۹۲۲ء میں عمل میں آیا۔ جب تمام وزرا منتخب ہو گئے۔ تو رؤف بے وزیر اعظم کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ میں اپنے معزز بھائیوں کا شکرگزار ہوں۔ کہ انہوں نے میرے متعلق نیک خیالات اور اپنے حسن ظن اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ میں بحلف کہتا ہوں۔ کہ بقدر امکان اور حتی المقدور میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوشاں رہونگا

لوگوں نے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے۔

اس جلسہ میں خود شیر اسلام غازی مصطفٰے کمال پاشا تشریف رکھتے تھے۔ تاکہ وہ بھی مثل دیگر اراکین کے اعضائے وزارت کا انتخاب کریں۔ جیسا کہ دول کے سفیروں اور معززین اور اعیان انگورہ نے بچشم خود دیکھا۔

قاضی انگورہ کا فتویٰ ۳ جون ۲۰ء

ٹرکی کی موجودہ حکومت کے شیخ الاسلام نے ایک فتویٰ شائع کیا تھا۔ جو قلم

درکف دشمن" کے مضمون کی تفسیر تھی - اس فتوے کے جواب میں ترکی احرار کی طرف سے انگورہ کے قاضی محمد رفعت بے نے حسب ذیل فتویٰ شائع کیا ہے
۱ - کیا ان تمام مسلمانوں پر جو خلیفۃ المسلمین کے ظل عاطفت میں رہتے ہیں - اور دوسرے ممالک میں آباد ہیں - یہ فرض عاید نہیں ہوتا - کہ وہ ان حملہ آوروں کے خلاف جہاد کریں - جنہوں نے ادرنہ - سمرنا اور دیگر اضلاع پر قبضہ کرلیا ہے - مسلمانوں کا خون بہایا ہے - اسلامی آبادی پر مظالم توڑے ہیں - اور دارالخلافہ پر قبضہ جمالیا ہے - جہاں انہوں نے انگریزی قانون کی رو سے جنگی عدالتیں قایم کردی ہیں؟ جواب ہاں
۲ - کیا ان مسلمانوں پر جو اپنے ملک اور مذہب کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں - بغاوت کا الزام عاید ہو سکتا ہے؟ جواب نہیں -
۳ - کیا ان مسلمانوں نے جو اس قسم کی لڑائیوں میں قتل ہوئے - شہادت کا درجہ حاصل نہیں کیا؟ اور کیا وہ مسلمان جنہوں نے ان لڑائیوں میں اپنی مذہبی حمیت اور غیرت کا ثبوت دیا ہے - غازی نہیں ہیں؟ جواب ہاں
۴ - کیا ایسے حالات میں شریعت اسلامیہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا حکم نہیں دیتی؟ جواب ہاں
۵ - کیا ایسی گورنمنٹ کا فتوے جس کے گلے میں ایک غیر حکومت کا جوا پڑا ہوا ہے - شریعت اسلامیہ کی رو سے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہے ؟
جواب نہیں
مذکورہ بالا فتویٰ صاف بتا رہا ہے - کہ ٹرکی کی جماعت حرار نے فیصلہ کرلیا ہے - کہ وہ اپنے ملک اور اپنے مذہب کی حرمت قایم رکھنے کے لئے دشمنوں سے اُس وقت تک برسر پیکار رہینگے - جب تک کہ ان کے جسم میں خون کا آخری قطرہ باقی رہے گا -

دوسری طرف اتحادی اس امر کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ترکی احرار کے ساتھ جو اسلام کی شمع پر پروانے کی طرح جل جانے میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ دنیائے اسلام کی ہمدردی منقطع ہو جائے۔ لیکن یہ ایک بے سود کوشش ہے۔ اتحادی جس قدر اسلام کے شیرازہ کو پراگندہ اور درہم برہم کرنے کی کوشش کرینگے۔ اسی قدر یہ شیرازہ اور زیادہ مستحکم ہوتا جائیگا۔ اس کے علاوہ ترکی احرار کے لئے یہ ایک نیک فال ہے۔ کہ اٹلی نے اپنے رفیقوں سے صاف کہدیا ہے۔ کہ اگر آیندہ مسلمانوں سے جنگ چھڑ گئی۔ جس کے آثار ابھی سے نظر آرہے ہیں۔ تو اٹلی اس جنگ کیلئے نہ تو اپنا ایک بیڑا دیگا نہ ایک سپاہی۔

انگورہ گورنمنٹ کا وفد یورپ

مصطفےٰ کمال پاشا نے فروری ۱۹۲۱ء میں یوسف کمال بے وزیر خارجہ کی سرکردگی میں ایک وفد یورپ کے دارالحکومتوں میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ انگورہ گورنمنٹ کی شرائط اور اس کے اصل منشا سے دول یورپ کو آگاہ کر دیں۔

توفیق پاشا وزیراعظم ٹرکی کی درخواست مصطفےٰ کمال پاشا سے

خدا کی شان ہے۔ کہ وہ ٹرکی گورنمنٹ جو مصطفےٰ کمال پاشا اور دیگر بزرگان احرار کو پھانسی کی سزاؤں کا حکم دیتی ہے۔ وقت آتا ہے۔ کہ اس کو مصطفےٰ کمال پاشا اور اس کی گورنمنٹ سے التجائیں کرنی پڑتی ہیں اور وہ التجائیں اور درخواستیں نامنظور ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد ایک ایسا وقت بھی آتا ہے۔ کہ ترکی گورنمنٹ۔ انگورہ گورنمنٹ کے مطالبات کی تائید کرتی اور اس کو ٹرکی کا نجات دہندہ تصور کرتی ہے۔

چونکہ انہی دنوں توفیق پاشا بھی اپنا ایک وفد یوروپ میں بھیجنے والے تھے انہوں نے گورنمنٹ انگورہ کو لکھا۔ کہ آپ ایسے دعاوی سے جو ناقابل حصول ہیں۔ دست بردار ہو جائیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ دو علیحدہ علیحدہ وفود شاید باریاب نہ ہو سکیں۔ لیکن مصطفےٰ کمال پاشا نے توفیق پاشا کی یہ درخواست نامنظور کر دی۔ بلکہ اپنے وفد کو ہدایت کر دی۔ کہ معاہدہ سیورے اور ۱۹۱۸ء کی عارضی صلح کی شرائط کو قطعی نظر انداز کر دیا جائے۔

انگورہ گورنمنٹ کی پندرہ شرطیں

وہ شرائط جو انگورہ گورنمنٹ دول حلفاء سے قبول کرانا چاہتی ہے۔ تعداد میں ۱۵ ہیں۔ اور قومی میثاق انہی شرائط پر مبنی ہے۔ ان شرائط کو مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

سمرنا۔ مشرقی تھریس اور ایڈریانوپل کی واپسی بغیر کسی شرط اور قید کے!
مغربی تھریس کو اندرونی آزادی عطا کرنا!
آستانہ سے دول حلفا کی واپسی اور تمام آبناؤں کا تخلیہ!
ٹرکی میں جس قدر اجنبی امتیازات اور اقتدار قائم ہیں۔ ان کا اٹھا لینا۔ خواہ یہ امتیازات واختیارات فوجی ہوں یا مالی وقضائی۔ دوسرے الفاظ میں اس کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ دول حلفا کی انجمنوں اور کمیٹیوں۔ اور اجنبیوں کے امتیازات کو قطعی دور کر دینا!
عثمانی آرمینیا میں کسی آزاد ارمنی حکومت کا قائم نہ کرنا۔
قلیل التعداد اقوام کو ایسے حقوق عطا کرنے یا ضمانت دینے سے انکار جو وسطی یوروپ کے معاہدات کی دفعات سے زیادہ ہوں۔
قفقاز میں انگورہ گورنمنٹ کو کامل اقتدار حاصل رہنا
ٹرکی کو کافی سپاہ اور بحری بیڑہ کی اجازت دینا۔ امن وامان کی حالت میں ایک لاکھ

ترکی سپاہ رکھی جائیگی - جس کی اعانت کے لئے غیر متعین تعداد پوس کی ہوگی۔
بحری بیڑہ اور ترکی سپاہ یورپ کی مداخلت اور اقتدار سے بالکل آزاد و
خود مختار ہوگا -

ترکوں کی آخری شرائط یعنی بحری بیڑہ اور سپاہ کی کافی تعداد کا رکھنا ایسی شرائط
ہیں - جن سے فرانسیسیوں کو اتفاق رائے ہے - اور فرانس ہر طرح اس کا مؤید ہے

درہ دانیال کے متعلق انگورہ کی شرائط

اس کو ڈارڈنلز بھی کہتے ہیں - یہ آبنائے
قسطنطنیہ کا دروازہ ہے - اگر یہ ٹرکی کے
قبضہ میں ہے - تو ٹرکی بحری حملوں سے
محفوظ ہے - اور اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا ہے
تو قسطنطنیہ محفوظ نہیں ہے - جیسا کہ آجکل محفوظ نہیں ہے - حکومت انگورہ نے
درہ دانیال کے متعلق بھی بہ اشرطوں کا ایک اعلان شائع کیا ہے - حکومت
بالشویک اور یوکرائن نے تو ان کو قبول کر لیا ہے - مگر دول یوروپ کی طرف
سے صدائے برنخاست ہے - ان شرائط کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

درہ دانیال اور باسفورس ترکی سیادت میں رہیں گے -

تمام قوموں کے جہازوں کو ان میں سے گذرنے کی اجازت ہوگی

آبناؤں کی حفاظت ٹرکی سپاہ کرے گی -

دول عظمیٰ اور بحیرہ اسود کی ریاستیں ایک مخلوط کمیشن میں جو جہاز رانی اور بندرگاہ
کی تعمیر کا انتظام کریگا - اپنا اپنا ایک نمائندہ بھیجیں گی - اور ٹرکی کے دو نمائندے
ہوں - پہلا صدر عثمانی ہوگا -

لہ اس مشہور آبنائے کے درمیان ایک دوسرے کے مقابل اسی نام کے دو شہر واقعہ ہیں.
جن کو قلعہ مدطانیہ اور چناق قلعہ بھی کہتے ہیں - جو شہر یوروپ کے ساحل پر ہے - اس کو کلید بحر
بھی کہتے ہیں - اس کے تمام باشندے جو مسلمان ہیں - تعداد میں سات ہزار سے زیادہ ہیں

کمیشن کے اخراجات غیر ملکی جہازوں پر ٹیکس لگا کر جو پانچ سال تک رہینگے - پورے کئے جائیں گے -

اثنائے جنگ میں بین الاقوامی جہاز رانی کے لئے جس میں ٹرکی بھی شامل ہے حسب معمول بزیر نگرانی کمیشن کھلی رہیگی -

اگر کوئی حکومت آبناؤں پر حملہ کرے - خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو - وہ تمام نقصانات کی ذمہ وار ہوگی -

جیساکہ وفود بالعموم ہمیشہ ناکام رہتے ہیں - افسوس ہے - یہ وفد بھی ناکام رہا اور جنگ انگورہ و یونان کے ذریعہ خلق خدا کی تباہی و بربادی بدستور جاری رہی جس کا بار ان لوگوں کی گردن پر ہے - جو حق و انصاف کا خون کر رہے ہیں -

دُولِ عظمیٰ کی کانفرنسوں پر غازیٔ انگورہ کا تبصرہ

جمعیت ملیہ انگورہ کی تیسری سالگرہ کی تقریب پر غازی مصطفٰے کمال پاشا نے خارجی

جو شہر ایشیائی ساحل پر واقعہ ہے - اس کے باشندوں میں رومی - شامی - یہودی - ارمنی مسلمان سب شامل ہیں - اس کی آبادی پانچ چھ ہزار کے قریب ہے - اسی شہر میں ڈارڈنلز کا حاکم اعلیٰ رہتا ہے اس آبنائے کو دنیا میں بڑی شہرت حاصل ہے - دارا شاہ فارس نے یوروپ پر اسی رستہ سے فوج کشی کی تھی - اور سکندر اعظم نے بھی اسی آبنائے کے ذریعہ ایشیا پر فتح و ظفر کا پرچم لہرایا تھا - سلطان سلیمان خاں (ٹرکی) نے بھی اسی رستہ سے یوروپ پر حملہ کیا تھا - روس - انگلستان آسٹریا پرشیا اور بعض اور سلطنتوں سے ٹرکی نے اس آبنائے کے متعلق مختلف معاہدات کئے ہیں ۱۹۱۴ء سے پہلے کوئی غیر ملکی جہاز اس آبنائے سے نہیں گذر سکتا تھا - لیکن جوں جوں دول یوروپ کی کارسازیوں اور چالبازیوں سے ٹرکی کی سلطنت کمزور ہوتی گئی - جہازوں کی آمد و رفت شروع ہوتی گئی - ۱۸۹۵ء میں یہ حال تھا - کہ ہر ایک یوروپین حکومت وہاں دو جنگی جہاز رکھ سکتی تھی ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ یوروپ کے بعد اتحادی بیڑہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو اسی درہ دانیال سے گذر کر قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا - جہاں اب تک قبضہ جمائے ہوئے ہے -

مسائل کے بعد ان سیاسی کانفرنسوں کی قلعی کھولی - جن کو دول متحدہ یورپ کی تنظیم و تعمیر اور شرق و غرب میں قیام امن و صلح کے سپردوں میں قائم کر چکی ہیں آپ نے فرمایا

واشنگٹن کانفرنس ان مسائل کو حل کرنے کے لیے منعقد ہوئی تھی - جو اسلحہ کی تخفیف اور فوجوں کی تقلیل سے تعلق رکھتے تھے - اس کا مقصد حقیقی انگریزی وجاپانی اتحاد کے خطرہ کو دور کرنا تھا - اور ایک مقصد چین کا دروازہ تمام آنے والوں کے لئے کھولنا تھا - اس کانفرنس نے اتحاد اربعہ امریکہ انگلستان جاپان - اور فرانس کی بنیاد ڈالی - اور چین میں عام تجارت کی آزادی کا اعلان کیا گیا - اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا - کہ دول عظمی نے حلقہ اثر کی پالیسی اور اپنے منافعہ کے لئے مقامات پر قبضہ کرنے کے اصول کو رد کر دیا - جسے اب تک چین میں استعمال کیا جا رہا تھا - ہم کو یقین ہے - کہ بہت جلد وہ مشرق اونی میں بھی یہی طرز عمل اختیار کرنے پر مجبور ہو جائینگی - کینیز کے اجتماع میں انہوں نے یورپ کی تنظیم و تعمیر جدید کے سوال پر غور کیا - اور فرانس کے وزیر اعظم نے استعفا دے دیا - اور کام ختم ہونے سے قبل کانفرنس ختم ہو گئی - یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے - کہ جس مسئلہ کو دنیا کے سامنے یورپ کی تنظیم و تعمیر جدید کے مسئلہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے وہ دراصل انگلستان کی تعمیر و تنظیم کا مسئلہ ہے - اور اس میں صرف انگلستان ہی کے فوائد پیش نظر رکھے گئے ہیں - کیونکہ وہاں اس وقت لاکھوں آدمی بیکار پھر رہے ہیں - لوگوں کی بیکاری اور روزی کی طلب نے یونانی حکومت کو نئے بازار تلاش کرنے پر مجبور کر دیا ہے - اس نے جرمنی اور روس کو اس کے لئے منتخب کیا - کیونکہ یہی دو اس وقت یورپ میں خالی میدان رکھتے ہیں - مگر ان دونوں ممالک سے اقتصادی تعلقات بغیر سیاسی سمجھوتہ کے قائم نہیں ہو سکتے - اور سیاسی تعلقات کا مسئلہ ایک نازک مسئلہ ہے جس کو حل کرنا

بچوں کا کھیل نہیں ۔ جرمنی سے انگلستان اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتا ۔ جب تک تاوان جنگ اور قرضوں کا بار اس پر سے خود اس کی مرضی کے مطابق کم نہ کر دے ۔ اور یہ محض اس کا کام نہیں ۔ بلکہ فرانس کی تائید اس کے لئے ضروری ہے ۔

اس گتھی کو سلجھانے کے لئے جنیوا میں کانفرنس منعقد کی گئی ۔ جس میں روس کا مسئلہ بھی اپنی پوری اہمیت کے ساتھ شامل تھا ۔ مارچ کی ابتدا میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی ۔ اور سلطنت ٹرکی کے سوائے تمام یوروپ کی سلطنتیں اس میں مدعو کی گئیں ۔ ہم نے اپنے نمائندوں کے ذریعہ سے اس کانفرنس میں شرکت کی کوشش کی ۔ اور دولت جمہوریہ اشتراکیہ روس نے بھی ہماری حمایت کی لیکن ہماری درخواست کو رد کر دیا گیا ۔ امریکہ نے خود اس میں شرکت منظور نہیں کی ۔

جدید اطلاعات کی بنا پر مجھے معلوم ہوا ہے ۔ کہ انگلستان اور فرانس کے درمیان میں جدید سمجھوتہ ان شرائط پر ہونیوالا ہے ۔ کہ اگر جرمنی کے بلاوجہ حملہ سے فرانس کے علاقہ میں کوئی بربادی پھیلی ۔ تو انگلستان کو اس کی مدد کرنی پڑیگی ۔ اگر حقیقتاً اس سمجھوتہ میں بلاوجہ حملہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں ۔ تو یہ سمجھنا چاہیئے ۔ کہ معاملہ صاف نہیں ہے ۔ کیونکہ اس کے صاف معنی یہ ہیں ۔ کہ ابھی تک وہ جرمنی کے متوقعہ حملہ کے اسباب اور اس کی نوعیت ہی متعین نہیں کر سکے ۔ حالانکہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے ۔ جس کی نوعیت کم از کم اس نقطۂ نظر سے متعین نہ کی جا سکتی ہو ۔ جس سے اس پر غور و خوض کیا جا رہا ہو

اس زمانہ میں مسائل مشرقیہ پر بحث کرنے کے لئے ایک کانفرنس کی تجویز کی جا رہی ہے ۔ ہم کو ابھی تک کسی ذریعہ سے نہیں معلوم ہو سکا ۔ کہ اس کانفرنس کی تجویز میں صلح جوئی کا صحیح جذبہ کس حد تک شامل ہے ۔ یہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ہمارے لئے وہی کانفرنس کچھ فائدہ مند ثابت ہوگی ۔ جو یوروپ کے کسی پرسکون

ایوان کی بجائے میدان کارزار میں منعقد ہونگی - (صدائے احسنت - احسنت) اگر تم صلح چاہتے ہو - تو جنگ کے لئے طیار رہو - یہ ایک اصول ہے - جسے ہمیں ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے - اور جس پر ہمیشہ کاربند رہ کر ہم کامیابی کی توقع کر سکتے ہیں - ہم اس اصول کے مطابق ہمیشہ بیدار رہینگے - اور ہر قسم کے حوادث کے مقابلہ کرنے کے لئے تیار پائے جائیں گے -

انگورہ کی لیبر پارٹی (مزدور پیشہ جماعت)

سرمایہ داروں اور مزدوروں کی جنگ دنیا کے ہر حصہ میں جاری ہے - اس میں انگلستان - روس - جاپان - جرمنی - ہندوستان - چین - ٹرکی سب شامل ہیں - اور انگورہ بھی اس سے خالی نہ رہ سکتا تھا -

سرمایہ دار لیبر پارٹی کے ذریعہ آرام طلبی اور آسائش کے سامان مہیا کرتے ہیں اور اسی پارٹی کو اور ان کے حقوق کو انسانیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ٹھوکروں سے پامال کرتے رہتے ہیں -

مزدور پیشہ پارٹی ایک نامعلوم عرصہ سے پامال ہوتی چلی آرہی ہے - مگر موجودہ عالمگیر جنگ یوروپ نے جہاں اور قوموں - فرقوں اور ملکوں کو بیدار کر دیا ہے وہاں مزدوروں اور کاریگروں میں بھی بیداری و احساس کی ایک روح پیدا کر دی ہے - چنانچہ ہر ملک میں اور قریباً ہر بڑے شہر میں مزدوروں نے اپنے جلسے اور مظاہرے کئے ہیں - اخبارات جاری کئے - اور اپنے نمائندوں کو حکام کے پاس بھیجا ہے - اور عام طور پر مزدوری کی شرح اُجرت میں نمایاں اضافہ کرایا ہے انگورہ اس تحریک سے خالی نہیں رہ سکتا تھا - چنانچہ جون ۱۹۲۲ء میں خاص انگورہ میں مزدوروں اور کاریگروں کا ایک شاندار اجتماع ہوا - شرکاء کی تعداد کثیر تھی جلسہ میں ایک مقرر نے تقریر کرتے ہوئے کہا "اب وقت آگیا ہے - کہ تمام قومیں اور قبائل متحد ہو جائیں - تاکہ عدل و حق کی تلوار سے وہ سرمایہ داروں سے نجات حاصل

رسکیں ۔ جو اقوام و قبائل کے اجسام میں زہریلے جراثیم کی مانند گھسے ہوئے ہیں ۔ اور جو ان کی رگوں سے ان کا خون چوس رہے ہیں ۔ مقرر نے بتایا ۔ کہ اگر متحدہ طاقت سے کام نہ لیا گیا ۔ اور دانشمندی و احتیاط کو اپنا نصب العین نہ قرار دیا گیا ۔ تو یقیناً اس کا نتیجہ برا ہو گا ۔ اور پھر جو کچھ گذرنا ہو گا ۔ گذر جائیگا " تقریر کے خاتمہ پر حاضرین نے بلند آواز سے "ظالم سرمایہ داروں کی تباہی اور وطن و مزدوروں کی زندگی کے نعرے لگائے ۔ سب سے آخر میں توفیق بک ایک معزز ترک نے دوران تقریر میں یہ آرزو ظاہر کی ۔ کہ خدا کرے ۔ تمام دنیا کے کاریگروں اور مزدوروں کی بہتری کے سامان پیدا ہوں ۔ مجھے قوی امید ہے ۔ کہ ان قوموں پر جو آج غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہیں ۔ ضرور ایک دن ایسا آئیگا ۔ کہ وہ اپنے آپ کو غلامی سے آزاد پائیں گی ۔

ان تقریروں ان جلسوں اور ان مظاہروں کا اثر نہ صرف عوام سرمایہ داروں پر ہی پڑا ۔ بلکہ حکومت انگورہ بھی اس زبردست تحریک اور مزدوروں اور کاریگروں کے اس جوش و خروش سے متاثر ہوئی ۔ چنانچہ آخری خبر یہ ہے ۔ کہ حکومت انگورہ نے شہر کے کاریگروں اور مزدوری پیشہ لوگوں کے لئے ایک خاص ہسپتال قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے ۔ اس کی عمارت جو قریب الاختتام ہے ۔ ایک پر فضا جگہ پر واقع ہے ۔ اس ہسپتال کا افتتاحی جلسہ اواخر جولائی میں ہونے والا تھا ۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور غازی انور پاشا

یورپین اخبارات کی شرارتیں

عثمانی قوم کے ان دو نامور فرزندان کے متعلق یورپین اخبارات جن میں یونانیوں کا نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے ۔ فرضی منافقات اور بے بنیاد نفاق و عناد کی کورانہ نشر و اشاعت کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں ۔ بلکہ ایک مرتبہ تو رائٹر ایجنسی نے یہاں تک شگوفہ چھوڑا تھا ۔ کہ بالشویکوں نے انور پاشا کو گرفتار کر کے مصطفیٰ کمال پاشا

کی گورنمنٹ کے حوالہ کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اس سے مناسب سلوک کرے۔ مصر۔ آستانہ اور ہندوستان کے اخبارات نے واقعات و دلائل سے ان فتنہ پرداز اخبارات کے لغویات کا ہمیشہ دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ ناموس اسلام کی حفاظت میں ہر دو غازیان ممدوح دوش بہ دوش جانبازی دکھا رہے ہیں۔

مرحوم طلعت پاشا کی ایک یادداشت

طلعت پاشا[2] مرحوم نے جنگ کے دوران میں اپنی کچھ یادداشتیں برلن دار الخلافہ جرمنی سے شائع کی تھیں۔ ان یادداشتوں سے نہ صرف انور پاشا اور کمال پاشا کے باہمی اعتماد و تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان دونوں کے علاوہ فواد پاشا عصمت پاشا سب کے سب سیاسی معاملات میں متحد الخیال تھے۔ طلعت پاشا مرحوم لکھتے ہیں۔ اور میرے دوست انور پاشا نے قیام حلب کے زمانہ میں ارادہ کیا کہ مصطفےٰ کمال پاشا کو آمادہ کریں۔ کہ فوج مرتب کر کے ایک مرتبہ پھر دشمن پر منتظم حملہ کریں۔ جب ہم نے کمال پاشا پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا۔ تو اس نے اپنے فطری شجاعانہ لہجہ میں کہا۔ میری رائے یہ ہے

---

[1] انور پاشا ۱۸۸۲ء میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوئے۔ ترکی کے علاوہ آپ عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ جرمنی۔ اور روسی زبان میں بھی ماہر کامل ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں انجمن اتحاد ترقی میں شامل ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں سلطان عبد الحمید خاں دوم کو تخت سے معزول کرانے میں انور بے کی سرگرمیوں نے خاص حصہ لیا۔ ۱۹۱۱ء کی جنگ طرابلس واٹلی میں آپ نے نمایاں کام کیا۔ ۸ ر اکتوبر ۱۹۱۲ء کو جنگ بلقان شروع ہو گئی ۱۹۱۳ء میں پاشا کے معزز لقب سے سرفراز ہو کر وزیر جنگ ہوئے۔ اگست ۱۹۱۴ء جنگ یورپ شروع ہو گئی۔ جس میں انور پاشا کی زبردست شخصیت نے ترکی کو بھی شامل کر دیا۔ اور افسوس ہے۔ کہ اس منحوس جنگ میں انہیں اپنا بہت سا علاقہ دشمنوں کے حوالہ کرنا پڑا۔ ۹ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء کو آپ وزارت جنگ سے مستعفی ہو کر ترکی سے نکل گئے۔ برلن۔ ماسکو وغیرہ سے ہو کر آپ اب ایک عرصہ سے ترکستان میں بالشویکوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ آپ کے متعلق آخری خبر یہ ہے۔ کہ بخارا کی حفاظت کے لئے انور پاشا اور حکومت افغانستان میں جنگی معاہدہ ہو گیا ہے۔ اور افغانیوں نے انور پاشا کو ترکستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ انور پاشا کی کئی سوانح عمریاں چھپ چکی ہیں۔ جن میں سے دو اردو میں بھی ہیں۔

[2] پیدائش بمقام ایڈریانوپل ۱۸۷۲ء میں ہوئی۔ تعلیم کے بعد ایڈریانوپل ہی کے کالج میں مشرقی علوم کے

کہ ہم اپنی پریشان قوت کو اناطولیہ میں جمع کریں - بعدازاں حالات دیکھکر یوروپین
چالوں کا مقابلہ کریں گے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی یہ رائے نہایت معقول تھی اس
لئے ہم سبھوں نے اس سے اتفاق کیا - اور انجمن اتحاد و ترقی کا نام بدل کر جمعیتہ وطنیہ
رکھا - تاکہ سب لوگ اس میں شریک ہوسکیں - مذہبی قیود کو اٹھا کر ہم نے
اس جمعیت کا صرف ایک ہی مطمح نظر رکھا - یعنی "ترکی ترکوں کے لئے ہے"

کچھ اختلافات ضرور موجود ہیں

اس امر واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا - کہ اسلام کے ان دونوں
ناموروں میں معمولی سا اختلاف ضرور ہے - اور یہ اختلاف کس قوم اور
کس ملک اور کس ممبر پارلیمنٹ میں نہیں ہے - انور پاشا کے تعلقات بالشویکوں
سے اچھے نہیں ہیں - اور کمال پاشا نے بالشویکوں سے باہمی معاہدہ کیا
ہوا ہے - اس میں اپنا اپنا نکتہ خیال ہے - بالشویکوں کے بعض مقاصد اسلام
کے خلاف ہیں - اس لئے انور پاشا کو ان سے اختلاف ہے - کمال پاشا بھی
بالشویکی مقاصد سے بے خبر نہیں ہیں - مگر انہوں نے غالباً یوروپ کو یہ
دکھانے کا قصد کیا ہے - کہ سیاست کا اجارہ دار صرف یوروپ ہی نہیں
بلکہ مشرق بھی اس کام کے لئے تیار ہو گیا ہے -

بقیہ صفحہ ۲۵۲ - پروفیسر ہو گئے - چونکہ ابتدا ہی سے آزاد خیال اور وطن پرست تھے - دو سال کے لئے
قید خانے بھیجد یئے گئے - رہائی کے بعد سالونیکا میں جلا وطن کر دیئے گئے - آپنے انور بے
فتحی بے - شکری بے - اور نیازی بے وغیرہ احرار ترکی کے مشورہ سے ایک انجمن قائم کی - جس کا
نام ینگ ٹرکش ایسوسی ایشن تھا - جو بعد میں انجمن اتحاد و ترقی کے نام سے مشہور ہوئی - طلعت پاشا
کی قومی سرگرمیاں بہت طویل ہیں - یہ ان لوگوں میں ہیں - جن کی کوششوں سے سلطان
عبدالحمید خاں کو معزولی نصیب ہوئی - جنگ یوروپ کے زمانہ میں جب بلغاریہ کے
ہتھیار رکھنے کے بعد ترکی پر بھی ناگوار اثر پڑنے لگا - تو انہوں نے دشمنوں کے ہاتھوں کسی
غیر ملک میں جا کر عزت کے ساتھ مرجانا بہتر سمجھا - چنانچہ ترک وطن کر کے اور نام بدل کر وہ برلن
چلے گئے - جہاں اکتوبر ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک بھیس بدل کر زندگی بسر کرتے رہے - ایک دن

یونانیوں کی ان افترا پردازیوں کی وجوہات

ان صاف و صریح حقائق کے بعد تعجب ہوتا ہے۔ کہ یونانی اخبارات (جن کے ذریعہ سے دیگر یوروپین اخبارات تک یہ خبریں پہنچتی ہیں) کیوں دماغی اختراعات کی بیہودگیوں سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ان کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ ترکوں میں اختلاف دکھا کر دنیا پر ان کی کمزوریوں کو نمایاں کیا جائے۔ اور تمام سیاسی حلقوں میں برگشتگی پیدا کی جائے۔ اور مسلمانان عالم کے حوصلوں اور ان کی امیدوں کو پست کر دیا جائے۔

کمال پاشا اور انور پاشا میں کامل اتحاد

انجمن پیغامات برقی اناطولیہ نے انور پاشا کے متعلق وزیر خارجہ حکومت انگورہ کا ایک بیان شائع کر کے ان تمام خبروں کی تکذیب و تغلیط کی ہے۔ جو انور پاشا اور کمال پاشا کی باہمی عداوت و منافرت کے متعلق یوروپین اخبارات اقصائے عالم میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس پیغام میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ انور پاشا نے جمہوریہ پر کبھی قبضہ نہیں کیا۔ اور نہ کبھی حکومت انگورہ کے نظام میں کسی قسم کی کوئی بے ترتیبی یا بدنظمی پیدا کرنے کی ذرا بھی کوشش کی آستانہ کے اخبارات نے بھی لکھا ہے۔ کہ یہ خبریں یونانیوں کے کارخانہ میں ڈھالی جاتی ہیں۔ اور ان سے اسلام کا شیرازہ کو پراگندہ کرنا مقصود ہے

انگورہ کے ایک فوجی سپاہی کے جذبات

جلال الدین بے عارف جب حکومت انگورہ کی طرف سے سفارت روما (اٹلی) کا

بقیہ حاشیہ۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۱ء کو غازی مرحوم مکان سے باہر جا رہے تھے۔ کہ ایک شیطان سیرت ارمنی نے دنیائے اسلام کے نامور فرزند غازی اعظم طلعت پاشا کو گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ ان کے ماتمی جلوس کے ہمراہ آٹھ دس ہزار آدمی تھے۔ جن میں ترک۔ مصری۔ جرمنی۔ ہندوستانی (ہندو مسلمان مقیم برلن) سبھی شامل تھے۔ لاش نہایت اعزاز کے ساتھ بذریعہ ریلوے گاڑی قسطنطنیہ پہنچا دی گئی۔

چارج لینے سے پیشتر عسکی شہر کے محاذات جنگ کا معائنہ کرنے لگے ۔ تو انگورہ کے ایک اون باشی (ترکی سپاہیوں کے جمعدار نے جس کے ماتحت دس سپاہی ہوتے ہیں) نے چند کلمات عرض کرنے کی اجازت لیکر کہا ۔

میرے محترم سردار! آپ ہمارے حقوق مغصوبہ کی مدافعت کے لئے یورپ تشریف لیجا رہے ہیں ۔ آپ یورپ کے سیاست دانوں کو اچھی طرح سمجھا دیں کہ اناطولیہ نے اس امر کا مضبوط ارادہ کرلیا ہے ۔ اور وطن محبوب اور خدائے بزرگ و برتر کا حلف و عہد کر کے یہ قرار دیا ہے ۔ کہ اناطولیہ کا ہر وہ شخص جو ہتھیار اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے ۔ عزیز وطن کو بچانے کے لئے میدان جنگ کو جاری رکھیگا میرے محترم! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ۔ کہ اگر ضرورت محسوس ہوئی ۔ تو اناطولیہ کے وہ بچے جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں ۔ میدان جنگ میں آجائیں گے اور وطن کی خدمت کریں گے ۔

ترکی سپاہی برابر اس وقت تک لوہے کی طاقت کو استعمال میں لاتے رہینگے اور آگ اور خون سے کھیلتے رہیں گے ۔ جب تک کہ ایک سپاہی بھی باقی رہیگا خداوند تعالیٰ سے ہمیں قوی امید ہے ۔ کہ وہ ہمیں اس دشمن پر کامل فتح عنایت فرمائیگا ۔ جس نے ہمارے وطن عزیز کو خاک میں ملا دیا ہے ۔ ہماری اس چیز کو جس پر اس کی نظر پڑی ہے ۔ تباہ کر دیا ہے ۔ اور اپنے ناپاک ہاتھوں سے ہمارے ملک کو برباد کر دیا ہے ۔ یہاں تک کہ اس کی شرارتوں نے ہمارے اس ملک کو جو کبھی سرسبز و شاداب تھا ۔ ایک خشک و سنسان میدان بنا دیا ہے ۔

محترم سردار! ہم ترکی سپاہی اپنے افسروں کی پوری اطاعت کرتے ہیں ہم اگرچہ خاموش ہیں ۔ لیکن ہمارے قلب مضطرب و بیچین ہیں ۔ اور اس مکار و دغاباز دشمن سے انتقام کے لئے ہمارے قلوب میں ایک جوش بھرا ہوا ہے ۔ جس نے اپنے ظلم و ستم کے سامنے بے گناہ بچوں ۔ عورتوں اور بوڑھوں پر بھی رحم نہیں کھایا ہے ۔

محترم سردار! میں آپ سے امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ اپنی پوری طاقت کو یورپین دشمنوں کے ہموار کرنے میں کام لائیں گے۔ اور انہیں بتلا دیں گے۔ کہ اناطولیہ اس وقت تک صلح نہیں کریگا۔ جب تک کہ یورپ ترکی قوم کی کامل آزادی کو اس کے تمام حقوق کیساتھ بغیر کسی شرط اور قید کے تسلیم نہ کریگا۔

دو خوفناک قومی غداروں کا عبرت انگیز انجام

۱۔ ترک غدار انزوار پاشا

کچھ مدت ہوئی۔ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ "انزوار پاشا" ایک یہودی النسل خائن۔ جس نے ترکان احرار سے سخت جنگ کی تھی۔ اور شکست کھا کر یونانیوں سے مل گیا تھا۔ ترکان احرار کے ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ اس کا سر کاٹ کر انگورہ میں لایا گیا حکومت انگورہ نے اس کے قاتلوں کو پانسو لیرہ انعام دیا۔"

شاید اس حادثہ کو ناظرین نے ایک معمولی حادثہ خیال کیا ہو۔ کیونکہ ہندوستان کو انزوار کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں سے چنداں واقفیت نہیں ہے۔ ترکی کا بچہ بچہ اس خبیث کے نام سے واقف ہے۔ اس سفاک ڈاکو اور رہزن کی ڈہائی ہوئی آفتوں نے بدبخت باشندگان بالیکسر اور چناق قلعہ کی تاریخ ایام ادبار میں ایک ایسے خونین صفحہ کا اضافہ کر دیا ہے۔ جسے وہ تا دم حیات نہیں بھول سکتے۔ یہ شخص چرکسی نسل سے تھا۔ زمانہ گذشتہ میں اس کی قوم نے دولت عثمانیہ کی نہایت اہم خدمات کی ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ گذشتہ چند سال سے اس قوم میں مال و دنیا کی حرص حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور ترکی ہمسایہ حکومتیں اس قوم کے ان افراد کو جو سلطان عبد الحمید مرحوم کے عہد سلطنت سے بحیرہ مرمرا کے زرخیز سواحل پر آباد ہیں۔ اپنے مقاصد کار از کے لئے غیر معمولی

کامیابی کے ساتھ استعمال کر رہی ہیں۔

انزدار کا قد دراز اور جسم کسی قدر لاغر تھا۔ آنکھیں بھوری۔ بال قدرے سیاہ تھے۔ رنگ سفید تھا۔ مگر چہرہ کا رنگ دھوپ سے بہت بدلا ہوا تھا۔ چہرہ ذرا سا لمبا تھا۔ ناک موزون تھی۔ ڈاڑھی اور مونچھیں رکھتا تھا۔ باتیں کرتے وقت اس کی فطری استعداد "شرارت" کو مخاطب پر جلد افشا کر دیتی تھیں۔ انزدار حد درجہ کا مفسد اور انتقام جو تھا۔ غیر تربیت یافتہ ہونیکی وجہ سے اس کی باتوں سے شہد پن ٹپکتا تھا۔

انزدار سلطان عبدالحمید کی شاہی گارڈ میں کپتان کے عہدہ پر سرفراز تھا۔ انقلاب عثمانی یعنی مشروطیت کے بعد اسے اس فوجی فہرست سے خارج کر دیا گیا ۱۹۱۹ء تک یہ شخص گمنام رہا۔ پہلے پہل سال مذکور کے وسط میں اس کی غارتگری کے متعلق ترکی اخبارات نے خبریں شائع کرنی شروع کیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے تمام ممالک عثمانیہ میں شہرت حاصل کر لی۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ نیکی کرنے سے انسان اس قدر جلد شہرت حاصل نہیں کر سکتا۔ جس قدر بد معاشی کرنے سے جلد بدنام ہو سکتا ہے۔ بالیکسیر اور جناق قلعہ کے علاقہ میں اس نے رہزنوں اور لٹیروں کا ایک بڑا گروہ اپنے گرد جمع کر کے لوٹ مار اور غارتگری کا پیشہ اختیار کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ ترکان احرار کی قومی تحریک ابھی حالت طفولیت میں تھی سمرنا پر یونانی قبضہ کر چکے تھے۔ اور تھریس پر قبضہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اس وقت اس شخص نے اس علاقہ میں غارتگری کا بازار گرم کر رکھا تھا دن دہاڑے ڈاکہ مارتا۔ اور ارباب ثروت سے فدیہ نجات کے نام سے ایک عظیم نقد جزیہ لیتا تھا۔ جو شخص فدیہ دینے سے انکار کرتا۔ اسے قیدی بنا کر پہاڑوں میں اٹھا لیجاتا۔ اور اسے فدیہ ادا کرنے تک اپنی حراست میں رکھتا تھا۔ جس نے اس کی مخالفت کے لئے سر اٹھایا۔ اُسے برباد و تباہ کر کے چھوڑتا تھا۔ اس نے بے حساب گھر لوٹے۔ بے حساب خانماں جلائے۔ اور بیشمار باشندگان کو تہ تیغ کیا۔

عارضی صلح کے بعد ترکی کی پولیس یعنی جندرمہ کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ حکام اس شخص کی گرفتاری سے عاجز تھے۔ کیونکہ ان کے پاس انزوار کے مقابلہ کے لئے کافی تعداد میں سپاہی موجود نہ تھے۔

جب فرید پاشا کی وزارت نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیکر قومی تحریک کے رہنماؤں کی گرفتاری کے احکام جاری کئے۔ تو سب سے پہلے فرید پاشا کو اپنی خدمت پیش کرنیوالا شخص یہی انزوار تھا۔ پاشا نے اس کی درخواست کو فوراً منظور کر لیا۔ اور اسے بالیکسر کے ایک ضلع کا ڈپٹی کمشنر مقرر کر دیا۔ اب تو اسے اپنے قدیم مخالفوں کی علانیہ بیخکنی کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اس نے اپنے سب مخالفین پر قومی تحریک کے لیڈر ہونے کا الزام لگا کر انہیں گرفتار کرا لیا۔ ان ستم دیدوں پر طرح طرح کی سختیاں کی گئیں کئی ایک کے گلے گھونٹ دیئے گئے۔ اس بلا سے بچکر جو استنبول پہنچے۔ انہیں وہاں گرفتار کر کے جیلخانوں میں ڈالا گیا۔ یہ یاد رہے۔ کہ فرید پاشا کی وزارت کے زمانہ میں قومی تحریک "بغاوت" سمجھی جاتی تھی۔ اور اس کے سب لیڈر گورنمنٹ کی نظر میں باغی تھے ؛

استنبول گورنمنٹ نے جب تشدد کی پالیسی اختیار کر لی۔ تو اناطولیہ کی فوجوں اور افسروں نے سنٹرل گورنمنٹ سے قطع تعلق کر کے انگورہ میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ قومی تحریک کے لیڈروں کی گرفتاری کے لئے ایک شاہی فرمان جاری کیا گیا۔ اس فرمان کی تائید میں شیخ الاسلام کی طرف سے جانبداروں کے مناسب فتویٰ بھی شائع کیا گیا۔ فرید پاشا نے بنک عثمانی سے سخت شرائط پر ایک سرکاری قرضہ لیا اس روپیہ سے استنبول گورنمنٹ نے فوجی بھرتی کرنی شروع کر دی۔

یہاں پر یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ کہ جب یہ سپاہی جنہیں استنبول کی گورنمنٹ نے احرار کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے بھرتی کیا تھا۔ بازار میں جاتے تھے۔ تو لوگ ان کو بڑی حقارت سے دیکھتے تھے اور بعض لوگ تو یہاں تک

بڑھ جاتے تھے۔ کہ ان کے منہ پر تھوک بھی دیتے تھے۔

فرید پاشا کی گورنمنٹ نے سپاہیوں کی خوراک اور کپڑے کے علاوہ سو روپیہ سے لیکر سوا سو روپیہ اور افسران کو ڈیڑھ صد سے لیکر ہزار روپیہ تک ماہوار تنخواہ مقرر کی تھی۔ مگر اس پر بھی بڑی مشکل سے تین ہزار آدمی جمع ہو سکے۔ یہ سپاہی بھی وہ شخص تھے۔ جنہیں کام وغیرہ نہیں ملتا تھا۔ جب یہ فوجیں ازمیت (ازمیہ) کے جانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ اس وقت انزوار استنبول بلایا گیا۔ گورنمنٹ نے اس کا پُرجوش استقبال کیا۔ اور اسے میر میراں (ایک ترکی سول خطاب) کا خطاب دے کر اسے پاشا بنا دیا۔ انزوار پاشا نئی فوج میں ایک رسالہ کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ اور گورنمنٹ نے ایک کثیر رقم اسے قومی تحریک کی بیخ کنی کرنے کے لئے دی۔ جب استنبول کے گورنمنٹ کے افسر اور فوج کا ایک بڑا حصہ احرار کی سپاہ سے جا ملا۔ تو انزوار کو شکست پر شکست ہونی شروع ہو گئی۔ یہاں سے وہ بڑی مشکل سے بھاگ کر استنبول پہنچا۔ کچھ دیر یہاں اس نے ساکنانہ زندگی گذاری۔ جب علی صنا پاشا کی وزارت قائم ہوئی۔ تو اس نے انزوار سے اس رقم کا حساب طلب کیا۔ جو فرید پاشا کی گورنمنٹ نے اسے ایزمیت کو جاتے وقت دی تھی۔

دوسرے روز اخبار کے کالموں میں یہ خبر درج تھی۔

انزوار پاشا گورنمنٹ کے حساب طلب کرنے پر استنبول سے چناق قلعہ کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اور گورنمنٹ کی دی ہوئی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی رقم کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کہ کہاں خرچ کی گئی ہے۔ اس کے فرار ہونے کے بعد گورنمنٹ نے میر میراں کا خطاب واپس لے لیا۔ اس میں ذرہ شک نہیں۔ جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وہ رقم انزوار نے خود ہضم کر لی تھی۔ جیسا کہ اس کے دوسرے رفیق ... کمانڈر شفیق پاشا نے بھی اسی قدر رقم کھالی تھی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد یونانی ذرائع سے معلوم ہوا۔ کہ انزوار نے اپنی خدمات یونانیوں کے سامنے پیش کی ہیں اور انہوں نے اس کی درخواست کو منظور کر کے ایک معزز عہدہ پیش کیا ہے۔ انزوار

کے پرانے ڈاکو یار پھر اس کے گرد جمع ہو گئے - اور کچھ دیر تک یونانیوں کے پہلو بہ پہلو ترکانِ احرار سے جنگ کرتے رہے - ایک معرکہ میں اس نے سخت زک کھائی - اور جس میں اس کے بہت سے رفقاء لڑائی میں کام آئے - اس کے بعد وہ بہت مدت تک پھر ترکانِ احرار کے مقابلہ میں نہیں آیا۔

یہ شخص مسلمان تھا - مگر گمراہ تھا - خدا اس کی مغفرت فرمائے - اس کے وجود سے بہت سے لوگوں نے نقصان جان و مال اٹھایا ہے - یوں تو سب مسلمان اس خائن کی موت سے خوش ہونگے - مگر ان یتیموں اور بیواؤں کی خوشی کا اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے - جن کے پیارے باپ اس شریر کی تیغ سے ہمیشہ کے لئے انہیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں -

---

۲- ہندی جاسوس مصطفیٰ صغیر

مصطفےٰ صغیر نامی ایک ہندوستانی جو برطانیہ کے محکمہ خارجہ کا تنخواہ دار خفیہ کارکن بتایا جاتا ہے ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس پشاور کی طرف سے ترکوں کو ان کی قومی مصائب میں ہندی مسلمانوں کا پیغام ہمدردی پہنچانے کے لئے انگورہ گیا تھا - وہاں اس پر جاسوسی کے خوفناک جرم میں مقدمہ چلایا گیا -

پیرس کے اخبار دی ان ٹرانسیجنٹ سے ایک فرانسیسی خاتون کے ٹیلی فون کا خص ہدیہ ناظرین کرتے ہیں - جو حال ہی میں انگورہ سے واپس آئی ہیں - اور جو اس مقدمہ کی کارروائی بچشم خود ملاحظہ کر چکی ہیں -

مصطفےٰ صغیر کی عدالت میں آمد

ہندی جاسوس کے مقدمہ کی آخری کارروائی دیکھنے کے لئے عدالت عالیہ

انگورہ میں نامہ نگاروں - حکام - امرا اور ہر قسم کے پیشہ وروں کا اس قدر ہجوم تھا - کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی - عدالت کے باہر لوگوں کا مجمع کثیر گھنٹوں پیشتر جمع ہوگیا - جو عدالت کے اندر جانے کے لئے بے صبر تھا - آخر کار جب وقت مقررہ پر عدالت کے دروازے کھولے گئے - تو مشتاق تماشائی مردوں اور عورتوں سے اس فراخ کمرہ کا گوشہ گوشہ بھر گیا - باوجود اس مجمع کثیر کے اس کھیل کا ہیرو یعنی مصطفےٰ اصغیر بہ آسانی اپنی مقررّہ جگہ پر پہنچ گیا - ایک پلیٹ فارم پر جس کے گرد پردے لٹکے ہوئے تھے ۔ ججوں کے لیے تین کرسیاں بچھی ہوئی تھیں - کمرہ ہوائی جوش و خروش سے اس قدر مملو تھا - کہ صرف عدالت کے افسروں اور چند دیگر کی حرکات ہی سنی جا سکتی تھیں - آخر کار جج آ گئے - اور کرسیوں پر متمکن ہوئے - کارروائی مقدمہ شروع ہوئی - مصطفےٰ اصغیر نے ہر سوال کا جواب پھرتی اور صحت کے ساتھ ترکی زبان میں نہایت فہم و فراست سے دیا - بولتے وقت نہ وہ جھجکا - اور نہ اس نے لغزش کھائی -

مصطفےٰ اصغیر کا بیان

اپنے مقصد کے پورا کرنے میں اسے انگورہ تک پہنچنے میں جو واقعات پیش آئے اس نے وہ ایک ایک کرکے بیان کئے - اور کہا کہ میں بنارس (ہندوستان) کے ایک مسلمان خاندان سے تعلق رکھتا ہوں - دس سال سے اوپر ہوئے - جب میں وہاں سے آیا - میری تعلیم اور کام کی قابلیت دیکھکر کئی انگریز استادوں اور حکام نے مجھے رائے دی - کہ میں کسی انگریزی یونیورسٹی میں مزید تعلیم حاصل کرنیکے لئے یوروپ جاؤں - چنانچہ دس سال ہوئے - کہ میں انگلستان گیا - اور وہاں برائٹن میں ایک پرائیویٹ سکول میں چار سال تک تعلیم پاتا رہا - برائٹن کے سکول سے فارغ ہوکر میں ایڈنبرا یونیورسٹی میں داخل ہوگیا - چند سال کے بعد وہاں سے آکسفورڈ میں آیا - اور لنکن کالج کا رکن بن گیا - آکسفورڈ سے جہاں میں اس

قابل ہو گیا تھا۔ کہ شاہانہ زندگی بسر کروں۔ میں نے ڈگری حاصل کی۔ یہاں میں نے تاریخ میں درجہ دوم کا اعزازی نصاب لے رکھا تھا پیشتر اس کے کہ میں اکسفورڈ کا نصاب پورا کروں۔ مجھے وزیر ہند سے ملاقات کے لئے مدعو کیا گیا۔ جس کے سامنے میں نے سلطنت برطانیہ اور حکومت ہند کے لئے کورانہ وفاداری کا اقرار کیا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ بغیر چون وچرا ہر حکم کی جو مجھے دیا جائیگا۔ تعمیل کرونگا۔ یہ وعدہ کرنے کے بعد میں اکسفورڈ واپس آیا۔ اور اپنا نصاب پورا کر کے قاہرہ روانہ ہو گیا۔ جہاں بظاہر تو میں عربی کی تعلیم حاصل کرنے گیا تھا۔ مگر دراصل میرا مقصد یہ تھا۔ کہ وہاں کی تحریک قومی پر نگاہ رکھوں۔ وہاں سے میں سیاسی کام کے لئے ایران گیا۔ اور پھر لنڈن واپس آ گیا۔ اب مجھے محکمہ خارجیہ کے سیاسی صیغہ میں ٹرکی ایران افغانستان اور ہندوستان کی شاخ میں لگا دیا گیا۔ اگست ۱۹۱۹ء میں میں ہندوستان گیا۔ اور وہاں سے سیدھا سوئٹزرلینڈ پہنچا :۔

انگلستان کی سیاسی پالیسی

عارضی صلح کے وقت میں نے انگلستان کی سیاسی حالت پر نظر غائر ڈالی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آجکل وہ فوجی جماعت کے اس قدر اثر میں آ گیا ہے۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ اس خیال کی تائید میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ جب محکمہ خارجیہ نے قسطنطنیہ کے برطانوی ہائی کمشنر سے اناطولیہ کے متعلق رپورٹ طلب کی۔ تو موخر الذکر نے جواب دیا۔ کہ چونکہ اناطولیہ میں جان و مال خطرہ میں ہے۔ اس لئے ان قاتلوں سے کسی قسم کا معاہدہ کرنا برطانوی رعب و اقتدار میں خلل انداز ہو گا۔ آج برطانیہ انگورہ میں انتظار کا کھیل کھیل رہا ہے۔ کل یونان میں یہی کھیل کھیلا جائیگا۔ لیکن جب موقعہ آئیگا۔ تو برطانیہ

جھٹ آگے بڑھیگا - اور جو چاہیگا کریگا"! اس مقام پر ملزم نے اس تبلیغ و اشاعت کی تفصیل بیان کی - جو قسطنطنیہ میں برطانیہ کے حق میں سلطان اور اس کی گورنمنٹ کے اراکین اور برطانوی ایجنٹ بے خبری میں پھیلا رہے ہیں - اور جس کا مقصد یہ ہے - کہ ترکی قومی تحریک کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے - ملزم نے ان سربرآوردہ انگریز افسران کے نام بھی بتائے جو اس تجویز کی روح رواں ہیں - اور ان چند لوگوں کے نام بھی بتائے جنہوں نے ایک انجمن قائم کر رکھی ہے - اور جس کے ذمہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا شہید کرنا لگایا گیا ہے - ملزم نے تمام دقائق و تفاصیل نہایت صاف آوازیں بیان کیں - اور صدر عدالت نے جا بجا اسے صحت سے بیان کرنے کی تاکید کی:

امیر کابل کا قاتل کمال پاشا کے قتل پر مقرر

ملزم نے اپنے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی شہادت جیسے نازک کام پر مقرر کئے جانے کی وجہ یہ بیان کی - کہ اس نے نہائت ہوشیاری اور چالاکی سے مرحوم امیر افغانستان کو شہید کیا تھا - اس انکشاف پر درد انگیز حیرت و استعجاب کی ہزارہا آوازیں بلند ہوئیں - مگر جج کے ہاتھ بلند کرنے پر پھر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی - اس کے بعد ملزم نے یکے بعد دیگرے ان لوگوں کے نام لئے - جو وہی کام کر رہے ہیں - جو ملزم کر رہا ہے - اور وہ رقوم بھی بتائیں - جو ہر شخص وصول کر رہا ہے - ان میں سے اکثر مسلمان بھی تھے - حاضرین کے خوف و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی - جب ان کو معلوم ہوا - کہ اس فہرست میں اعلیٰ مراتب و رسوخ کے قسطنطنیوی ترک بھی شامل ہیں - ملزم نے یہ تشریح بیان کیا - کہ انگریزوں کا منشاء ہے - کہ

اناطولیہ پر جمہوریت کی حکمرانی مل جائے - اور اس طرح اسلام کی سیاسی پالیسی پارٹی کی اسلامی پالیسی پر قبضہ حاصل ہو جائے - آخر کار ججوں نے کئی رسمی سوال کیے - اور عدالت برخاست ہو گئی "

ملزم کو پھانسی کی سزا

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے - کہ یہ اس مشہور و معروف مقدمہ کا آخری حصہ تھا جو انگورہ میں کئی ہفتوں سے جاری تھا - بیان کیا جاتا ہے - کہ استغاثہ کے قبضہ میں وہ اہم تحریرات آگئیں - جو ناقابل تردید طور پر ملزم پر شرمناک الزام ثابت کرتی ہیں - جیسا کہ اکثر اصحاب کو معلوم ہے - ملزم کا جرم ثابت ہو گیا - اور اس کو ایمپائر ڈے یعنی سلطنت کے یادگاری دن پھانسی دی گئی - اور اسطرح انگورہ کی سیاسی زندگی کا دردناک باب ختم ہوا - ان تمام واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے جو اس واقعہ کے گرد و پیش نظر آتے ہیں - ہم نہایت صریح و صاف اور متین و سنجیدہ طریقہ سے کہہ سکتے ہیں - کہ اگر تمام حقائق اسی صحت و درستی سے بیان کیے گئے ہیں - جیسے کہ اس قسم کے مقدمہ میں بیان کیے جانے چاہئیں - تو ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے - کہ مجرم اس کیفر کردار کو پہنچ گیا ہے - جس کے لیے اس کے جرم نے اسے مستحق کر دیا تھا - ہم ایک آدمی کی موت پر شاداں نہیں ہیں - مگر اسے کون انکار کر سکتا ہے - کہ مجرم نے اپنا بھانڈا آپ پھوڑا اور خود ہی اس امر کا اظہار کیا - کہ وہ کمینہ ترین قسم کا جاسوس تھا - محبان حریت کو اس کا جرم کو اور بھی نفرت انگیز نظر آئیگا - جبکہ اس امر کا خیال رکھا جائے - کہ وہ اس خوفناک ہیں اپنے ان مسلم برادران مذہب کے خلاف داخل ہوا تھا - جو آج خوفناک ترین مشکلات کے ساتھ برسر جنگ ہیں - چونکہ اب وہ اپنے خالق کے پاس چلا گیا اس لیے ہم دعا کرتے ہیں - کہ وہ اسے معاف کردے ؀ تمام شد